زیرِ لب

صفیہ اختر کے خطوط

جاں نثار اختر کے نام

۲۲ر دسمبر ۱۹۴۹ء سے

۲۹ر دسمبر ۱۹۵۲ء تک

صفیہ اختر

قیمت ـــ ـــ ـــ ـــ ۱۰/۵۰

ناشر ـــ ـــ ـــ ـــ صفیہ اکیڈمی حیدرآباد

تعداد ـــ ـــ ـــ ـــ ۲۵۰

پہلی اشاعت پر

مشہور و مقبول شاعر جاں نثار اختر کے نام ان کی اہلیہ یا جیون ساتھی صفیہ اختر مرحومہ کے وہ خطوط جو ۲۲ر دسمبر ۱۹۴۹ء سے ۲۹ر دسمبر ۱۹۵۳ء تک لکھے اور بھیجے گئے، تھے ابھی ابھی "زیرلب" کے نام سے نہایت دیدہ زیب شکل میں شائع ہوئے ہیں ان کے خطوط کے علاوہ کتاب کے شروع میں ایک خط اختر کے نام رضیہ سجاد ظہیر کا ہے اور دوسرا اختر کے نام کرشن چندر کا ہے صفیہ اختر کی جواں مرگی اور اختر کے نام مرحومہ کے خطوط کا ذکر کرتے ہوئے رضیہ اور کرشن چندر دونوں کے خطوط پُرخلوص تعزیت نامے ہیں جنہیں پڑھ کر آنکھیں بھیگ جاتی ہیں اور ڈھارس بھی بندھ جاتی ہے کتاب کے آخر میں "خاکِ دل" کے عنوان سے اختر کی وہ نظم بھی شامل ہے جو صفیہ کی یاد میں انھوں نے کہی تھی اور جو رسالوں میں شائع ہو کر ہزار ہا دلوں کو متاثر کر چکی ہے۔

عدیم الفرصتی اور علالت کے باوجود یہ کتاب میں شروع سے آخر تک پڑھ گیا جو اثر اس کتاب نے مجھ پر کیا ہے اُسے یا تو یہ کہہ کر ٹال سکتا ہوں کہ وہ بیان سے باہر ہے یا پھر بہت سنبھل کر اسے بیان کرنے کی کوشش کر سکتا ہوں ذاتی تعلقات اور گھریلو زندگی سے متعلق شوہر کے نام بیوی کے خطوط میں انسانیت کی اتنی قدریں مانوسیت وہم آہنگی کی اتنی پاکیزہ مثالیں، اسلوب بیان کی بے تکلفی، خلوص و صداقت، نیک مزاجی اور

بلند کرداری کی اتنی جھلکیاں ظرافت کا نمک صحیح معنوں میں جیون ساتھی کا لب و لہجہ جس طرح یہ قدر اول کی چیزیں اس کتاب میں موجود ہیں شاید ہی اردو یا کسی بھی زبان میں شوہر کے نام بیوی کے خطوط کے کسی دوسرے مجموعے میں نظر آسکیں۔

میں کہیں اور لکھ چکا ہوں کہ نرا عاشق بڑا عاشق نہیں ہو سکتا۔ صفیہ اختر کے یہ خطوط اس امر کی آئینہ داری کر رہے ہیں کہ نری بیوی بڑے معنوں میں جیون ساتھی نہیں بن سکتی۔ صفیہ اختر نری بیوی نہ تھی بلکہ بہت پڑھی لکھی گوناگوں شخصیت رکھنے والی علم و ادب و زندگی سے مہذب انہماک رکھنے والی خاتونِ وطن تھی اور جب ہی وہ صحیح اور بڑے معنوں میں جاں نثار اختر کی جیون ساتھی بن سکی۔

جنسی تعلقات، ازدواجی رشتے کا ایک سماجی، تہذیبی، پاکیزہ جمالیاتی پہلو ہوتا ہے جو ان تعلقات اور اس رشتے کو معنویت اور قدریں عطا کرتا ہے مشہور انگریزی ادیب STEELE نے اپنی بیوی کو لکھا تھا TO LOVE YOU IS A LIBRAL EDOCATION.

یہی احساس و تجربہ ان خطوط کے مطالعہ سے ہوتا ہے ایک تربیت یافتہ دل و دماغ کا ثبوت تقریر و تحریر میں علمی بحثیں چھیڑ کر ہی نہیں دیا جاتا بلکہ ان معمولی، گھریلو، گمنام، نیم فراموش شدہ چھوٹے چھوٹے کاموں اور باتوں کا ذکر کر کے بھی دیا جاتا ہے جنہیں ہم کسی مرد یا عورت کی زندگی کا بہترین حصہ کہہ سکتے ہیں۔ "زیر لب" کے پڑھنے سے یہ سب باتیں آئینہ در آئینہ ہوتی چلی جاتی ہیں۔

جو لوگ اس گمراہی میں مبتلا ہیں کہ اشتراکیت کو سمجھنے یا ماننے والے

ازدواجی زندگی یا گھریلو زندگی کی طہارت کا احترام نہیں کرتے۔ اور
ازدواجی رشتے کی پاکیزگی، اس کی بلند قدروں اس کی درخشندہ ذمہ داریوں
اس کے ڈرامائی چیلنج کو نہیں سمجھتے ان کی گمراہی ان خطوط کے مطالعہ
سے کافور ہو جانا لازمی ہے۔

یہ خطوط ایک انسانی نوشتہ یا دستاویز HUMAN DOCUMENT
جس کی مثال بسا اوقات اچھے اور کامیاب ادب میں بھی ہمیں نہیں ملتی۔ ان
خطوط کی ادبیت اگر تابناک ہے تو ان کی انسانیت تابناک تر ہے۔ ہر خط
میں ایک من موہنی شخصیت کا دل دھڑکتا ہوا سنائی اور دکھائی دیتا ہے
آپ بیتی اور جگ بیتی کا سنگم ہر خط میں نظر آتا ہے۔ کاش اردو میں ایسی اور
کتابیں دستیاب ہوتیں۔ لیکن آئے دن ایسی کتابیں کہاں شائع ہوتی ہیں۔

فراق گورکھپوری

رضیہ سجاد ظہیر کا خط
جاں نثار اختر کے نام

عزیزم اختر!

اس رات ہم عوامی تھیٹر کی صوبائی کانفرنس کا دوسرا ناٹک "نقاش" دکھایا جا چکا تھا اور پروگرام کا آخری حصہ اسٹیج پر تھا ایک رقص پہلے زندگی زنجیروں میں جکڑی مجبور اور معذور شکستہ اور نیم جاں پھر آہستہ آہستہ اس میں حرکت پیدا ہوتی ہے رفتہ رفتہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑی ہونے لگتی ہے اسکی رگیں تنتی ہیں سانس پھول رہی ہے جسم پسینے پسینے ہے لیکن اسکے وجود میں جولانی بڑھ جاتی ہے اور یکایک زنجیریں ٹوٹ جاتی ہیں، شکستہ پائی، مجبوری، بے چارگی الوداع! — اب زندگی آزاد ہے۔ مضبوط ہے خود مختار ہے سارا مجمع جو اب تک سناٹے میں تھا جاگ پڑتا ہے تالیوں کی گونج سارے ہال کو ہلانے لگتی ہے اور اسی لمحے جبکہ میں اسٹیج کے پیچھے کھڑی مجمع کی اس جوشیلی تبدیلی کو دیکھ رہی تھی کسی نے آہستہ سے میرا کندھا تھپتھپایا اور دھیمے سے میرے کان میں کہا "تمہیں معلوم ہے صفیہ اختر ختم ہو گئی"۔ میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے تخت کا کونہ پکڑ لیا، پاؤں ایک دم لڑکھڑانے لگے سارا اسٹیج سارا ہال گھومتا نظر آ رہا تھا تالیوں کی آواز جیسے دور کہیں سے آ رہی تھی، پھر بھی جیسے اپنے آپ سے اتنا ضرور کہہ سکی "نہیں نہیں ایسا نہیں ہو سکتا، صفیہ اختر کبھی نہیں مر سکتی" اور آج جبکہ لوگ کہتے ہیں اسے مرے ہوئے سال بھر سے زیادہ ہو گیا، میں تم سے پھر وہی بات کہوں گی اختر کہ صفیہ مری نہیں کیونکہ وہ مر نہیں سکتی۔ جو روح زندگی سے اتنی محبت کرتی ہو گرمیٔ جدوجہد میں اتنا یقین رکھتی ہو جس کے دل کی وسعتیں ناپیدا کنار ہوں؟ کیا وہ محدود

ہو سکتی ہے، ختم ہو سکتی ہے امر سکتی ہے، ناممکن ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ وہ ہستی جو ہمیشہ زندگی کی بہتری کی جدوجہد کے لئے قربانی دیتی رہی کسی خوب تر پیکر کی جستجو میں ہم لوگوں کو چھوڑ گئی ہو۔

یہ بڑی بدنصیبی تھی اختر کہ میں صفیہ سے بہت کم مل سکی لیکن جتنا بھی مل سکی وہ بھی ایک خزانہ ہے جو میرے لئے بہت قیمتی ہے اسلئے کہ وہ لمحات مجھے ایک ایسی ساتھی کی یاد دلاتے ہیں جسکا نام اگرچہ شہیدوں کی فہرست میں کبھی نہیں لکھا جائیگا لیکن جس کی ہستی ان بیشمار شہیدوں میں سے ایک تھی جن کی قربانیوں کے سہارے مجبور، معذور اور شکستہ پا زندگی ایک نہ ایک دن اپنے پیروں پر ضرور اٹھ کھڑی ہوگی۔ خود مختار ہوگی، آزاد ہوگی مجھے معلوم ہے صفیہ ان حالات کا شکار ہوئی جن میں ابھی زندگی کی رگیں کھنچ رہی ہیں سانس پھول رہی ہے، جسم پسینہ پسینہ ہے لیکن زندۂ جاوید ہیں وہ لوگ جنہوں نے موت اور حیات کی اس کشمکش میں حیات کو زندہ رکھنے کی جدوجہد کے واسطے اپنا خون دیا۔ صفیہ بھی ان گمنام ان گنت شہیدوں میں سے ایک تھی۔

میں سمجھ سکتی ہوں کہ جب تم بھوپال چھوڑنے پر مجبور ہوئے اور صفیہ نے وہاں تنہائی کی زندگی بسر کرنی شروع کی تو اس پر کیا کچھ گزر گئی ہوگی لیکن کس بہادری اور استقلال سے وہ اپنی جگہ پر کھڑی رہی کس ہمت سے اس نے بچوں کو پرورش کیا، روزگار کے باہر اور اندر کی زندگی کے بوجھ کو اپنے نازک کندھوں پر کس خوش اسلوبی سے سنبھالا اور مسکراتی رہی یہاں تک کہ اس کے اعصاب جواب دے گئے، جسم گھل گیا، جان نکل گئی لیکن وہ مسکراہٹ ختم نہیں ہوئی اور اسی لئے میں تم سے کہتی ہوں اختر کہ اگر وہ مسکراہٹ ختم نہیں ہوئی تو صفیہ بھی ختم نہیں ہوئی اسلئے کہ جس ایمان جس یقین جس مقصد کے سہارے وہ مسکراتی تھی وہ مقصد امر ہے۔

ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی

مجھے وہ دن کل کی طرح یاد ہے کہ اس کے انتقال کے چند ہی دن پیشتر سجاد ظہیر صاحب کو چار سال کی سزا ہونے کی خبر آئی تھی۔ دوسرے ہی دن اس نے مجھے اپنے یہاں بلوایا۔ بستر پر پڑی تھی چل پھر نہیں سکتی تھی۔ اٹھنے بیٹھنے کے لئے سہارے کی ضرورت ہوتی تھی۔ لیکن مجھے دیکھ کر وہ یکایک اٹھ بیٹھی ہم دونوں ایک دوسرے لپٹ گئی زبان سے ایک لفظ نہیں نکلا، لیکن دونوں کے دلوں میں کیا جذبات تھے یہ ایکدوسرے کو خوب معلوم تھے پھر اس نے اپنے سرہانے سے چاندی کی ایک چاندی کی کٹوری اٹھائی۔ تمھیں معلوم ہے آخر وقت میں اعصاب کے کھنچاؤ کی وجہ سے اسکے ہاتھ ٹیڑھے ہو گئے تھے اور کانپتے تھے لیکن اس کٹوری کے اٹھاتے وقت جسمیں سیندور افشاں بھری تھی اسکے ہاتھ بالکل نہیں کانپے پھر اس نے چٹکی میں سیندور اٹھا کر میری مانگ بھرنی شروع کی۔ اچھی طرح مانگ بھر کے وہ آہستہ سے بولی "آپ کا سہاگ امر ہے رضیہ بھابی! خدا وہ دن جلد لائے جب بھیا خود واپس آکر آپ کی مانگ بھریں، لیکن اتنی حرکت کا بار بھی اس کے جسم ناتواں کے لئے بہت تھا میں نے اسے ہانپتے دیکھ کر کٹوری اسکے ہاتھ سے لے لی، وہ تکیہ پر گر پڑی، ایک پل آنکھیں بند کئے رہی پھر آہستہ سے بولی "چار سال لیکن چار سال کچھ نہیں ہوتے، کچھ نہیں ہوتے چار سال، پھر ذرا سا مسکرائی اور میری طرف دیکھ کر کہنے لگی "رضیہ بھابی شاید ان حکمرانوں کی سمجھ میں یہ کبھی نہیں آئیگا کہ ہم لوگ چار سال نہیں، چار سو سال، چار ہزار سال جد وجہد کر سکتے ہیں، سالوں کے شمار اور جد وجہد کی رفتار کا کیا مقابلہ ؟"

اس بات کے تقریباً ایک ہفتہ کے بعد اس کا انتقال ہو گیا، لیکن اس کی اسوقت کی بات نے میرے اس یقین کو ایک نئی زندگی بخشی کہ :-

یوں ہی ہمیشہ کھلائے ہیں ہم نے آگ میں پھول
نہ ان کی ہار نئی ہے نہ اپنی جیت نئی

اور جب اس ایمان کو نئی زندگی ملتی ہے ایک نیا یقین نصیب ہوتا ہے تو اس ایمان کے لئے جان دینے والی ہستیاں پھر سے اس زندگی اور یقین میں زندہ ہوتی ہیں ان کی روح اس نئے یقین میں ایک نیا جنم لیتی ہے اپنا غم جو وہ ہم کو تم کو دیجاتی ہیں وہ اس ایمان کا نور بن کر نئی نسلوں کے سینے میں محفوظ رہتا ہے انکے دوستوں کے دلوں کو گرماتا ہے اور زندہ رکھتا ہے۔

میں تم کو بہت کچھ لکھنا چاہتی ہوں اختر لیکن ہم تم دونوں اس بات کو جانتے ہیں کہ قلم ہاتھ میں رکھنے والوں کے لئے سب سے سخت آزمائش کا وقت وہ ہوتا ہے جب وہ اپنے کسی ایسے ساتھی کو یاد کرنے کے لئے اپنے قلم کو خونِ دل میں ڈبوتے ہیں جو اب انکے درمیان نہیں، صفیہ کی محبت، اس کی وفاداریاں، اس کی ہمتیں، حوصلے، زندگی کی وہ چھوٹی چھوٹی خوشیاں جو اس کی ہستی سے وابستہ تھیں اب صرف ایک یاد بنکر رہ جائیں گی، اسکی ہنسی کی آواز تصور کی وادیوں میں کہیں گونجے گی، انکے آنسو آسمان کے ستاروں کی طرح دور ہوں گے، جہاں تک ہمارا ہاتھ نہ پہنچ سکے گا، پھر بھی، پھر بھی اختر، اشرف المخلوقات کو یادداشت کی فضیلت قدرت نے دی ہے اور اس یاد کو جادۂ زندگی کا چراغ بنا لینے کی صلاحیت اس نے خود اپنی جدوجہد سے حاصل کی ہے اور یہ دونوں مل کر موت اور زندگی کو آسان بنا دیتے ہیں۔

تمہاری دعاگو بھابی

رضیہ سجاد ظہیر

کرشن چندر کا خط
جاں نثار اختر کے نام

پیارے اختر!

صفیہ کے خطوں کو پڑھ کر پہلا احساس یہ ہوا کہ کس قدر خوش نصیب ہو تم اور پھر یہ جان کر کہ صفیہ اب اس جہان میں نہیں ہے فوراً یہ احساس کس قدر غم نصیب ہو تم کہ صفیہ ایسی جاں نثار بیوی تم سے جدا ہو گئی۔ تمہاری شادی کو نو سال ہی ہوئے تھے کہ وہ تم سے جدا ہو گئی اسلئے بھی بہت افسوس ہوتا ہے کہ ابھی تم دونوں کی دوستی پروان چڑھ رہی تھی۔ ابھی اس میں وہ سوجھ اور سمجھ پیدا ہوتی تھی جو ذہنی بلوغت، شدید قربت اور گہری رفاقت کی اندرونی کشمکش سے پیدا ہوتی ہے۔ اب اس رشتے میں وہ رنگ آ رہا تھا جب دو بلند اذہان نہ صرف گھر کی گاڑی آگے چلانے کے لئے بلکہ سماج کی گاڑی آگے چلانے کے لئے اس کی اہمیت سے پورے طور پر واقف ہو کر ذہنی اور جذباتی اعتبار سے ہم سطح ہو جاتے ہیں۔ یعنی! اس موقع پر صفیہ کی جدائی ایک شدید دھچکے کے ساتھ محسوس ہوتی ہے یوں معلوم ہوتا ہے جیسے ایک ہرے بھرے شاداب درخت کی سب سے بڑی ڈال یکایک تڑ تڑا کر اپنے تنے سے ٹوٹ گئی ہو اس موقع پر تم نے جس بلند حوصلہ کا ثبوت دیا ہے اور ایک فرد کی محبت کو سماج کی محبت میں ڈھال دیا ہے وہ تمہارے ذہنی تفکر کی پختگی اور تمہاری شاعری کے سماجی خلوص کی روشن مثال ہے۔

صفیہ کے انتقال پر جو نظم تم نے کہی ہے میرا خیال ہے اردو میں اس نوع کی بہت کم نظمیں کہی گئی ہیں یہ تو نہ نوحہ ہے نہ مرثیہ ہے نہ مرنے والی کا قصیدہ ہے اس نظم پر تمہارے

ذاتی غم کی چلمن تو پڑی ہوئی ہے لیکن اس چلمن کے پیچھے ایک پورا ہندوستانی گھر آباد ہے
مجھے اس نظم میں ایک ایسے سماج کی بنیاد نظر آتی ہے جو ابھی ہے نہیں لیکن جسے ہونا ہے
اس نظم میں انسان اور زندگی سے ایک ایسی بھرپور محبت پائی جاتی ہے کہ موت اپنے
کامیاب ترین لمحوں میں زندگی سے ہراساں نظر آتی ہے اور جدائی کے آخری کربناک
تانیوں میں بھی وصال کا شبہ ہوتا ہے جیسے صفیہ کا ہاتھ اب بھی تمھارے ہاتھ میں
ہے جیسے اس کے ہونٹوں کی مسکراہٹ اب بھی تمھارے ماتھے پر مچل رہی ہے جیسے
اس کی نگاہوں کی نرمی اور گرمی اب بھی تمھارے دل کو نئے نشانہ سے مخمور کئے ہوئے
ہے۔ ذرا سوچو تو نو سال کی بلند اور متوازن رفاقت نے اردو کو یہ نظم دی ہے اگر یہ
رشتہ محض جسمانی ہوتا جیسا کہ ہمارے سماج کی بدنصیبی اور کوتاہی اور جہالت سے لاکھوں
گھروں میں ہوتا ہے تو یہ نظم کہاں سے ہوتی ایک اچھی تخلیق کے پس پردہ نئی زندگی کے
تصور کی کتنی خوبصورتیاں اور مضبوطیاں چھپی ہوتی ہیں اور کتنے طویل تسلسل کی صبر آزما
کشاکش کے بعد ایک اچھی تخلیق معرض وجود میں آتی ہے۔

تمھاری نظم کا یہاں میں نے اس لئے ذکر کیا کہ اس کے بغیر تمھارے اور صفیہ کے
جذبات اور افکار کی کہانی جو ان خطوں میں بیان کی گئی ہے نامکمل رہتی ہے اس لئے
اگر تم کسی طرح ان خطوں کے ساتھ اپنی نظم کو شامل کر سکو اور دونوں کو اکھٹے شائع
کر دو تو اس سے صفیہ کا کردار پوری طرح سے ابھر کر پڑھنے والوں کے سامنے آجائیگا

صفیہ کے خط ایک ہندوستانی عورت کے خط ہیں ان خطوں میں ایک
ہندوستانی گھرانے کی تصویر ملتی ہے یہاں بچوں کا ذکر ہے اور نوکروں کا، گاؤ تکیوں
اور فرش پر بچھی ہوئی چاندنیوں کا تخت پوشوں کا، سرخ پلاوروں کا اور سفید
ساڑھیوں کا۔ ان خطوں میں جاوید اور ادیس کی معصوم شرارتیں ہیں۔ اور
ایک مجبور شوہر پرست بیوی کے متلاطم جذبات ہلکورے لیتے ہوئے نظر آتے ہیں

ان خطوں کے اندر ہی مجھے اپنے پرائے کلچر کی دھیمی رو بہتی ہوئی ملتی ہے مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کالی داس کے میگھ دوت کا ہجر، اس کی تمنائے وصال اس کی محرومی و ناکامی سیکڑوں برس کے بعد آج بھی زندہ ہے اور اسی طرح نازک دلوں کو برماتی ہے۔ مجھے معلوم ہوتا ہے جیسے صفیہ کی یہ نازک نسائی تحریریں ڈاک سے نہیں بھیجی گئی ہیں بادل کے ٹکڑوں پر اتاری گئی ہیں شفق کی موہنی، برسات کی اسائی ہوئی شام، آنسوؤں کی طرح چپ چاپ گرتی ہوئی بوندیاں اور محبوب کی یاد صفیہ کے خطوں میں یہ محسوسات ہمارے پرانے کلچر کی حسین ترین یادگاروں کو تازہ کرتے ہیں ہمارے پرانے ادب اور کلچر میں تم جانتے ہو عورت بے زبان اور گونگی نہیں ہے اس کا اپنا ایک کردار ہے اور وقار ہے جس طرح زندگی کے دوسرے کاموں میں وہ برابر کی حصہ دار ہے اسی طرح عشق میں بھی وہ برابر کی حصہ دار ہے وہ خود عشق کرتی ہے اور مرد کو اپنا محبوب تصور کرتی ہے اور اس کے اظہار کو گناہ نہیں بلکہ اپنی جذباتی زندگی کی معراج سمجھتی ہے۔ صفیہ نے اپنے خطوں میں اس جذبے کو جس خلوص پاکیزگی اور نسائی خوبصورتی سے ادا کیا ہے، وہ اس کی رفعت احساس کی دلیل ہے۔ لیکن صفیہ ان خطوں میں مجھے صرف اپنے پرانے ہندی کلچر کی نمائندہ نظر نہیں آتی اگر معاملہ یہیں تک آکے رک جاتا تو یقیناً کوئی بڑی بات نہ ہوتی مگر بڑی بات تو یہ ہے کہ صفیہ کے خطوں میں مجھے نئی ہندوستانی عورت کی جھلک نظر آتی ہے وہ عورت جو بیوی بھی ہے رفیق بھی ہے، ساتھی بھی ہے، وہ عورت جو مرد کے بازوؤں کی زینت ہی نہیں بلکہ خود اس کا ایک بازو ہے اس کی قوت ہے اور توانائی ہے ایسی عورت جو اپنے شوہر سے الگ ہٹ کے بھی سوچ سکتی ہے وہ عورت جو اپنے شوہر کی پرستش کرتے ہوئے بھی اس کی ناقد ہو سکتی ہے اس کی ناصح ہو سکتی ہے وہ عورت جو اپنے خاوند کی دوست ہے اس کی ہمراز ہے اس پر جملے کستی ہے کبھی ماں بن کر

ممتا جاتی ہے۔ کبھی بہن کا پیار دکھاتی ہے۔ کبھی بھائی کی طرح بازوؤں میں بازو ڈال کر چلتی ہے کبھی ایک عجیب انداز سے شفیق باپ کی طرح سمجھاتی ہے یعنی ایک ایسی عورت جو اپنے خاوند کا ضمیمہ نہیں ہے۔ اس کی سماجی زندگی کا اپوزنگ ایڈیشن نہیں ہے بلکہ ہر صبح و شام اور ہر ماہ و سال اپنی ایک الگ شخصیت رکھتی ہے۔ صفیہ کے کردار میں اس نئی ہندوستانی عورت کا کردار ملتا ہے جس نے اپنے آپ کو صرف چولھے چکی تک محدود نہیں رکھا ہے۔ بلکہ آگے بڑھ کے اپنے خاوند کی ذہنی زندگی میں اپنے سماج اور اس کے معاشرے میں ایک ذمہ دار فرد کی حیثیت سے کام کیا ہے۔

صفیہ کو ہمارے سماج کی ناہمواری اور اس کی غیر متوازن کیفیت کا پورا پورا احساس ہے۔ اس کے خطوں میں تم دونوں کا جو رشتہ ہے وہ الگ سے نظر نہیں آتا بلکہ ہمارے سماج کی پوری زندگی سے بندھا ہوا نظر آتا ہے۔ صفیہ کا احساس ہجر ہمارے سماج کا ہجر ہے۔ جہاں سچی محبت کو وصال ممکن نہیں اس کے گھر کی جو ناآسودگی ہے وہ اس سماج کی ناآسودگی نظر آتی ہے جہاں محنت لوٹنے والوں کا غلبہ ہے۔ صفیہ کی اپنی جو بیماری ہے اور جس نے آخر اس کی جان لے لی وہ خود بھی آخر میں سماج کی اپنی بیماری نظر آتی ہے۔ ایک طویل مسلسل بیماری جس کے خلاف صفیہ آخر دم تک مزاحمت کرتی رہی ہے اپنے آخری خط میں وہ تمہیں لکھتی ہے۔ میں مرنا نہیں چاہتی، میں زندہ رہنا چاہتی ہوں، میں تمہارے ساتھ چل کر زندگی میں حصہ لینا چاہتی ہوں۔ یہ امر حیرت زا نہیں ہے کہ ڈاکٹروں نے صفیہ کی بیماری کی جو تشخیص کی اسکی سب سے بڑی وجہ انھوں نے اعصابی کوفت بیان کی اور اسکا علاج اچھی غذا اور بہتر سے بہتر سکون بتایا۔ صفیہ بڑے غم اور غصہ سے اپنے خط میں لکھتی ہے مگر سکون اسکی زندگی میں کہاں ممکن ہے وہ سماج کے چھپے ہوئے رشتوں کی طرف اپنے خطوں میں بار بار اشارہ کرتی ہے اور بار بار زبانِ حال سے کہتی ہے اگر میں مرگئی تو میرا خون سماج کی گردن پر ہوگا

جہاں سکون و مسرت اور صاف ہوا اور مفت علاج ممکن نہیں جانے ایسی ہونہار صفیہ بہنیں کب تک اپنی جواں مرگی سے ہمیں تڑپاتی رہیں گی۔

زندہ رہنے اور موت سے لڑنے سماج کو بدلنے کے شدید احساس کے ساتھ ساتھ مجھے صفیہ کے خطوں کی ادبیت کے بارے میں بھی کچھ کہنا ہے۔ صفیہ ابھی ایک ابھرتی ادیب تھی۔ وہ ایک ایسی کلی تھی جسے ابھی پھول ہونا تھا۔ ابھی ابھی اس نے لکھنا شروع کیا تھا کہ اسے موت آ گئی۔ مکروہات دنیا نے غم روزگار نے کشاکش حیات نے اس کے ادبی جوہر کو پنپنے نہیں دیا جیسے ہمارے بہت سے ناسفتہ ادیب درِ شہوار ہونے سے پہلے ہی طوفانی لہروں کا شکار ہو جاتے ہیں اسی طرح صفیہ ہمارے سماجی بحران کا شکار ہو گئی اگر وہ زندہ رہتی تو عصمت اور ہاجرہ کی طرح ہمارے ادب کے ماتھے کا دلنواز جھومر ہوتی۔ اس کے ان خطوں میں مجھے اس کے بھائی مجاز کا سا رنگ ملتا ہے اس کی شاعری کا رنگ نہیں اس کی نثر کا رنگ اس کے چبھتے ہوئے طنزیہ فقروں کا رنگ اس کی برمحل برجستہ گفتگو کا رنگ اپنی سماجی سوجھ بوجھ میں اپنے انداز فکر میں اپنے محسوسات کی تنظیم و تربیت میں صفیہ مجاز سے بہت آگے تھی اس لئے اگر وہ زندہ رہتی تو اپنے بھائی کی بہترین روایات کو بہت آگے لے جا سکتی تھی۔ صفیہ کی موت گلستانِ ادب کی بہت سی بے جانی بے پہچانی کلیوں کی موت ہے۔

اختر! مجھے اپنے رنج میں شریک کر لو۔ کیونکہ صفیہ میری بہن تھی۔ وہ ہماری طرح کے خیالات رکھنے والوں سب کی بہن تھی ہم اس کی یاد کو اپنے دل میں اور اپنے کام میں زندہ رکھیں گے۔

تمہارا بھائی

کرشن چندر

صفیہ اختر کے خطوط

محبوب منزل

بھوپال

۲۳ر دسمبر سنہ ۱۹۴۹ء

عزیز اختر!

شدید انتظار کے بعد خط ملا استعفیٰ میں آج پرنسپل کے پاس نہ پہنچا سکی وہ جا چکا تھا۔ کل صبح لے جاؤں گی۔ تم نے استعفیٰ دیدیا اچھا کیا ایک طویل ذہنی کشمکش کا خاتمہ یونہی ممکن تھا اگرچہ دوسری جانب بھوپال کی زندگی کی سہولتیں اور کالج کی ملازمت کشش انگیز تھی۔ میری طبیعت کی کمزوری سمجھو یا کچھ بھی میرے لئے یہ فیصلہ مشکل ہوتا، بہرحال تم نے اپنے عزم کا ثبوت دیا اور سچ جانو میں تمھاری فوقیت کے احساس سے سر جھکا دینے پر تیار ہوں۔

تمہیں کل ہی پیسے روانہ کروں گی۔ تمہیں اس طرف سے واقعتاً سخت تکلیف ہو گی بے تکلف ہر ضرورت اور ہر پریشانی سے مطلع کرتے رہو۔ ہاں عصمت آپا[۲] کے یہاں ایک آدھ ماہ گزارا کر لو تو اچھا ہے، شاہد[۳] سے تمھارا پرانا خلوص ہے اور

---

۱ صفیہ مرحومہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تاریخیں بہت کم خطوں پر موجود ہیں زیادہ تر تاریخیں لفافوں کی مہر سے یا پھر واقعات کی ترتیب کے اعتبار سے ڈالی گئی ہیں۔ ۲ عصمت چغتائی ۳ شاہد لطیف

عصمت آپا کو تمہارے CAUSE سے خلوص ہے، ظاہر ہے کہ ان لوگوں پر تم کبھی بار نہ ہوگے۔ اس طرح سے سوچنا تمھاری زیادتی ہوگی۔

اور ــــ خود کو کسی طرح متاثر نہ کرنا۔ اچھے بُرے وقت سب گزر جاتے ہیں، پریشانی کا مقابلہ عزم اور استقلال سے کرنا اخلاقی بلندی کی دلیل ہے جذباتی طور پر اپنی بے روزگاری کا صدمہ نہ لے بیٹھنا، ظاہر ہے اگر تم چاہو تو تمھاری ٹھاٹھ دار ملازمت آج بھی تمھاری منتظر ہے۔ لیکن یہ تو اپنی CHOICE کا سوال ہے اس پر خود ہی جی کو کڑھانا کیا؟ اپنی تندرستی کی طرف سے لاپرواہ ہو کر بُری طرح دوڑ دھوپ میں کبھی مت لگ جانا۔ خدانخواستہ بیمار جیران ہونے کی نوبت نہ آجائے۔ میرے دوست:

میں تم سے علیحدگی کے دن پوری ہمت اور پورے استقلال سے گزار رہی ہوں گی کالج کی دنیا اور گھر کی دنیا بھی کچھ تو میرے لئے اجڑ گیا، مگر اختر بہت سے لوگ تو ہم سے بھی زیادہ پریشانیاں اٹھا رہے ہیں تو ان کی طرف دیکھنا ہو گا اپنے غم کو میں طول نہیں دوں گی۔

اختر سعید[1] کو میں نے آج بلا کر گفتگو کی۔ غریب بہت ہی متاثر سا ہو گیا شہاب[2] بھی آج آئے تھے اور پورے وقت تمھارا ہی ذکر کرتے رہے۔

بھوپال کے حالات ناگفتہ بہ ہیں ہر ایک کے گھر کی تلاشی لی جارہی ہے اور مختلف لوگوں کو مختلف طریقوں سے پریشان کیا جا رہا ہے۔ میرے لئے ملازمت کی کوئی صورت ضرور سوچتے رہنا۔ میں ہر چھوٹی بڑی ملازمت کرنے کو تیار ہوں۔ مجھے تمھارے ساتھ

---

[1] اختر سعید خاں ایڈووکیٹ کے سکریٹری انجمن ترقی پسند مصنفین بھوپال۔
[2] شہاب اشرف لکچرار حمیدیہ کالج بھوپال۔

رہ کر دکھ بھی سکھ معلوم ہوگا۔ تم سلطانہ[1] سے اس معاملہ کا تذکرہ کرنا شاید وہ کچھ مدد کر سکے اگر کوئی الٹی سیدھی صورت بھی پیدا ہو سکی تو میں فوراً ہی تمھارے پاس پہنچ جاؤں گی ہاں کپڑوں کی تمھیں تکلیف ہوگی، دو پاجامے بے سلے میں نے رکھ دیے تھے، وہ تم عصمت آپا کی بھانجیوں سے سلوا لینا۔ شیروانی کل ہی منگواؤنگی اور تمھیں بھیج دوں گی۔ اچھا، بہت پیار۔

تمھاری اپنی صفیہ

بھوپال

۲۳؍دسمبر ۱۹۴۹ء

اختر عزیز!

میں نے تمھارا استعفا نوشہ[2] صاحب کو صبح ہی بلا کر دیا اور ان سے کہا کہ وہ اسے پرنسپل تک پہنچا دیں۔ میری ہمت کچھ نا کام سی ہوئی جب توقع مجھے پرنسپل نے بلایا اور کوئی ڈیڑھ گھنٹے تک سمجھاتا رہا۔ اسنے کہا کہ وہ کسی قیمت پر تمھیں ہاتھ سے دینے کو تیار نہیں ہے اور زبردستی اس نے مجھ سے انتیس تک کی چھٹی کی درخواست دلوادی اور استعفا نوشہ صاحب ہی کے پاس رکھ دیا مجھے ہدایت کی کہ میں ٹرنک کال کروں اور واپس آجانے کو کہوں۔ بہرحال یہ تھی داستان۔ اب تم کیا سوچتے ہو اختر؟

یہاں کے سارے اسٹاف والے سخت متاثر ہیں، خصوصاً گپتا صاحب گروجی اور شہاب کو تمہارے جانے کا شدید افسوس ہے۔

آج میں آپا[3] کے پاس گئی تھی۔ ان کا اصرار ہے کہ انھیں کے پاس چلی آؤں مگر اختر

---

[1] سلطانہ جعفری [2] نوشہ علی پروفیسر حمیدیہ کالج دہلی [3] جاں نثار اختر کی بہن

جس گھر کو کیسی کیسی چاہت سے بنایا تھا اسے تمھاری یاد سے سنوارے رکھنے کو جی ضرور چاہتا ہے۔ آگے تمھاری جیسی مرضی ہوگی وہی کروں گی۔ تم اپنا فیصلہ جلدی ہی لکھ دینا تاکہ یکم تک اس کی تکمیل کرسکوں۔

انجمن کا الکشن اکتیس پر ملتوی رہا پچھلی مرتبہ QUORUM ہی پورا نہ ہوا تھا۔ صہبا کی انجمن[1] DISSOLVE ہوگئی، خود اپنی ہی انجمن سے صہبا، رشدی، وحیدی سب نے استعفے پیش کر دیئے اور کیا لکھوں؟ عصمت آپا کو میرا بہت بہت سلام، سیما کیسی ہے؟

تمھاری اپنی صفیہ

بھوپال
یکم جنوری سنہ ۵۰ء

اختر عزیز!

تمھارا استعفا ہنوز نوشہ صاحب ہی کی جیب میں ہے اب پرسوں کالج کھلنے پر نوشہ صاحب ہی کی معرفت اس کو آگے بڑھوانے کی کوشش کروں گی۔ پرنسپل غریب اپنی معصومیت کا شکار مجھ سے ہمدردی پر تلا ہوا ہے اور ہر ہر طریقے سے مجھے سمجھاتا ہے کہ میں تمھیں واپس بلالوں۔ اس کا کہنا ہے کہ تم ایک بار آجاؤ تو تمھارا جنون ختم ہو جائے گا دوسری طرف سارے شہر میں اس خبر کی بری طرح رسوائی ہو چکی ہے معلوم ہوا ہے کہ "ندیم"[2] اس خبر کو دوبار مختلف طریقوں سے چھاپ چکا ہے بعض لوگ سوچتے ہیں کہ غالباً میرے اور تمھارے درمیان اَن بن

---

[1] انجمن ترقی پسند مصنفین بھوپال سے علیحدگی اختیار کرنے کے بعد کچھ دنوں کے لئے صہبا لکھنوی نے ایک متوازی انجمن قائم کرلی تھی [2] روزنامہ "ندیم" بھوپال۔

ہو گئی ہے، غرضکہ جتنے منہ اتنی ہی باتیں۔ تمھاری ہنگامہ پسندی کی تسکین کا موقع اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا تھا آخر: تمھاری محبت کی آنچ مجھے تو کندن ہی بنا کر چھوڑے گی۔ کردگار کی پختگی کے سبق مجھے ملتے رہنے دو۔

ہاں شیروانی اور کپڑے تم کو تاج[1] کی معرفت ضرور بھیجوں گی لحاف غیر ضروری ہو تو واپس ہی کر دینا۔ کہاں لئے پھروگے۔ دوسری بات یہ ہے کہ تم کوشش کے سلسلے میں عجلت پسندی اور شدت سے کام مت لینا تھوڑا POISE برقرار رکھنا مناسب اور ضروری ہوتا ہے۔ ورنہ دوسروں کی حاجت مندی کا احساس ہونے لگتا ہے اور یہ چیز معاملہ کو کمزور کر دیتی ہے۔ پیسے کی طرف سے تم اس درجہ بے سہارا مت ہونا۔ دو چار ماہ بھی کوئی شکل نہ پیدا ہو سکے تو اچھی نہ سہی بری طرح گزر ہوتی ہی رہے گی۔

یہاں ایک اداسی اور افسردگی کا دورہ ہے۔ آج تو میں نے تمھاری یاد کو نئے سال کی آمد سے سنوارنا چاہا۔ آخر یہ سوگواری کاہے کی؟ میں نے سوچا۔

"وہ آئیں نہ آئیں پر سجنی، گھر ہم کو آج سجانا ہے"

مگر سچ جانو یہ دل تو بہت ہی سرکش ہے کب قابو میں آنے والا ہے بہر حال محنت اور مصروفیت کا سہارا لے کر دن کاٹ دینا چاہتی ہوں۔

بڑی بی کو رخصت کر دیا ہے۔ عثمان ہی کھانا پکا لیتا ہے، کھانا مختصر سا رہ گیا ہے کوئی دقت پیش نہیں آتی۔

پیسے تنخواہ ملنے پر اور بھیجوں گی۔ اتنے کم پیسوں سے بمبئی میں کیا کام چل سکتا ہے، حضور صاحب تم شاہد کے گھر سے منتقل ہونے کی نیت بھی کر رہے ہو؟

---

[1] محمد علی تاج بھوپال کا ہونہار شاعر۔

عصمت آپا کو میرا اسلام کہنا، تاج کی معرفت ان کی رضائی بھی بھیجوں گی پھر جلد ہی خط لکھوں گی۔ کچھ دیر تم سے اس طرح ہی باتیں کرنے کا موقع تو مل جاتا ہے۔ ورنہ میں ہوں اور میری ذات۔

اچھا بہت سے پیار
تمھاری صفیہ

بھوپال
۵ر جنوری [illegible]

عزیزہ اختر!

آج تین چار دن گزر گئے تمھیں خط لکھے ہوئے۔ اس دوری اور خاموشی سے دم گھٹ کر رہ جاتا ہے۔ کالج میں آئے دن نئے دھندے شروع ہوتے رہتے ہیں۔ چنانچہ کل مسز برجی مدعو تھیں لڑکیوں کے کھیل کی گراونڈ کے افتتاح کے لئے دو دن مصروفیت کے مارے میرا برا حال رہا، مرتا کیا نہ کرتا۔ بہرحال بخیر گذشت آج محبت کا دن تھا لیکن آج سلمی[1] بھوپال کو الوداع کہہ گئیں، چنانچہ شام کو ان لوگوں سے ملنے شملے[2] گئی تھی۔

اب اپنے حالات: استعفا بحالت مجبوری پرنسپل نے پرسوں یعنی تیسری کو لے لیا۔ پرنسپل کو شدید افسوس ہے اور کل بھی مجھ سے کہہ رہا تھا کہ اگر اسے قبل سے علم ہوتا تو وہ تمھیں سمجھا بجھا کر روک لیتا۔ تمھاری جگہ کے لئے صفی اللہ[3] وغیرہ کی درخواستیں آگئی ہیں۔ میں نے پرنسپل سے پوچھا کہ اگر اس کی مرضی ہو تو میں بھی ایک درخواست

۱؎ صاحبزادہ خورشید احمد خاں صاحب کی منجھلی صاحبزادی۔
۲؎ صاحبزادہ رشید الظفر خاں صاحب کی کوٹھی کا نام۔

درخواست بڑھا دوں۔ اس نے کہا کہ اسی شرط پر کہ میں مستقل قیام کا ارادہ رکھوں بہرحال تم جیسا کہو گے کروں گی۔

تم کیسے گزر کر رہے ہو؟ کیا حالات ہیں؟ میری راتوں کی نیند انھیں خیالات سے اُچاٹ ہو جاتی ہے تم ہمت پست نہ کرنا، حالات ضرور سنور جائیں گے۔ وقتی پریشانی ہے۔ میرے تمھاری دوری سے بڑھ کر سوہان روح کوئی چیز نہیں گھر سے زیادہ کالج بھیانک معلوم ہوتا ہے۔ کالج میں تمھارے سہارے کی عادت تو گھر سے زیادہ پڑ چلی تھی۔ گھر کی ذمہ داریاں تو تنہا مجھ پر تھیں البتہ کالج میں اب مجھ تم پر بھروسہ کرنے کی عادت پڑ گئی تھی، تمھارے بغیر بے طرح وحشت ہوتی ہے تازہ مصیبت یہ آئی ہے کہ فورتھ ایر کے لڑکوں کو کلاس میں شامل کرنے کا حکم مل گیا ہے چنانچہ آج لڑکوں کو بھی کلاس میں شامل کرنا پڑا۔

اختر! مجھے خط بہت جلد جلد لکھتے رہو۔ تمھارے خطوط سے میری ڈھارس بندھی رہے گی۔ نفیس[1] سلمہا تمھیں بہت یاد کرتی ہے، پیار کہہ رہی ہے خدا کرے تمھاری تحریر مجھے کل دیکھنے کو پھر مل جائے۔

زندگی نے جو راہبانہ انداز اختیار کر رکھا ہے اسے دیکھ کر تم تو ہنس پڑو گے۔ اختر۔ آؤ تمھیں بہت سے پیار کروں۔

تمھاری صفیہ

بھوپال

۱۰ر جنوری سنہ ۵۰ء

عزیز اختر: خدا کرے تم بعافیت رہو۔ سات کا تمھارا خط ملا تھا۔ یہاں کے

---

[1] نفیسہ، رشیدہ، جاں نثار اختر کی بھانجی۔

حالات کیا لکھوں۔ محنت و مصروفیت کے سوا اور ہے بھی کیا۔ پرسوں ڈاکٹر سلطان کی بیوی کے ساتھ ان کے گاؤں گئی تھی سنترے کھانے۔ نفیس بھی ساتھ گئی تھی بڑی فرحت کا مقام تھا۔ دل میں تمھاری یاد ابھر آئی، نہ جانے کیسے ہو گے اور کیا کر رہے ہوگے۔

کل بچاری مس بخش[۱] انتقال کر گئیں، رنج ہوا۔ آج اسرانی صاحب[۲] کا تبادلہ ایکا ایکی ظہور میں آگیا۔ بڑی ہل چل ہے۔ بس جتنے دن خیر سے گزر جائیں شکر کرنا چاہیے۔

تمھاری ہدایت کے مطابق پیسے روانہ نہیں کر رہی ہوں تاہم مجھے یقین ہے کہ تمھاری جیب خالی ہوگی، تم لکھو تاکہ منی آرڈر کر سکوں۔

تمھارے پاس تکیہ کے غلاف بھی نہ تھے، وہ بھی بھیجوں گی۔ فروری میں چلے ہی آؤ پھر مل کر آگے کی بات سوچیں گے۔ خود کو زیادہ سرگرداں نہ کرنا آخر تمھاری ہستی مجھے بہت ہی پیاری ہے تم اس طرح بربادی میں پڑنے کی چیز نہیں۔ پھر غضب تو دیکھو کہ میں تمھاری پریشانیوں سے سیکڑوں کوس دور یہاں بے کسی کے عالم میں تمھاری خیریت کو ترستی رہتی ہوں۔ خط تو لکھتے ہی رہا کرو اور تفصیل سے حالات بھی لکھا کرو، شاید کبھی موقع پڑنے پر کوئی مفید بات ہی سوچ کر مشورہ دے سکوں۔

ابھی مستقل زہر کا عالم طاری ہے۔ تمھاری تصویر نظروں میں اکثر گھوم کر گزر جاتی ہے۔

ہاں فورتھ ایئر کے لڑکے بھی میری سپردگی میں آگئے ہیں بڑی مرعوبیت کی فضا کلاس میں قائم ہو گئی ہے۔ غنیمت جانو ورنہ مجھے تو ڈر بہت تھا۔

---

[۱] پروفیسر کیمسٹری ڈیپارٹمنٹ حمیدیہ کالج بھوپال
[۲] اسسٹنٹ کمشنر بھوپال

عصمت آپا کو آداب کہو۔ ان کے لئے بٹوہ بنایا ہے میں نے بھیجوں گی۔
زیادہ پیار۔ جواب لکھو
تمھاری صفیہ

بھوپال
۱۳؍جنوری ۵۰ء
عزیز اختر!
خدا کرے تم بعافیت ہو
آج ایک ہفتہ ہونے کو آیا تمھارا کچھ حال مجھے معلوم نہیں۔ سخت فکر ہے میرے لئے تمھارے خط کی جو اہمیت ہو سکتی ہے اس کا اندازہ تم نہ کر سکو گے۔ اپنا حال لکھو، خواہ وہ پریشان ہی کیوں نہ ہو۔ پتہ نہیں تم عصمت آپا کے یہاں سے منتقل تو نہیں ہو گئے۔
یہاں کا دستور وہی ہے۔ مستقل سناٹا اور خاموشی، محنت اور مصروفیت نثار[1] اور نقیس[2] کا ساتھ بہت غنیمت ہے گھر کی ہر شئے تمھاری منتظر سی معلوم ہوتی ہے بعض وقت تو یہ جانو ایسا شبہ ہوتا ہے کہ تم آ ہی گئے۔ کب ملنا ہوگا ہے دیکھو۔ فروری میں ضرور ہی آ جانا۔
خط لکھو: میں تمھاری خاموشی کی برداشت نہیں کر سکوں گی۔
بہت سا پیار
تمھاری اپنی صفیہ

---

[1] نثار پرویز
[2] نقیب رشید

بھوپال
۱۹؍ جنوری ۵۰ء

اختر عزیز!

خوش رہو۔ تمھارا خط عین انتظار میں ملا۔ اب میں اس کے سہارے دو چار دن اچھی طرح گزار سکوں گی۔ شکر ہے کہ تم بعافیت ہو مجھے نہ جانے کیا کیا وسوسے پریشان کر دیتے ہیں۔ اب میں تمھارے کپڑوں کا پارسل کل روانہ کر دونگی اور عصمت آپا کا بٹوہ بھی رکھ دوں گی۔

تمھاری جگہ کے لئے درخواست دینے کی ذاتی خواہش تو مجھے نہ تھی۔ مگر تمھاری ہدایت ہے تو ضرور دونگی۔ تم نے مجھ سے پوچھا ہے کہ کالج سے واپسی پر کیا کرتی ہوں۔ آج کل ۲۶؍ جنوری کے سلسلے میں بڑی پر زور تیاریاں ہو رہی ہیں چنانچہ چھوٹے بچوں کے لئے ایک FEATURE میں نے لکھا ہے جس کی تیاری بھی میرے ہی سپرد ہے شامیں اسی میں صرف ہو رہی ہیں ورنہ کبھی ڈاکٹر سلطان صاحب کے یہاں بھی چلی جاتی ہوں۔ پڑوس بہت غنیمت مل گیا ہے۔ بچاری مسز سنگر بہت ہی شریف اور محبت والی عورت ہے۔ خاصی دلجوئی ہو جاتی ہے ورنہ پھر گھر ہے اور میں ہوں۔ بنائی کرنے سے آنکھیں سخت خراب ہو گئی ہیں لہٰذا ہر وقت سر میں مدھم سا درد رہتا ہے اور کسی طرح کی پڑھائی لکھائی ممکن نہیں ہے۔ اس طرف پرکاش پنڈت کا خط تمھارے نام آیا تھا۔ نظم کی فرمائش کی تھی اور ایک خط عرش ملسیانی[لہ] کا آیا تھا میرے مضمون کے لئے چنانچہ سوچتی ہوں کہ بھیج دوں بس سینما میں گانا [illegible] کے بعد ہی ساتھ یہ بھی ہو گی اس سے زیادہ

لہ [illegible] ایڈیٹر ماہنامہ آجکل دہلی

اس سے زیادہ نہیں، یہی تسلی ہو گی کہ کچھ پیسے ہاتھ لگ جائیں گے۔ شاہراہ میں تمھاری تصویر چھپ گئی ہے۔ دیکھی ہو گی؟ عصمت آپا[1] کا افسانہ شاہراہ والا بہت پسند آیا سوا تنی بات کے کہ میرے بھائی نے ہرگز انھیں اتنا آزار نہ دیا ہوگا۔ جیسا صدمہ انھوں نے اپنی "دراز قلمی" سے ان کی بیوی کو پہنچا دیا۔ بہرحال افسانہ بہت کامیاب ہے۔

کالج کے متعلق تم نے پوچھا ہے، سو بس یہ جان لو کہ تمھارے جانے کے بعد سے اب تک میں نے اسٹاف روم میں جھانک کر نہیں دیکھا ہے۔ بس پرنسپل کے آفس کا ایک چکر، باقی لڑکیوں کے حصہ میں رہنا اور آجانا، فورتھ ایر کو آجکل مجنوں کے افسانے[2] پڑھا رہی ہوں۔ ویسے کالج والوں کا سلوک بہت شریفانہ اور معقول ہے، سوا تمھاری یاد کے اور کوئی چیز مجھے وہاں پریشان کرنے نہیں آتی کالج مجھے تم بن سونا نظر آتا ہے۔ بس خاموش رہ کر گزر کر لیتی ہوں۔

ہاں تمھارا استعفا تین تاریخ سے منظور ہو گیا ہے اب تنخواہ وغیرہ کے بارے میں پوچھوں گی۔ لیکن اگر تنخواہ ملنے کے امکانات بھی ہوں گے تو لائبریری کی کتابوں کا سوال پیدا ہو گا۔ خیر دیکھوں گی۔

تم سے باتیں کرنے کو کس طرح دل چاہتا ہے بعض وقت تو یہ ایک مہینے کا عرصہ برسوں کے برابر معلوم ہونے لگتا ہے۔

ادیبی[3] تمھاری عدم موجودگی میں بہت شریر ہو گیا ہے۔ آج ہی جادو کا بھی خط آیا ہے، شکر ہے کہ وہ اچھا اور خوش ہے۔

---

[1] بچے دھاگے [2] غزل گو رکھپوری کے افسانوں کی ایک کتاب۔
[3] جہاں نثار اختر کے دونوں بچے۔

تم مجھے مختصر ہی سہی مگر جلد جلد خط لکھتے رہو۔ میں تمھارا خط پاکر مسرور ہو جاتی ہوں اپنی کوئی پریشانی مجھ سے چھپا کر نہ رکھنا ورنہ میں تم سے فریاد کروں گی۔

بہت سے پیار
بے شمار یادیں
تمھاری صفیہ

بھوپال
۲۴ر جنوری ۵۰ء

عزیز اختر!

آج کئی دن ہو گئے نہ میں نے ہی تمھیں خط لکھا اور نہ تمھاری کوئی تحریر آئی۔

آج کل احساسات اس طرح بکھرے ہوئے محسوس ہوتے ہیں کہ قلم اٹھانے کی سکت بھی پیدا نہیں ہوتی، بس وقت کے دھارے پر بے اختیار بہے جا رہی ہوں کوشش اور ارادے کے بغیر، بعض وقت تو جنون سا پیدا ہونے لگتا ہے پھر سوچتی ہوں کہ میں ماں ہوں دو بچوں کی۔ اور مجھے زعم ناقص ہے تمھاری زندگی میں بہتری کے اضافے کا، پھر کیا یہ تنلیاں کافی نہیں، لیکن سچ جانو۔ ان سے مل کر بڑھ گئیں کچھ اور بھی بیتا بیاں" والا مضمون میرے حق میں درست ثابت ہوا ہے تمھارے جانے کے بعد سے بھوپال کاٹنے کو دوڑتا ہے۔ کب یہ تنہائی کا دور ختم ہو گا میرے اللہ!

تم خط نہیں لکھتے، میری ڈھارس نہیں بندھاتے، اس تنہائی میں تمھارا خط میرے زندہ رہنے کے لئے حد درجہ ضروری ہے اسطرح چپ نہ ہو جایا کرو

تمھارے پیغامات آپا تک پہنچا دیئے تھے۔ کل پرسوں سے وہ یہیں آئی ہوئی تھیں۔ ان کے اہتمامات بھی نہایت بے ڈھنگے ہیں۔ یہ مہم سر انجام ہو سکے جب ہی جانو۔

یہاں قدوس[1] اور حنیف[2] وغیرہ پرسوں داخل زنداں ہو گئے آج عالیہ[3] عسکری کالج میں ہنگامہ سر کرانے میں کوشاں تھیں اور میری پوزیشن سخت نازک ہو رہی تھی۔ ان نازک حالات کے ساتھ میری گزر یہاں آئندہ سال کسی طرح نہ ہو سکے۔ ہاں گورنمنٹ نے میرے جونیر لکچرار کی جگہ پر منتقل کرنے سے اتفاق نہیں کیا۔ اتفاقات ہیں زمانے کے۔

ان تمام باتوں سے بس کالج سے دل اٹھتا ہی رہا ہے۔ بہر حال تم پریشان مت ہونا میں ہر تلخی کو تمھاری خاطر گوارا بنانے کی سکت خود میں پاتی ہوں۔

بے شمار پیار

تمھاری اپنی صفیہ

بھوپال

۲۷ر جنوری ۵۰ء

عزیز اختر!

خدا کرے تم اچھی طرح ہو۔

تمھارے خط کا انتظار رہی ہے۔ نہ جانے کیا کیا پریشانیاں گھیر لیتی ہیں آ کر اس مرتبہ تو تم نے بہت ہی دیر کر دی اچھے تو ہو۔

---

[1] [2] حمیدیہ کالج بھوپال کے دو ہونہار طالب علم۔
[3] محمد مہدی ایڈیٹر عوام کی چھوٹی بہن۔

تم گھبراؤ نہیں، اپنی بیروزگاری کو زندگی کا دردناک حادثہ کیوں سمجھو اگر تم پسند کرتے تو بھوپال میں اب تک ٹھاٹھ کر سکتے تھے۔ پھر گھبرانا اور پریشان ہونا کیا؟ میں تو ملازمت چلاتی رہوں گی۔ اس طرح تم میری اور بچوں کی فکر سے آزاد رہو گے ابھی تو گزر کرنے بھر کا مل ہی رہا ہے اختر!

مجھے اپنی خیریت سے آگاہ کرو۔ میری زندگی تمھاری یاد سے روشن ہے اور ہر رگ و ریشہ تمھاری دید کا منتظر۔

یہاں چھبیس کو کالج میں میرا لکھا ہوا FEATURE اور سنگر[1] کا لکھا ہوا ڈرامہ کھیلا گیا۔ بچوں کی تیاری میرے سپرد تھی۔ بس دیوالہ نکل گیا۔ درخواست ابھی تک ٹائپ ہو کر نہ مل سکی جو داخل کر سکوں۔ شہاب، ہری پرشاد، نوتن کمار سب سے کہہ کر تھک گئی، اب کل نوشہ[2] صاحب سے کہہ کر ہی ٹائپ کراؤں گی۔

اختر! تمھارا جی مجھے خط لکھنے کو کیوں نہیں چاہتا؟ سچ سچ لکھو میں بہت پریشان ہو جاتی ہوں، تمھاری خاموشی سے۔

اچھا آج ہی خط لکھو
تمھاری صفیہ

بھوپال
۳۱ر جنوری ۱۹۵۰ء

عزیز اختر!

آج اکتیس ہو گئی اور تمھارا کوئی خط انیس کے بعد سے مجھے نہیں ملا ہے تم مجھ سے کسی بات پر ناراض تو نہیں؟ غصے میں بھی تو تم کبھی اس طرح خاموشی اختیار

---

[1] پروفیسر سنگر، حمیدیہ کالج بھوپال۔ [2] پروفیسر نوشہ علی

نہ کیا کرتے تھے اختر میں تو مر جاؤں گی۔ اگر تم اسی طرح خطوں میں تساہل برتتے رہے علی گڈھ پھر میرے لئے اپنی سی جگہ تھی۔ بھوپال میں تمھارے خط بغیر گزارہ ممکن نہیں خط لکھو، خیریت لکھو۔

دو تین دن سے مجھے بخار ہے۔ آج بھی کالج نہیں گئی، طحال کا فساد معلوم ہوتا ہے مضمون مع تصویر میں نے جوش[1] صاحب کو بھیج دیا ہے۔ تمھاری غزل فروری میں چھپ رہی ہے۔ اس طرف پرکاش پنڈت کے کئی پوسٹ کارڈ آچکے ہیں۔ تم ضرور کوئی نظم بھیج دو۔

ہاں سرور صاحب[2] کو خط لکھا تھا ان کا جواب آگیا ہے۔ پندرہ فروری تک آنے کو لکھا ہے۔ پندرہ فروری تک تم بھی آجاؤ تو کیسی اچھی بات ہو، سرور صاحب کی میزبانی اچھی طرح سے ہوسکے گی۔

بہرحال خط لکھو، تمھاری خاموشی سے سخت وحشت ہے پیسے عنقریب بھیجوں گی۔ نفیس اور نثار آداب کہتے ہیں۔

تمھاری صفیہ

بھوپال

۶ر فروری ۱۹۵۰ء

عزیز اختر!

بہت سے پیار۔ تمھارا خط مل گیا تھا۔ اب یقیناً تم دس بارہ دن تک الٹ کر خبر نہ لوگے، میرے لئے تمھاری خیریت نہ معلوم ہونا کتنی بڑی اذیت

---

[1] جوش ملیح آبادی ایڈیٹر رسالہ "آج کل" دہلی

[2] آل احمد سرور پروفیسر شعبہ اردو لکھنؤ یونیورسٹی۔

ہوتی ہے اندازہ تو کرو۔ اس بار اگر تمھارا خط چوتھی سے قبل نہ مل جاتا تو میں ضرور چل پڑتی۔

یہاں دوسری تاریخ کو فاطمہ[۱] بہن آگئی تھیں اور آج سہ پہر کو واپس بھی ہو گئیں میں نے منی[۲] کو تمھارے چلے جانے کے بعد اپنی پریشانی کا خط لکھا تھا اور تھوڑے ہی دن ہوئے اُس کا خط بھی میرے پاس آیا تھا۔ تمھارے بھوپال سے چلے جانے کا سبب دریافت کیا تھا اُس نے

یہاں کے حالات کیا لکھوں۔ اماں جان[۳] دو ایک دن سے آئی ہوئی ہیں۔ نفیس اور نشاد پڑھائی میں منہمک ہیں۔ وقت گزر رہا ہے۔ سردار صاحب غالباً پندرہ تک آئیں۔ میں نے خط لکھ دیا ہے۔ پروگرام کے سلسلے میں کچھ مشورہ ضرور لکھو میں تو بالکل تہنا سی محسوس کرتی ہوں تمھاری عدم موجودگی میں۔

اختر! تم میری طرف سے پریشان نہ ہو۔ سوچو اگر ہمیں جسمانی عیش میسر بھی ہوتا تو ان حالات کے اندر ذہنی سکون کہاں مل جاتا؟ سکون تو انہی لوگوں کو حاصل ہے جو قطعی طور پر بے حس ہو چکے ہیں۔ مجھے کوئی تکلیف تکلیف نہیں معلوم ہوگی۔ اگر مجھے اس کا یقین رہا کہ وہ کسی اعلیٰ مقصد کیلئے اٹھائی جا رہی ہے تم میرے قدم مضبوط پاؤ گے۔ میں تمھارا ساتھ دینے سے کبھی نہ تھک سکوں گی۔ اس لئے کہ مجھے تمھاری محبت حاصل ہے۔

آؤ ہم ایک دوسرے کو بہت سے پیار کریں ساتھی

تمھاری صفیہ

۱۔ بیگم فاطمہ زبیر ۲۔ حنیفہ زبیر

۳۔ جاں نثار اختر کی والدہ

بھوپال

۱۷ر فروری ۵۰ء

عزیزاختر!

تمھارا خط پرسوں مل گیا تھا۔ حسب توقع اردو کی کتابوں کے لئے کالج میں روپیہ نہیں نکلا، ظاہر ہے ایسی صورت میں آرڈر بھجوانے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

آج تمھیں سدھارے ہوئے پورا ہفتہ گزر گیا اور میں نے تم کو ایک خط بھی نہ لکھا۔ آج بڑا طویل خط لکھنے کو جی چاہ رہا ہے دو تین دن تک تو ذہن ایسی شکستہ حالت میں تھا کہ بس "تم کیا گئے کہ ہم پہ قیامت گزر گئی" کا مزا جی بھر کر آ گیا بمشکل اس قیامت نے دم ہی لیا تھا کہ سرور صاحب کی آمد کا جھمیلا اعصاب پر سوار ہوا۔ جلسہ کا اہتمام، علاوہ دعوت کا انتظام غرض کہ تمام پریشانیوں کے ساتھ یہ اندیشہ کہ دیکھو وہ آتے بھی ہیں یا نہیں! آخر تار پر تار دیئے۔ خدشہ صحیح نکلا۔ جواب میں ان کی معذوری کا تار آیا۔ جلسہ ہوا بڑے شاندار پیمانے پر۔ ممنون الحسن اور وحدی الحسینیہ سے خانہ پُری کی گئی۔ علامہ سلیمان ندوی سے صدارت کرادی دعوت وغیرہ بھی ہو گئی۔ غرضکہ بات بنی رہ گئی۔ آج سرور صاحب کا خط ملا مارچ میں آنے پر رضامندی کا اظہار کیا ہے لیکن کالج کے لئے یہ بہت دیر ہو گی بہر حال بیوی کی علالت کے پیچھے بھوپال کی ایک اچھی خاصی محفل کا خاتمہ کر دیا۔ سرور صاحب نے انھیں خط لکھوں گی۔ خیر

کل کا دن مہلت کا تھا۔ کل صبح سے حامدہ[۱] آ گئی تمام دن ساتھ رہی شام

---

[۱] مسز حامدہ مسعود (حامدہ سبزواری)

کو اسے ساتھ لے جا کر "ضدی" دیکھا۔ آج تمھیں خط لکھنے بیٹھی ہوں۔ اختر! "کتنے آنسو پلک تک آئے تھے" کی لذت سے صبح شام ہمکنار ہونا پڑتا ہے۔ میں تم سے دور یہاں اس طرح نہ رہ سکوں گی، تم مجھے جس طرح بن پڑے جلد اپنے پاس بلانے کی کوشش کرنا۔ مجھے یہاں کا آرام بھی کڑوا معلوم ہوتا ہے تم مجھے چھٹیوں میں اپنے پاس بلالیتا۔ پھر میں بھوپال واپس نہ آؤں گی۔

تم کیسے ہو؟ تمھارے پاس پیسے بالکل نہ ہوں گے اتنے بڑے شہر میں پیسے کی تنگی اجیرن بن جاتی ہے۔ مگر اختر! تم اپنا دل مت کڑھانا یہ قربانیاں بے مقصد نہ جائیں گی۔

تم اپنے حالات جلد اور مفصل لکھو تمھارا پچھلا خط دیکھ کر کیا جی کڑھا ایک بھی پیار کی بات نہ لکھی تم نے میرے لئے جی چاہا کہ تمھارے سینہ پر سر رکھ کر اتنے آنسو بہاؤں کہ تمھارے دل کی دھڑکن تیز ہو جائے۔

اچھے اختر! تم میں اتنے عزیز کیوں ہو؟ جانتی ہوں کہ میری اس محبت میں دیوانگی کا بڑا حصہ ہے، جی چاہتا ہے کہ دنیا کی ہر مصلحت کو ٹھکرا رکھیں چاہوں لیکن پھر تمھیں چاہنے ہی سے تو مجھے دنیا کی ہر مصلحت بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ مجھے بھوپال کا لمحہ لمحہ بھاری ہو رہا ہے۔ دن پہاڑ سے لمبے معلوم ہوتے ہیں۔ اپریل بھی آچکے تم کب ملو گے؟

تم میرے اس خط کو پانے کے بعد ہی خط لکھنا۔ ورنہ میں روٹھ جاؤں گی۔

بہت سے پیار
تمھاری صفیہ

بھوپال

۳ مارچ سنہ ۵۰ء

عزیز اختر!

تمھارا خط مل گیا تھا۔ اسی دن منی آرڈر بھی کر دیا تھا۔ مگر ایک بہت ہی کمن غلطی ہو گئی تھی۔ آج تک فکر ہے۔ اپنے پاس اس وقت گنے چنے روپے تھے اماں جان کے پاس عثمان کو بھیجا، انھوں نے دوسرے دن کا وعدہ کیا مجبوراً نفیس کے اور اپنے روپئے ملا کر اسی دن منی آرڈر روانہ کیا۔ تار سے بھیجنے کیلئے پیسے باقی نہ رہ گئے تھے۔ لہذا ہوائی ڈاک سے بھیجے نہ معلوم تم کو کب ملے ہوں گے۔

رشید الظفر[1] صاحب بمبئی گئے ہیں اور تاج میں ٹھہرے ہیں۔ انھوں نے بہت زیادہ اظہار افسوس اس بات پر کیا تھا کہ تم ان سے پچھلی بار نہیں ملے اب کی تم ان سے ضرور مل لینا ورنہ مجھے شرمندگی ہوگی۔

اور کیا لکھوں گزر رہی ہے۔ کل نثار نے میری گھڑی پھینک دی، کالج امتحان کے ہال میں لے کر گئے تھے۔ تمھاری غیر موجودگی میں ہر چھوٹی بڑی پریشانی اہم ہو جاتی ہے۔ تمام رات رو کر ہی گزار دی۔ گھڑی کھونے کا غم اتنا تو نہ ہونا چاہئے تھا۔

تمھاری تنخواہ کا بل دفتر حضور[2] سے منظور ہو کر اب تک نہیں آیا۔ دیکھو۔

اچھا

تمھاری صفیہ

---

[1] صاحبزادہ رشید الظفر خاں صاحب بھوپال کے فائننس ڈیپارٹمنٹ بھوپال

بھوپال

۱۱ر مارچ سنہ ۵۰ء

اختر!

حسب دستور آج گیارہ دن سے تمھاری کوئی خیریت نہیں معلوم کوفت ہے۔ اس طرح کیوں بے خبر ہو جاتے ہو؟ یہاں کے حالات ویسے ہی برے ہو رہے ہیں۔ قدوس، کیف[1]، سندر لال، مقصود عمرانی اور حد تو یہ ہے کہ عرشی[2] کا قلع قمع ہو گیا۔ اختر سعید اور قمر[3] روپوش ہیں۔ ہر روز دہشت ناک اطلاعات موصول ہوتی ہیں۔

کل بیگم رشید الظفر اپنے ساتھ شکار پر لے گئی تھیں، چلی ہی گئی۔ "کچھ تو اسے خانہ خراب اس دل کے بہلانے کی طرح" خاصا رہا د نیل گائیں ایک ہرن ایک سانبھر شہید ہوا۔ جنگل جانوروں سے بھرا پڑا ہے۔

نفیس کا امتحان قریب ہے وہ چوبیس کو روانہ ہو جائے گی تنہائی اور بھی بڑھ جائے گی۔ ہاں اس مہینے کی پہلی سے میں نے پڑوس والی لڑکیوں کی ٹیوشن کر لی ہے۔ اس ماہ اگلے ماہ کے گزارنے کے حالات نظر نہ آرہے تھے لڑکیاں خود گھر پر پڑھنے آتی ہیں۔ چالیس روپیہ دیں گی۔

خدا کے لئے خط تو لکھو، مجھے بھوپال لا کر اس طرح بے سہارا نہ چھوڑو۔

تمھاری صفیہ

۱؎ کیف بھوپالی

۲؎ عرشی بھوپالی ۳؎ قمر جمالی

بھوپال

۱۷؍مارچ ۵۰ء

اختر عزیز!

خدا کرے تم بعافیت ہو۔

ایک خط لکھ چکی ہوں بمبئی کے فسادات کی اطلاع سنکر سخت وحشت ہے خدا کے لئے تم گھر پر ہی رہنا، کسی خطرے میں نہ گھر جانا۔ میرا خون یہاں خشک ہوتا رہے گا۔ خیریت کی اطلاع جلد جلد کرتے رہو۔

آج اظہر سعید بھی آئے تھے۔ اختر سعید کی کچھ خیریت معلوم ہو یا معلوم کرسکو تو بواپسی ڈاک اطلاع دو، اظہر خود بمبئی پہنچنے پر آمادہ تھے مگر میں نے فی الحال روک دیا ہے۔

یہاں کے حالات کیا لکھوں، آج کل سکینڈ ایر کے امتحانات ہو رہے ہیں INVIGILATION کا چکر ہے۔ وقت گزر رہا ہے۔ جو ۲۴ اپریل آ چکے اور میں بھوپال سے روانہ ہو جاؤں۔ پھر تم میرے پاس آسکو بھوپال تم قطعی آنے کا ارادہ نہ کرنا۔

کل صبح ہی ڈیوٹی ہے گیارہ بج چکے ہیں۔ مجھے تم جانتے ہو کہ نیند کتنی جلدی آن گھیرتی ہے۔ اب خدا حافظ، کاش تمھیں خواب ہی میں دیکھ سکوں

بہت سے پیار میرے اپنے اختر

تمھاری صفو

نوٹ:۔ نشاط اور نفیس تم کو آداب کہہ رہے ہیں۔ نفیس کی فرمائش ہے کہ ان کا پیار بھی لکھ دوں۔

بھوپال

۲۹ مارچ ۵۰ء

اختر عزیز!

خط مل گیا تھا۔ نفیس گئی۔ اماں جان کو بلا لائی ہوں، تم اس طرف سے فکرمند نہ ہونا۔

تم ایس۔ ایم نواب سے معاملت کر لو کم و بیش کی فکر مت کرو، ماہانہ رقم مقرر ہو جانے سے تم بہت کچھ بے فکر رہ سکو گے۔

یہاں دن گن گن کر کٹ رہے ہیں، کالج کے مشاغل بھی کمزور پڑ گئے ہیں اداس اور طویل دوپہریں لطیفہ، شامیں اور خنک راتیں تم بن کاٹے نہیں کٹتی بعض دفعہ ایسا بھی ہوا کہ تمھارے تصور سے لمحات کو رنگین بنا کر دوسروں سے ہنس بول لینے کو جی چاہا۔ دوسروں کو کیا معلوم کہ ایکا ایکی میری خشک مزاجی کہاں دور جا بسی ہے۔

اختر! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرے خون کے ہر قطرے میں اور دل کی ہر دھڑکن میں تمھارا وجود شامل ہے، یہ سب کیا ہے، میں کہہ نہیں سکتی تم آنے والے ہو۔ لکھنؤ ہی آنا۔ میں چھبیس کو تو کیسے روانہ ہو سکوں گی یکم مئی کے بعد ہی جا سکوں گی۔ یہ ایک ہفتہ بھی یہیں گزارنا ہوگا۔

میں تمھارے خطوں کے سہارے جیوں گی، وہ دن بھی جلد آ جائیں گے جب میں تمھاری نظروں کے سائے میں پھر سکون پاؤں گی۔

آؤ بہت سے پیار کر لوں

تمھاری

اپنی صفیہ

بھوپال
۱۴ر اپریل ۵۰ء
عزیز اختر!

تمھارا خط ملا۔ تمھیں میرے خط نہ لکھنے پر شکایت ہے اس طرف چھ دن کے مسلسل بخار نے آدھی جان لے لی۔ سخت کمزوری محسوس ہوتی ہے اس حال میں کالج کی مصیبت اور ساتھ ہی ٹیوشن کی پریشانی گھسیٹتی ہوتی ہے اس کے بعد کسی اور بات کی سکت باقی نہیں رہ جاتی۔ ادھر ہر لحظہ تازہ پریشانیوں کی روداد سنو!

کل بھائی رشید[1] اجین سے واپسی پر ریلوے اسٹیشن پر سیفٹی ایکٹ میں گرفتار ہو گئے سخت الجھن ہے آج ہی نثر[2] بھائی کو تار دیا ہے۔ عزت[3] کو بھیج کر تفصیلات معلوم کرائیں۔ سنا ہے وہی معقول الزام ہے "ہم ہوئے کہ تم ہوئے کہ میر ہوئے" والا۔ عجیب باتیں ہیں۔ آپا کا برا حال ہے تمام دن اس دوڑ دھوپ میں گزرا۔ دیکھو کیا ہوتا ہے۔ یعقوب وکیل بھی آج کل باہر گئے ہوئے ہیں ان سے کچھ ہمدردی کی توقعات تھیں۔ اس وقت اظہر سعید[4] کو پرچہ لکھا ہے صبح ڈاکٹر سلطان کے معرفت طاہر[5] کو رجوع کروں گی۔ کس طرح ان غریبوں کا دکھ بٹاؤں کچھ عقل کام نہیں کرتی۔ بہر حال تم فکر مند ہو کر ہی اتنے دور سے کیا کر سکو گے تمھاری عدم موجودگی کا احساس کس شدت سے ہو رہا ہے آج۔

۱؎ عبدالرشید صاحب ایڈوکیٹ جاں نثار اختر کے بہنوئی ۲؎ جاں نثار اختر کے بھائی ۳؎ پروفیسر عزت یار خاں حمیدیہ کالج بھوپال ۴؎ اختر سعید کے چھوٹے بھائی اور بھوپال کے ہونہار شاعر ۵؎ محمد طاہر ایڈوکیٹ بھوپال۔

علاوہ ازیں اطلاع ملی ہے کہ تمھاری جگہ کی تقرری کیلئے پہلی مئی کو انٹرویو ہوگا کوئی سو درخواستوں سے چار منتخب ہوئی ہیں جن میں پرنسپل ملہوترا نے پہلا نام میرا رکھا ہے۔ محبوب[1] کو طلب نہیں کیا گیا۔ تم لکھو تو یکم تک اس پریشانی کے لئے ٹھہروں ورنہ جب مجھے تم تک ہی پہنچ جانا ہے تو پھر مجھے تو کوئی خاص دلچسپی باقی نہیں ہے اس قصے سے۔

تمھاری تنخواہ کا بل میں نے ذاتی طور پہ پوری دوڑ دھوپ کر کے دفتر حضور بھجوا تو دیا ہے۔ کل ٹیلیفون کروں گی اس مرتبہ پیسے کی تنگی بیماری کی وجہ سے بہت ہو گئی، گھر کا کرایہ اور اماں جان کے کچھ روپئے قرض ہو گئے، لکھنؤ روانگی سے پہلے یہ سب ادا کر دینا ضروری ہے۔ تمھارے اس بل کے مل جانے سے بہت کچھ آسانیاں ہو جائیں گی۔

کیا تم نے مئی میں لکھنؤ آنے کا ارادہ کمزور کر دیا؟ نہیں اختر! تم مئی میں میرے پاس ضرور آجاؤ میں ترس گئی ہوں کیا تم مجھے دوبارہ زندہ کرنیکے لطف کی قدر نہیں کرتے، میری احساساتی بے کیفی کا علاج تمھارے قرب کے سوا کچھ اور نہیں تم بغیر مجھے موت سی آجاتی ہے اختر! تم ضرور آجانا۔

مکان کیلئے زیادہ سرگرداں نہ ہو یعنی آگے بڑھیں گے دم لے کر والی پالیسی پر عمل کرنا ہی مناسب ہے تم نے چار ماہ مسلسل پریشانیاں اٹھائی ہیں۔ اپنی کوششوں کو ذرا وقفہ تو دو۔ میں یہ انتظار کے دن بھی کاٹ ہی لوں گی۔

ادیس سے میں نے کہا کہ ابی نے لکھا ہے کہ میں تم کو بمبئی بلا لوں گا حد سے زیادہ خوش ہوا اور خط لے کر گھنٹوں ناچتا اور گاتا رہا انھیں وہ حد سے

---

[1] محبوب الرحمٰن لکچرار فارسی حمیدیہ کالج بھوپال۔

زیادہ یاد کرتا ہے۔
تم لکھنؤ جاؤ گے تو میری اجڑی ہوئی دنیا ایک بار پھر آباد ہو جائیگی
جادو اور ادلیس کی پیار بھری نظریں تم پر پڑیں گی تو تمھارا خون چلو دوں
بڑھ جائے گا۔ اختر تم ضرور آجانا۔
آؤ تمھاری پیشانی پر ایسا پیار کر دوں جس میں ماں کی شفقت، بہن کا فخر
بیوی کا ایثار اور دوست کی ملائمت سبھی کچھ شامل ہو میری جان

تمھاری صفو

بھوپال
۲۲ر اپریل ۵۰ء
عزیز اختر!
کئی دن سے تمھارا کوئی خط نہیں آیا۔ ہر ڈاک سے انتظار رہتا
ہے۔ آج خدا خدا کر کے کالج بند ہو گیا۔ بیگم کا انٹرویو ہے تم نے یہ بھی نہ لکھا کہ
مجھے ٹھہرنا چاہئے یا نہیں؟ بھائی رشید کا مسئلہ چل رہا ہے۔ نشتر بھائی کو تار دیکر
بلا لیا تھا۔ وہ کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ ترکِ سکونت پر شاید رہا
ہو جائیں۔ سخت پریشانی ہے۔
منی گوالیار سے آئی ہوئی ہے میرے ہی پاس ہے کالج میں بیڈمنٹن
کا میچ بھی جیت آئی۔ ایک پنجابی خاتون مسز نیر کے ساتھ کھیلی تھی جادو رہ کا
قصد کر رہی ہے اپنی روانگی سے قبل اسے جانے نہ دوں گی۔ خدا کے لئے
خط لکھو، آخر ہفتہ ہفتہ بھر خاموش کیوں رہتے ہو؟
اچھا بہت سے پیار
تمھاری صفیہ

بھوپال

۲۹ر اپریل ۵۰ء

عزیز اختر!

آج ایک ہفتہ سے زیادہ گزر گیا میں نے تمھیں خط نہ لکھا۔ یہ دن بھی پریشانیوں میں گزرے۔ ادیس کی بیماری میں تھک تھک کر میری حالت نزار ہو گئی نتیجہ میں پھر مجھے بخار نے آگھیرا غرضکہ تمھارے بہ بہر کار ہوتے ہی میں نے جو ادا کر دیا اماں جان[1] آ گئی ہیں۔ تنہائی کا سہارا ان سے ہو جاتا ہے۔ آپا کے یہاں عجب خلفشار کا دور ہے۔ دیکھو یہ اونٹ کس کل بیٹھتا ہے۔

ہاں تمھارے CONTRACT کے مکمل ہو جانے سے بڑا سکون اس لحاظ سے محسوس ہوا کہ تمھاری پریشانی دور ہوئی تم بیروزگاری کا غم ضرورت سے زیادہ کرتے ہو۔ شکر ہے تمھاری الجھن دور ہوئی۔ اب کچھ عرصہ اعصاب کو فرصت دو تو اچھا ہے۔ فی الحال تم مئی میں لکھنؤ آؤ وہاں اطمینان سے مل کر باتیں ہوں گی۔

جون میں حمیدہ[2] وغیرہ نینی تال کا پروگرام بنا رہی ہیں تم اجازت اور خرچ دے سکو گے تو میں انھیں لوگوں کے ساتھ چلی جاؤں گی۔ خیر یہ تو بعد کی باتیں ہیں تم دس بارہ دن کی فرصت حاصل کر کے آنا۔ ایسا نہ ہو کہ جلدی کھا جانے کی کھائی تو تمھاری صورت کو جی ترس گیا ہے۔ اس عرصہ میں صرف ایک بار خواب میں تم سے ملاقات ہو سکی۔

---

[1] جان نثار اختر کی بہن

[2] مسز حمیدہ سالم صفیہ اختر کی چھوٹی بہن

تم میری طرف سے فکرمند نہ ہونا۔ ڈاکٹر سلطان کی مہربانیاں شامل حال ہیں میں کل پرسوں تک بالکل ٹھیک ہو جاؤں گی۔

ہاں سدھا کے لئے مسز ملہوترا کہہ رہی تھیں کہ کچھ گانے تعطیل میں مل جانے چاہئیں، کوشش کرنا۔

عصمت آپا کی کہانی کب پوری ہو گی؟ خط میں تم عموماً بھوپال کے دھوبیوں کا رونا رکھتے ہو کہ غصہ کر دیا خوشامد، پندرہ دن سے پہلے کروٹ نہ لیں گے۔ اب تو فکروں سے قدرے آزاد ہو، خط جلدی جلدی لکھا کرو۔ سعد خاں صاحب بمبئی پہنچے یا نہیں؟

اچھا بہت سے پیار
تمھاری اپنی صفیہ

لکھنؤ
۳ر مئی ۵۰ء

اختر عزیز!

خدا کرے تم خوش رہو۔

تمھیں اس طرف خاصے عرصے سے خط نہیں لکھا، مگر یہ زندگی حادثہ جہ مصروفیت اور سرگرمیوں میں گزرتی رہی۔ ہر روز کوئی نیا پروگرام مرتب ہو جاتا تھا۔ بھائی رشید کو تمام مراحل سے فراغت ملی اس شرط پر کہ یکم جون تک بھوپال کی سکونت ترک کر دیں۔ نفیس اور چند بچے اماں کی معیت

۱؎ پرنسپل ملہوترا کی صاحبزادی
۲؎ بھوپال کے سربرآوردہ رئیس اور شاعر

میں بمبئی روانہ ہو گئے ہیں۔ تمام تیاریاں ہمارے ہی یہاں سے ہوتی رہیں عجب خلفشار کا عالم تھا۔ پھر عثمان[1] چار دن چھٹی لے کر گھر چلا گیا۔ نفیس اور منی کو FOOD MINISTERS کے فرائض انجام دینا پڑے اس کے بعد مسز ملہوترہ ساتھی TRIP لے کر گئیں جس میں ہم تینوں بھی شامل تھے۔ تین دن وہاں ٹھاٹھ سے گزر گئے، اس کے بعد تیس کی شام کو واپسی ہوئی اور ٹیم کو انٹرویو رہا۔ اس مرتبہ پھر گیان چند کا مقابلہ تھا اور دو پنجابی بزرگوں کا تینوں حریفوں کو شکست ہوئی اور وشوانا تھن نے مجھ ہی کو منتخب کیا۔ بھوپال میں بڑا SENSATION تھا۔ بہرحال یہ مہم بھی سر ہوئی۔ دس جولائی سے میرا تقرر تمہاری جگہ پر ہو گیا لوگوں نے مبارکبادیں دیں۔ اور میں دن بھر روتی رہی یہ بھی ایک موضوع تمہاری نظم کا بن سکتا ہے۔ اگر تم میرے دل کی تکلیف محسوس کر سکو۔

دوسری مئی کو میں اندھا دھند کر کے روانہ ہو ہی گئی۔ منی بھی میرے ساتھ اسٹیشن آئی اور بیر اگڑھ ہو گئی۔ میں نے اسے لکھنؤ لانا چاہا، پہلے تو وہ تیار ہو گئی، آخر میں اس پر عفیفہ[2] کی محبت غالب آ گئی۔ اس نے کہا ہے کہ وہ جون میں میرے پاس آ جائے گی۔ اس سے پہلے نہیں۔

نفیس غریب ہم سب سے چھٹنے پر بے حد متاثر تھی۔ اس کا خط تم کو مل گیا ہوگا۔ تم اس سے فوراً جا کر مل لینا۔ اماں جان کو روکنے کی کوشش کرنا۔ اس بڑھاپے میں ان کا اس طرح ہم سے دور ہو جانا دل کو شاق گزر رہا ہے۔

---

[1] گھریلو ملازم

[2] عفیفہ زبیر حنیفہ زبیر کی بڑی بہن

تم کب آرہے ہو؟ میرا ہر لمحہ اب تمھارے انتظار میں کٹے گا۔ جادو تمھارا منتظر ہے اسے آکر تو دیکھو۔

حمیدہ پندرہ مئی سے نینی تال جارہی ہے اگر تم مجھے کچھ پیسے دے سکو گے تو میں بھی جانا چاہتی ہوں۔ میری تندرستی اس سال بہت گر گئی ہے۔ میں حد سے زیادہ تھکان محسوس کر رہی ہوں۔ بہرحال یہ چیزیں تمھارے آنے پر طے ہو سکیں گی۔ پہلی اور ضروری بات یہ ہے کہ تم خط پاتے ہی روانہ ہو جاؤ۔

تمھاری صفیہ

لکھنؤ

۱۰ رمئی ۵۰ء

اختر عزیز

خدا کرے تم بعافیت ہو۔

T-M-5 ملا ان دنوں ہر خوشی میں کسی غم کا شامل ہونا بھی ضروری سا ہو گیا ہے۔ ساتھ ہی یہ وحشت بھی ہوئی کہ غالباً تم نے لکھنؤ آنے کا ارادہ ملتوی کر دیا ہے۔ کیا سبب ہوا؟ لواپسی ڈاک جواب لکھو۔ صبح سے ایک طرح کا سناٹا سا ذہن پر طاری ہو گیا ہے۔ دماغ قطعی گم ہے۔ مہینوں سے آس لگائے بیٹھی تھی کہ تم آؤ گے۔ تمھارے ہر خط میں اس وعدے کی تکرار ہوئی تھی۔ پھر آخر تم آ کیوں نہیں رہے؟ اسی امید میں میں نے تمھیں خط لکھنے بھی کم کر دیئے تھے کہ آخر تو اب تم آہی رہے ہو۔ بچے کس تشنگی سے تمھارے منتظر تھے۔ تمھارا خط پہنچنا ضروری ہے جس سے تفصیلات معلوم ہو سکیں۔ اگر تم کسی مجبوری سے نہیں آسکتے تو مجھے لکھو تو میں خود تمھارے پاس آجاؤں گی۔ میں نفیس کے ساتھ ہی آجاتی صرف اس لئے ہی تو نہ آئی کہ تمھارے آنے کی خوشی بہت زیادہ ہو گی۔

اختر یا خود آؤ یا مجھے بلاؤ یہ تعطیل کا عرصہ میں تم سے علیحدگی میں نہیں گزارنا چاہتی تین مہینے گزر گئے تم سے بچھڑے ہوئے میری زندگی کس قدر ویران ہے سوچو تو ہزاروں ارمان اور بے شمار تمنائیں تمہاری یاد کی نذر ہونے کے لئے پیدا ہوتی رہیں۔ اب تو آجاؤ۔

جاوید تمہیں بہت یاد کرتا ہے اور پیسے پاکر بے اندازہ نازاں اور مسرور ہے۔

اپنا فیصلہ لکھو

تمہاری صفیہ

دارالسراج لکھنؤ

۱۰ مئی ۵۰ء

عزیز اختر!

صبح T.M.O ملا اور ابھی ابھی خط پہنچا جس کے جواب میں یہی لکھنے کو جی چاہتا ہے "یہی ہے آزمانا تو ستانا کس کو کہتے ہیں" میرے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ میرا یہ اعتماد تم کو برہم کر دے گا۔ تمہارے احساس کی نزاکتوں کی ناقدری اکثر میں نے اپنے بھونڈے پن سے کی ہے اور ہر بار تم نے مجھے معاف کیا ہے گو کہ اس اذیت کی تلافی میں نہ کر سکی جو تم نے خود کو پہنچائی ہے یہی کیفیت اس مرتبہ بھی ہے۔ میرا خیال یہ تھا کہ تم مئی میں آؤ گے اور غالباً گھر نہ مل سکنے کی وجہ سے جون میں ہم سب کو بمبئی نہ لے جاؤ گے۔ چنانچہ اگر تم پسند کرو گے تو جون کا مہینہ میں حمیدہ وغیرہ کے ساتھ گزار دوں گی۔ اس کا تذکرہ میں نے پورے بھروسے اور اعتماد کے ساتھ خط میں کر دیا۔ میرے دوست تم پہاڑ کے پتھروں سے کبھی رشک و رقابت رکھ سکتے ہو، یہ اگر میں نے سوچا ہوتا تو

تو میں تمھیں ہرگز غصہ ہو جانے اور غم کرنے کا موقع نہ دیتی۔ بہر حال اب تو مجھ سے
قصور ہو چکا، تم نظر انداز کرو۔ تین ماہ کس انتظار میں گزر گئے، میری زندگی کا
ایک لمحہ بھی تمھاری یاد اور تمھارے تصور سے خالی نہ رہا۔ میں نے بھوپال کی
بھیانک اور تنہا زندگی تمھارے آسرے کاٹ لی۔ میں کس قدر خوش اور مسرور
تھی کہ تم آؤ گے میری سوتی ہوئی تقدیر جاگ جائے گی۔ یہ اندیشہ تک نہ تھا
کہ تم اس طرح برہم ہو جاؤ گے۔

اختر تم جانتے ہو کہ میں تم سے زیادہ زندگی میں کسی چیز کو عزیز قرار
نہیں دے سکتی۔ پھر بھی اس طرح غلط فہمیوں سے اپنے کو اذیت پہنچانے کے
کیا معنی؟ میں نے صبح ہی عصمت آپا کے پتہ پر خط بھیجا ہے تم اسے ضرور جا کر
لے آؤ۔ میں نینی تال ہرگز نہ جاؤں گی۔ تم اس خط کے پاتے ہی چلے آؤ ورنہ
یقین رکھو کہ میں بمبئی کو تمھارے پاس پہنچ جاؤں گی۔ پھر تمھیں کسی طرح
ہم سب کو رکھنا پڑے گا۔ یہ میں نہ سوچوں گی۔

میں اس خط کے پہنچنے کے بعد ہی سے تمھاری آمد کی منتظر رہونگی۔ گھر کا ہر شخص
بہاس طور پر چاہو دیں طرح تمھارے آنے کے خیال سے خوش تھا۔ مجھے میرے عیش
اور سب کو ان کی خوشیوں سے محروم نہ کرو میرے دوست، تمھارے دل میں
بے پناہ وسعتیں ہیں، تم میری خاطر چلے آؤ۔ پھر تو ایک بار تمھارے گلے میں باہیں
ڈال کر تمھارے سینے پر گرم گرم آنسو بہاؤں گی تو تم میری طرف سے سارا غصہ ختم
کر دو گے۔ اس کا مجھے یقین ہے آج سے نینی تال کا لفظ ہم دونوں کی
VOCABULARY سے نکل جانا چاہیے۔ یہ خفگی بھی یاد رہے گی۔

آؤ میں تمھاری لرزتی ہوئی پلکوں پر اپنے ہونٹ رکھ دوں آؤ میری آغوش
تمھارے لئے کھلی ہوئی ہے۔ تمھیں یہاں راحت ملے گی اور مجھے زندگی: اپنی

آمد کی اطلاع تار سے دو ، میں اسٹیشن پر آؤں گی ۔ یہ سچ جانو کہ اگر تم نہ آئے تو میں دیوانہ وار تم تک پہنچ جاؤں گی ۔ پھر خواہ تم مجھ سے ناراض ہو کر واپس بھیجنے کا ارادہ کیوں نہ ظاہر کرو ۔

اچھا اب کب آ رہے ہو میرے شاعر ؛ آج ہی روانہ ہو جاؤ ۔

تمھاری اپنی صفو

دار السراج
لکھنؤ

۱۲ ر مئی ۵۰ء

عزیز اختر !

میری تحریر سے تمھیں غلط فہمی سی ہو گئی اور تم یہ سمجھے کہ میں مئی میں نینی تال جانے کا قصد کر رہی ہوں ۔ بہر حال اب گزری بات کا دہرانا کیا ۔ اگر تمھیں بدگمانی نہ پیدا ہوتی تو تم کب کے میرے پاس آ سکتے تھے ، یہ دن میں نے ہی اپنے ہاتھوں سے کھوئے ۔ بعض وقت گمان سا ہونے لگتا ہے کہ تم نہ آؤ گے مگر میری امید پرور طبیعت پھر بھی شکست نہیں مانتی ۔ میں تمھاری منتظر ہوں تم بمبئی میں جو مراحل سے طلب ہوں ان سے ایک دو دن کے اندر فراغت پا کے روانہ ہو جاؤ ، شاہد سے مل لو ۔ گانوں کا کنٹریکٹ ہو جائے تو پورا اطمینان ہو جائے گا ۔ ورنہ پھر زبانی طے کر کے اور واپسی کی تاریخ انھیں سے FIX کرا کے چلے آؤ ۔ تمھیں بھی بمبئی جانے کے بعد ایک لحظہ آرام نہیں مل سکا ہے اور میں تو تمھارے ساتھ کو ترس گئی ہوں ۔ جون کے مہینے میں تمھیں شاید ہی فرصت مل سکے پھر ساری چھٹیاں انتظار ہی میں بیت جائیں گی شاہد کے گھر تم تھے مجھے بڑا اطمینان تھا اب نئے ٹھکانے کے خیال سے

سخت وحشت ہے۔ گزشتہ رات میں نے جاگ جاگ کر کاٹ دی۔ اب تم غصہ
دغم ختم کر کے میرے پاس آجاؤ میں چشم براہ ہوں۔

پیسے تم نے اتنے بہت سے مجھے بھیج دیئے کہ میں مالا مال ہو گئی۔ تمھارے
کرتے وغیرہ سلوانے ضروری ہیں تم آؤ تو یہ کام بھی ہو سکے گا۔ تمہاری گرم
شیروانی میں لے آئی ہوں۔

مجھے یقین ہے کہ تم سخت کمزور اور تھکی ہوئی حالت میں ہو گے۔ مجھے
تمھارا تصور اسی طرح آتا ہے اور حد درجہ پریشانی ہوتی ہے۔ تم کتنی آسانی
سے اپنا جی کڑھا لیتے ہو دوست! میرا پروگرام وہی ہو سکتا ہے جو تم بناؤ گے
نہ کہ میرا اپنا بنایا ہوا۔

اب تساہل اور تاخیر مت برتو، یہ فرصت کے دن یونہی رائیگاں ہو
جائیں گے بغیر کسی ذہنی کش مکش کے چلے ہی آؤ، آگے کی بات آگے دیکھی
جائے گی۔ ہاں اماں جان کو روک ہی لو تو اچھا ہے۔ ان کا جانا شاق گزر
رہا ہے۔ پھر اگر تعطیل کے بعد بھی بھوپال ہی کچھ دن کاٹنے پڑے تو تنہائی
میں بچوں کا کیا حشر ہو گا؟

نفیس سے میری کان کی کیلوں اور جگنو کے بدلے کا سونا ضرور
لے لو۔ بہر حال یہ ضمنی چیز ہے اس کے لئے وقت نہ نکال سکو تو نہ سہی
نفیس کا پتہ لیتے آنا۔

اچھا اب تم پندرہ تک میرے پاس آرہے ہو نا؟

بہت سے پیار
تمھاری صفو

لکھنؤ

۲۳ مئی سنہ ۵۰ء

اختر عزیز!

خدا کرے تم بخیریت پہنچ جاؤ۔ ابھی تم کو پہنچا کر لوٹی ہوں، دل دماغ پر نہ جانے کیسی کیفیت طاری ہے۔ غسل خانے میں گھس کر نہانے کے بہانے بہت سے آنسو بہا چکی مگر طبیعت پھر بھی امڈی چلی آتی ہے تم سے دور میں نہ رہ سکوں گی۔ تم مجھے اپنے پاس بلانے کی ہر ممکن کوشش کرنا جون میں اگر تمھارے آسکنے کا خفیف سا بھی امکان ہو تو مجھے ضرور لکھو۔ میں تمھارا انتظار کروں گی۔ اگر تم نینی تال آنے پر راضی ہوئے تو جاؤں گی ورنہ ہرگز نہیں جاؤں گی، لکھنؤ میں رہوں گی تاکہ تم میرے پاس آکر کچھ دن اور گزار سکو۔

اختر! جون میں پھر دس بارہ دن کے لئے نکل آؤ میرے دن سنبھل جائیں گے۔ اعصاب پر ایک عجیب دہشت سی طاری ہے گو کی ہر چیز جو تم سے وابستہ تھی تمھارے اس طرح سے جلدی چلے جانے پر فریاد کرتی نظر آتی ہے۔ میرے لئے یہ زندگی کیسی بے مزہ اور بے کار ہے اس کا تم اندازہ نہ کرسکوگے۔ خط لکھو، اپنی خیریت لکھو۔ اپنی آمد کے لئے کوشش کرو اور اسی کے امکانات کی اطلاع دو۔ میں لکھنؤ میں ہی رہ کر تمھاری منتظر رہوں گی۔

بہت سے پیار میرے پردیسی ساجن

تمھاری دل شکستہ

صفیہ

لکھنؤ

۲۵ مئی ۱۹۵۰ء

اختر عزیز!

ایک خط تمھاری روانگی کے بعد ہی پوسٹ کر چکی ہوں اپنی خیریت فوراً لکھو مجھے سخت فکر ہے۔

تم جو پروگرام طے کر گئے تھے کہ تم جو اگست میں لکھنؤ آؤ گے اس میں ایک ترمیم سمجھ میں آئی ہے اگر تم اتفاق کر سکو تو مجھے فوراً جواب لکھ دو۔

بجائے اگست کے جولائی کے تیسرے ہفتے میں ریڈیو پروگرام رکھوا لیا جائے کالج کھلنے پر میں بچوں کو چھوڑ کر بھوپال چلی جاؤں دس بارہ دن ڈاکٹر سلطان کے یہاں قیام کروں۔ بیس جولائی کے بعد واپسی ہو جائے۔ تم بھوپال سے ساتھ ہو جاؤ، اور ہم لکھنؤ آ کر دس پندرہ دن گزار دیں۔ واپسی پر بچوں سمیت میں بھوپال چلی جاؤں اور تم بمبئی۔ اس شکل میں مجھے بھوپال جانے اور پھر واپس آنے کی زحمت سے بچ جائیں گے۔ اس کا جواب تم فوراً دو تاکہ ریڈیو کا پروگرام اسی کے مطابق بنوا لیا جائے۔ اسرار[1] کہانی[2] کل آیاز سے یہ کہہ چکے ہیں کہ اگست کا تیسرا ہفتہ مناسب ہوگا۔ دیر ہو جانے پر دوبارہ پروگرام کی تبدیلی میں وقت ہوگی۔ باقی مفصل خط شام کو پھر لکھوں گی۔

تمھاری اپنی

صفیہ

۱؎ اسرار الحق مجاز

۲؎ پروگرام ڈائرکٹر لکھنؤ ریڈیو اسٹیشن۔

لکھنؤ

۲۵؍ مئی سنہ ۱۹۵۰ء

اختر عزیز!

خدا کرے تم بعافیت ہو۔

ابھی تک تمھارے پہنچنے کی اطلاع نہیں ملی۔ تمھارا خط آ لے تو اس طرف سے فکر رفع ہو۔

دو خط اس سے پیشتر تمھیں مل جائیں گے۔ پچھلے خط میں تمھیں ریڈیو پروگرام کے بارے میں لکھ چکی ہوں۔ اس تازہ تجویز میں آسانیاں یہ ہیں کہ بچے بار بار سفر سے بچ جائیں گے۔ زیر باری بھی کم ہو گی۔ زحمت بھی کم ہو گی اور تم بھی جلد مل سکو گے۔ اب تم جلد ہی لکھو تا کہ ایاز کو اطلاع دے کر پروگرام کی تاریخ طے کرا دوں۔ پاکستان کے لئے تو وہ راضی ہو گئے ہیں تاریخ کا سوال اور باقی ہے۔

تمھارے جانے سے جو قیامت دل و دماغ پر گزر گئی اسکا اندازہ تم ہی کر سکو تو کر سکو اور کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔ آج تک جب صبح آنکھ کھلتی ہے تو دل پر ایک گھونسا سا لگ رہتا ہے۔ تنہائی، بیکسی، ویرانی یہ ہیں زندگی کے ساتھی۔ بعض وقت جی چاہتا ہے کہ سب کو چھوڑ کر اکیلا اکیلی تمھارے پاس پہنچ جاؤں۔ سنا ہے کہ آج رضیہ بمبئی گئیں۔ دوگنی تکلیف ہوئی۔ جی چاہا اطلاع ہوتی تو ان کے ساتھ ہی چل دیتی۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں؟ یہ دن گزر جانے پر کچھ اور بھی پچھتاوا ہو گا۔

اور رشیدہ واپس آ گئی ہے اور متقاضی ہے کہ اس کے ساتھ نینی تال چلوں

دل اب کسی چیز کو نہیں چاہتا بس تمھاری تحریر کا انتظار رہتا ہے خط لکھو، میں اپنے تینوں خطوں کے جواب کی منتظر رہوں گی۔ شاہد کے یہاں کے کام کا کیا حشر ہوا؟ تم جب تک اپنے مکان کی کوئی شکل نہیں ہوتی خلیل صاحب[1] کا گھر مت چھوڑنا۔ مجھے ان کے ساتھ کے خیال سے بڑی تسکین ہے۔ تنہا رہو گے تو اس کے تصور ہی سے میرا دم گھٹ کر رہ جائے گا۔

اختر! میری حالت ان تین دنوں میں دیوانوں سے کم نہیں ہے کاش تم میری یہ بدحالی دیکھ سکتے، مگر میری جان تم اپنا حال اگر ٹھیک رکھو سکو تو اس کے خیال سے جی میں دن گزار دوں گی۔ میری وفائیں تمھارے ساتھ کسی حال میں تھک نہ سکیں گی۔ میرے اپنے ساتھی۔

جادو کی محبت کا پیغام قبول کرو

تمھاری اپنی

صفو

لکھنؤ

۲۸ مئی ۱۹۵۰ء

میرے اپنے اختر!

بہت سے پیار

خط ملا، یہ معلوم کر کے کہ تم بخیریت بمبئی پہنچ گئے، اطمینان ہوا۔ اتنا طویل سفر تصور ہی کیلئے کتنا روح فرسا ثابت ہوتا ہے، بہرحال تم نے

---

[1] خلیل صاحب یادگار زمانہ ہیں یہ لوگ، شفیق بزرگ، محترم دوست اور مخلص ساتھی۔

شاہد کے یہاں کے حادثے کا تذکرہ لکھا ہے، مجھے یقین ہے کہ تم کو شدید کوفت ہوئی ہوگی۔ شاہد بیچارے ذرا مذبذب انسان ہیں۔ تمھیں شاہد کی یہ کمزوری پہلے ہی سے معلوم ہے لہٰذا تم کسی قسم کا غلط اثر قبول مت کرو لمحاتی اور عارضی کوفت کو REA SON OUT کرکے دور کردو اور شاہد سے جتنے شگفتہ تعلقات تمھارے اس سے پیشتر تھے ویسے ہی رکھو۔ شاہد اور عصمت کی مہربانیاں ہم دونوں کے ساتھ بہت رہی ہیں، شکر کرو کہ تمھارے فی الحال تین سو روپے ماسوا کہیں نہیں گئے ہیں۔ اس کے علاوہ کہیں نہ کہیں سے ملتا ہی رہا ہے اور ملتا رہے گا البتہ اپنا POISE قائم رکھنا اور توازن نہ کھونا ضروری چیزیں ہیں تم نے چار مہینے کتنی دقتوں کے ساتھ کیسی خندہ پیشانی سے گزار دیئے پھر اب تو حالات ہر طرح زیادہ سنبھل گئے ہیں۔

ہاں تم نے جون میں آنے کے بارے میں لکھا ہے۔ اختر! میری عادت سی ہو چکی ہے کہ تم فیصلہ کرو اور میں اس پر عمل کروں۔ اسی میں مجھے اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ اگر کبھی اپنی مرضی تم سے منوا لیتی ہوں تو احساس جرم کی ایک کھٹک باقی ضرور رہتی ہے بہرحال تم لکھتے ہو اور حمیدہ گھر کھیلنے لگی ہے تو بچوں کے خیال سے چلی جاتی ہوں۔

اکتیس رات کو یہ لوگ روانگی کا پروگرام بنا رہے ہیں میں پندرہ کے بعد سولہ جون کو ضرور واپس آجاؤں گی اور یہیں رہ کر تمھارا انتظار کرلونگی۔

اختر! میں بمبئی آنے کی خواہش کا اظہار اکثر قطعی جذباتی طریقے پر کر دیتی ہوں تم اس کا اثر مت لیا کرو، تم اگر چودہ برس مجھے الگ رکھنا چاہو گے تو میں صبر و شکر سے یہ چودہ برس بھی تمھارے ہی انتظار میں کاٹ دوں گی، تم فکر مند نہ ہو۔ میں بھوپال ہی میں رہوں گی

تاوقتیکہ تم کوئی مستحکم شکل پیدا کرو۔ میں تمھاری تسکین اور راحت کے لئے زندہ رہوں گی، نہ کہ تمھاری الجھنوں اور پریشانیوں میں اضافہ کے لئے۔

تم ذہنی اضطراب اور جذباتی کوفت سے کس درجے تھک سے جاتے ہو میرے دوست! آؤ میں تمھیں اپنی باہوں میں گھیر لوں۔ اور۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نینی تال پہنچتے ہی وہاں کا پتہ لکھوں گی۔

تمھاری اپنی
صفو

لکھنؤ اسٹیشن
۳۱ مئی ۱۹۵۰ء

اختر عزیز!

دو دن سے تمھیں کوئی خط نہیں لکھا گو کہ ہر لمحہ تمھیں یاد رکھا۔ اسٹیشن سے یہ تحریر بھیج رہی ہوں۔ میرا پچھلا (چھوٹے لفافے والا) خط ملا؟ بچے بہت خوش ہیں۔ اس سفر سے میرے لئے عشرت تنہائی سے زیادہ اور کچھ نہیں۔ زبیدہ بھی ساتھ جا رہی ہے۔ ایک طرف جادو کھڑا ہے۔ دوسری طرف اولیں دونوں تمھیں بہت سا پیار کر رہے ہیں۔

ریڈیو والی بات کا کوئی جواب تم نے نہیں دیا۔ اسی لئے میں نے بھی انہیں نہیں لکھا۔ اب تم آخر جون میں ہی آجانا پروگرام اگست کے آخیر ہی میں رہنے دو۔ اچھا میرے بہت

سے پیار قبول کرو۔

تمھاری صفیہ

رحمت منزل
تلی تال۔ نینی تال
۳؍جون ۱۹۵۰ء

اختر عزیز!

خدا کرے تم اچھی طرح ہو۔

پرسوں شام سفر کی تمام کلفتیں جھیلنے کے بعد نینی تال پہنچ گئی موسم کی خوش گواری سے بچے بہت مسرور ہیں۔ اگر ان کی مسرت کا خیال کروں تو آنا سہل ہوتا نظر آتا ہے ورنہ میری نگاہیں تو ہر ذرے میں تمھاری جویا نظر آتی ہیں دل میں جیسے ایک چور سا چھپا بیٹھا ہے کہ چٹکیاں سی لئے جاتا ہے دونوں راتیں تمھیں دیکھنے سے وصول ہو گئیں، کہیں تم پریشان تو نہیں اختر میں نے دونوں بار تمھیں پریشان ہی دیکھا۔

تقریبًا ایک ہفتہ گزر گیا۔ تمھاری خیریت سنے ہوئے، مجھ سے رخصت ہونے کے بعد تم نے اب تک مجھے صرف ایک خط لکھا ہے۔ یاد رکھو۔

سنا ہے رضیہ بمبئی گئی ہوئی ہیں اور سیدھی نینی تال آئیں گی تم ان سے ضرور مل لینا تاکہ ان سے تمھارے حالات سن سکوں۔

تم کس طرح ہو؟ مجھے یاد تو کرتے ہو گے نا؟ میرا ہر خیال اور میری ہر آرزو تمھیں سے وابستہ ہے ساتھی۔ آؤ مجھے اپنی آغوش میں چھپا لو۔ تھوڑی دیر کے لئے مجھے پناہ مل جائے گی۔

تمھاری اپنی صفیہ

رحمت منزل

نینی تال،

۵ر جون ۱۹۵۰ء

اختر عزیز!

کیسے ہو؟

تمھاری خیریت معلوم ہوئے دس گیارہ دن گزر چکے ہیں۔ سخت وحشت ہے۔ ہر وقت یہی خیال رہتا ہے کہ تم پریشان تو نہیں۔

یہاں بھلی بری گزر رہی ہے۔ جادو اور یسی بہت مست ہیں نینی تال اس مرتبہ غیر معمولی طور پر اجنبی سا معلوم ہو رہا ہے۔ سکھوں اور پنجابیوں کا جمگھٹ نظر آتا ہے۔ ویسے اچھے کپڑوں اور شاداب چہروں کی بہتات ہے اور کیا لکھوں۔ سوا تمھاری یاد کے میری زندگی اور ہے بھی کیا؟

خدا نہ کرے اگر کسی طرح کی پریشانی یا الجھن ہو تو اس سے ضرور اطلاع دو تنہا درد برداشت کرو۔ ورنہ مجھے شکایت ہو گی۔ تم اپنے لکھنؤ آنے کی تاریخ لکھو، تاکہ میں اس سے قبل ہی یہاں سے روانہ ہو جاؤں۔

بہت سی دعائیں

بہت سے پیار

تمھاری

صفیہ

رحمت منزل

نینی تال

۴ر جون ۱۹۵۰ء

اختر عزیز!

اچھے تو ہو؟ آج تیرہ چودہ دن ہو گئے مجھے تمھارا کوئی حال نہیں معلوم
اگر مجھے اندیشہ بھی ہوتا کہ نینی تال آنے کی مجھے اتنی بڑی قیمت ادا کرنی پڑیگی
تو میں آنے کی ہمت ہرگز نہ کرتی ویسے نینی تال کی ACTIVITIES اپنے
شباب پر ہیں۔ شاموں کی خوش منظری کچھ علی گڑھ کی نمائش سے ملتی جلتی ہوئی
ہوتی ہے۔ نفیس پوشاکیں حسین چہرے اور اترائی ہوئی ادائیں عام اور
ارزاں ہیں۔ تمھارے دونوں بچے بھی مگن ہیں، انہیں کے خیال سے
دل کو سمجھا لیتی ہوں۔ مجھے کچھ بھی تو حال تمھارا نہیں معلوم کیا گزر
رہی ہے تم پر؟ جیسا کچھ ہو واپسی ڈاک لکھو۔ ورنہ میں بہت جلد
لکھنؤ روانہ ہو جاؤں گی۔ اتنے پریشان موڈ کے ساتھ رہنا
ٹھیک نہیں۔ دماغ میں طوفان برپا ہے۔ اور سطح کو ہموار کرتے رہو
یہ کس قدر دشوار کام ہے۔

اختر! اگر تم کو پیسے مل سکے ہوں اور تم بآسانی اتنا کر سکو تو مجھے ایک
شال کے لئے بھیج دینا۔ تم جانتے ہو کہ میں نے ہمیشہ معمولی کھایا اور معمولی پہنا
ہے، میں بے تکے شوق نہیں کرتی لیکن پچھلے سال تعطیل میں اور اس سال
بھی تمھاری کمائی پر ناز کر رہی ہوں۔ ظاہر ہے کہ تم پیسے نہ دیتے تو میں خاک
آتی نینی تال۔ میں نے ایک کشمیری دوکان پر ایک شال دو گز لمبی اور ایک
گز چوڑی بڑے SOBBR رنگ کی اور نہایت نفیس کڑھی ہوئی دیکھی ہے

اس کی قیمت اس نے پینسٹھ بتائی ہے۔ میرے پاس جتنے پیسے ہیں وہ یہاں کے صرفے کے لئے واجبی طریقے پر کافی ہیں۔ اگر تمھیں پیسے نہ مل سکے ہوں تو کسی طرح اپنا دل مت دکھانا۔ شال زندگی کے لئے ایسی ضروری چیز نہیں ہے جس کے لئے کڑھا جائے۔

میں جس سے قبل ہی یہاں سے اس توقع میں روانہ ہو جاؤں گی کہ تم ملو گے تم مجھے جلد خط لکھو

میں جس سے قبل ہی یہاں سے اس توقع میں روانہ ہو جاؤں گی کہ تم ملو گے تم مجھے جلد خط لکھو۔ اپنی الجھن خود تک نہ رکھو۔ مجھ سے کوئی شکایت کبھی ہو تو مجھ پر غصہ کر لو، میں سر جھکا دوں گی۔ مگر اس طرح خاموش نہ ہو دوست۔

تمھاری اپنی

صفیہ

نینی تال

۱۱ر جون ۱۹۵۰ء

اختر عزیز!

کل شام کتنے شدید انتظار کے بعد تمھارا خط ملا۔ تمھاری بیماری کی اطلاع سے اور تشویش ہو گئی۔ میرے خواب غلط نہ تھے۔ مجھے یقین تھا کہ تم پریشان ہو گے۔ شکر ہے کہ اب بخار گیا۔ کھانے پینے کی طرف سے بےخبر نہ ہونا۔ مشیت نے کتنا زبردست فاصلہ ہم دونوں کے درمیان حائل کر دیا ہے۔ مگر دل سے تو ہم دونوں اس درجہ نزدیک ہیں جیسے کبھی جدا ہی نہ ہوئے تھے۔ تمھاری بیماری کی راتوں میں اگر میں نے تمھاری پیشانی پر اپنا ہاتھ نہیں پھیرا تو یہاں تکیہ آنسوؤں سے ضرور تر کیا ہے۔ یہ دن بھی گزر جائیں گے۔ خود کو اس طرح دل شکستہ

مت ہونے دو۔ تمھاری کوئی لمحہ کبھی میری شرکت سے خالی نہیں ہوتا۔
اس کو اگر پیچ سمجھ سکو تو تمھیں بہت تسکین ہو گی۔

میں تین چار خط تمھیں اس دوران میں لکھ چکی ہوں اگر تم بآسانی بھیج سکو تو
شال بھر کے پیسے بھیج دینا۔ میں تمھارا تحفہ سمجھ کر خرید لوں گی ورنہ دل کو فارغ مت کرنا۔

تم جون میں نہ آسکو گے؟ پھر اس کا مطلب یہی ہوا کہ اگست کے شروع میں
آنے کا امکان ہے ایاز کو خط لکھوں گی کہ پروگرام اگست کے دوسرے ہفتہ میں رکھیں
نینی تال سے تمھارے لئے کیا تحفہ لاؤں دوست؟ "دعوت شیراز" کا انتظام مکان
سے حد درجہ قریب ہے آتے جاتے تمھاری یاد ضرور آجاتی ہے۔

اختر میرے سکون کی خاطر خود کو خوش اور زندہ رکھو تمھاری سوگواری
میرے لئے کسی طرح قابل برداشت نہیں ہوتی تم خود کو اس طرح مضمحل نہ کرو، پڑھو، شعر
کہو، انتو ریچ کرو۔ وہ دن بھی آجائیں گے جب پھر میں تمھارے قدموں میں آرہونگی
اور پھر کوئی ظالم قوت بھی مجھے تم سے جدا نہ کر سکے گی۔

کل پھر خط لکھوں گی۔ اور ہر روز تمھیں میری ایک تحریر ملتی رہے گی
شاید تمھاری طبیعت اسی طرح بہل سکے۔

ہاں SOVIET LITERATURE کی دو ایک جلدیں مجھے
ضرور بھیج دو۔ انتظار رہے گا۔ بہت سے پیار تمھاری

صفو

نینی تال
۱۴ جون ۱۹۵۰ء

اختر میرے

خط ملے، پچھلے دو دن سے وعدے کے باوجود تمھیں خط نہ لکھ سکی، بارش

نے عجیب بدمزگی پیدا کر رکھی ہے، پھر چونکہ عثمان کھانا پکاتا ہے اسلئے بچوں کی پوری نگرانی میرے ہی سر آجاتی ہے۔ بُری طرح تھک کر رہ جاتی ہوں۔

تمھاری محبت کتنی راحت افزا اور ساتھ ہی کتنی اذیت انگیز ہے دوست تم نینی تال کی سرد ہواؤں کو شک کی نظر سے نہ دیکھو، یہاں تو جیتے نہیں بجتے ہوئے فردوس نظر میں والا عالم ہے۔ یہاں کتنے شادی شدہ جوڑے دکھائی دیتے ہیں۔ مگر مجھے تو کہیں بھی وہ رنگ، وہ گرمی، وہ گداز، وہ والہانہ پن نہ دکھائی دیا۔ جوان سات سالوں نے ہم دونوں کے درمیان پیدا کردیا ہے تمھیں اس کی قدر ہے تو مجھے اس کی سوگنی زیادہ ہے۔ تمھارے لئے "دہم عزیز" سے پیچ و تاب میں رہنے کا کیا سوال، جب میری زندگی میں تمھاری مرکزیت تسلیم ہو چکی ہے۔ یقین کرو ایک شام بھرے بازار میں راستہ طے کرتے کرتے نہ جانے طبیعت پر کیا اثر ہوا کہ آنسو امڈنے شروع ہو گئے اور کسی طرح نہ رُک سکے تو بہانہ بنا کر ایک پانی کے نل پر جا کر منہ دھونا پڑا اور یہ وہ زمانہ تھا جب تم بیمار رہتے۔

اختر! میرے لئے یہ زندگی موت سے بدتر ہے۔ میں اسی امید اور یقین پر خوش ہوں کہ میری زندگی پھر ایک دن تمھارے قدموں کے سایہ میں گزرے گی۔ میرے بچے ابھی اپنے شاعر باپ کی تربیت سے محروم ہیں تو یہ دوری ابدی تو نہیں۔ انھیں تمھارا ساتھ ضرور ملے گا خواہ اس کے لئے کتنی ہی دقتیں کیوں نہ اٹھائی جائیں۔

تمھاری تنہائی کے خیال سے جی کس بُری طرح کڑھتا ہے۔ ہر لمحہ خیال دوڑاتی ہوں کہ نہ جانے اس وقت کیا کر رہے ہوگے تمھاری راحت اور آسائش کے لئے اتنی دور سے کیا کروں؟ کھانے

کے تم شوقین نہیں، پہننے کی طرف سے تم بے خبر ہو، پھر اور کیا رہ گیا؟ بہرحال تمھارے لئے کشمیری سلک ضرور دوں گی اور لکھنؤ سے کرتے سلواؤں گی۔

رات بڑی شدید بارش ہوئی۔ کمبل میں سردی لگتی رہی اور تمھارے آغوش کی گرمی کا تصور آرام دیتا رہا۔

اور کیا لکھوں؟ کتنی بے شمار اور بے حساب باتیں کرنے کو جی چاہتا ہے تم سے، یاد کرو سفر میں ہماری گفتگو ختم نہیں ہوا کرتی تھی۔

ہاں آگرہ یونیورسٹی کے نتائج نکل آئے۔ غالباً منی اور نفیس دونوں فیل ہیں۔ سخت کوفت ہوئی۔ منی سے مجھے یہ اندیشہ نہ تھا نفیس کے ساتھ چار ماہ کی محنت اور ریاضت خاک میں مل گئی اس کا خاص طور پر رنج ہے۔ ورنہ ان کی ذات سے توقعات تو کچھ ایسی قسم کی تھیں۔

تم اپنے حالات مفصل لکھو۔ نواب صاحب کی تازہ تصویر کب شروع ہوگی؟ تمھارے خلیل صاحب اور ان کے ملازمین کا کیا حال ہے موسم نے کیا رنگ اختیار کر رکھا ہے؟ پنکھے کی ضرورت تو نہیں پڑتی۔ تم ساتھ ہی لے کر نہ گئے، تم مجھے خلاف عادت طویل خط لکھو مجھے تمھارے خطوں کی تشنگی رہتی ہے۔

ہاں پھوپھی جان کا خط آیا ہے۔ انھوں نے اور بھائی ظفر نے بڑا گھرا بلاوا لکھا ہے۔ اجازت دو تو واپسی پر خیرآباد اتر جاؤں۔

تمھاری اپنی

صفو

نینی تال

۱۶ر جون ۱۹۵۰ء

اختر عزیز!

بار بار جی چاہا کہ تمھیں خط لکھوں کہ کسی طرح مجھ تک نینی تال پہنچ جاؤ۔ آگرے سے سیدھی گاڑی کاٹھ گودام آتی ہے، مگر اس ڈر سے نہ لکھ سکی کہ تم منظور نہ کرو گے یہ دن کیسے تڑپ اور ترس کر گزر گئے۔ زندگی کیسی کھوکھلی اور ادھوری رہی اختر! اگر تمھارا جی چاہے تو تم دنیا کی ہر مصلحت کو ٹھکرا کر میرے پاس آ جاؤ۔ میری آغوش تمھیں پناہ دے گی اور میں تمھیں پا کر دنیا کی ہر راحت پا لوں گی۔ پیسوں کی خاطر جو ہم تم دونوں اس بیدردی سے اٹھا دیا کرتے ہیں خود کو اس طرح ہلکان کر دیں اس کی قائل نہیں۔

تم نے مجھے ڈیڑھ سو روپے بھیج دیے، جبکہ تمھیں صرف تین سو ہی ملے ہوں گے صرف ڈیڑھ سو میں تم مہینہ کاٹو گے۔ تم نے اپنے ساتھ اور ساتھ ہی میرے ساتھ ظلم کیا اختر! کل سے آج تک میں پیسے پا کر بڑی مسرور اور فتح مند تھی آج مجھے جرم کا احساس ستا رہا ہے۔ میں اس دریادلی سے پیسے اٹھاؤں اور تم اتنے بڑے بے پناہ شہر میں پیسہ گن گن کر خرچ کرو، یہ کہاں کی محبت ہے دوست! میں نے آج ہی صبح باون روپے کی شال، دس کی چھتری، پندرہ کا ایک کشمیری نمدہ اور سترہ کی ایک FOLDING CENTRAL TABLE خریدی ہے۔ شام کو تمھارا خط ملا اختر! مجھے اس درجہ نہ چاہو۔ تمھاری دیوانی محبت سے آج مجھے ڈر معلوم ہو رہا ہے۔ تم اپنے کو مجھے چاہنے دو۔ مجھے تمھیں چاہنے میں ہمیشہ راحت ملی ہے۔ میں اب ہر تفریح اور ہر سیر کے موقع پر جرم محسوس کروں گی۔ میں آج ہی سے سامان بندھ کرنا شروع کر دوں گی اور جلد سے جلد روانہ ہونے کی کوشش کروں گی۔

تم وہاں تنہا پریشان ہوتے رہو اور میں غم غلط کرنے کی کوشش کروں، یہ برداشت سے باہر ہے۔

عجب جبر سا محسوس ہوتا ہے اختر، تم دسنوی[1] سے ملو، میں ادنیٰ سی نوکری کے سہارے بھی تم تک پہنچ سکوں گی۔ اگر یہ بچے درمیان حائل نہ ہوتے تو میں بغیر نوکری کے بہانے بھی آہی جاتی۔ کیا تم میرا بیٹا نہ ہو سکتے تھے۔ پر ان الجھنوں کو دیکھتے ہوئے بچوں کی ذمہ داری کا احساس کھٹکتا ہے دوست اچھا تم اس کا جواب اب لکھنؤ کے پتہ پر لکھنا تاکہ بیس یا اکیس کو مجھے وہاں مل سکے۔

آؤ بہت سے پیار کر لوں تمہیں

تمھاری صفو

نینی تال

۱۷ جون ۱۹۵۰ء

اختر عزیز!

کل خط لکھ چکی ہوں، غالباً شام ہی پوسٹ ہوا ہے۔ پھر اتوار آ جائے گا اور میں تم سے باتیں نہ کر سکوں گی۔ اس لئے آج پھر لکھ رہی ہوں، یہ کم بخت بچے اس تحریری ملاقات میں بھی تو مخل ہوتے ہیں۔ ادنیٰ برابر کاغذ کا مطالعہ پیش کر رہا ہے اور خط لکھنے نہیں دیتا۔ حادو کو پرسوں رضیہ[2] بھابی آ کر اپنے ہمراہ لے گئیں وہ جہاں گیر آباد پیلیس میں ٹھہری ہوئی ہیں۔ حادو کو راجہ کا محل اس قدر پسند آیا کہ وہ واپسی کا نام نہیں لیتے۔ محل میں سالم کو ساتھ لے کر گئی

---

[1] انجمن اسلام بمبئی کے اسکولوں کے سکریٹری

[2] رضیہ سجاد ظہیر سے پروفیسر ابو سالم مسلم یونیورسٹی علیگڈھ

تھی، مگر واپس نہ آئے۔

یہاں کا موسم بہت ہی خوشگوار ہو رہا ہے، بارش البتہ پریشان کن بن چکی ہے، تم آئندہ خط مجھے لکھنؤ ہی لکھنا میں بیس کو چل دوں گی، مجھے یہ خوشگواری اب کھلنے لگی ہے، تم بمبئی میں اس درجہ پریشان رہنے لگے ہو، آخر میں کسی نہ کسی طرح تعطیل تمھارے ساتھ بسر تو کر سکتی تھی۔ ہم دونوں کی طرف سے ڈھیل ہی ہو گئی

تم آرام و تکلیف کے مسئلے کو نظر انداز کر کے ملازمت کے امکانات ضرور دریافت کرو، صفورا[۱] بیگم یا پھر دستوی سے کام نکل سکے گا، عصمت آپا کی بہن کرشن کے گھر گزر ہو ہی جائے گی ورنہ تم زیادہ دن تنہا نہ رہ سکو گے اور اس طرح مجھے اور تمھیں دونوں کو نقصان پہنچ جانے کا پورا خدشہ ہے۔

بہر حال تم اپنے ذہن و دماغ کو زیادہ متاثر نہ کرو، اب تک جو کچھ ہوا وہ ہم سب کی بہتری کے لئے ہوا اور آئندہ بھی جو کچھ ہو گا وہ بہتری ہو گا، خلوص اور نیت کی صداقت یہ دو چیزیں انسان کو کبھی نقصان نہیں پہنچایا کرتیں۔ کچھ مادی یا افادی پہلو نہ نکلے تو کردار کی برتری تو ہاتھ سے نہیں جاتی آخر! تمھارے سالگرہ کریں نے جتنا کچھ پایا ہے مجھے دنیا کے کسی دوسرے فرد سے یہ سب نہ مل سکتا تھا، پھر تمھارا جیسا نازک دل اور تمھارے جیسے لطیف جذبات جنکو ہاتھ لگاتے ہوئے بھی بعض وقت ڈرتی ہوں کہ کہیں ان میں میل نہ آجائے۔

میرے شاعر! تمھاری شاعری اور تمھارے نغموں سے بہت سے لوگ لطف اٹھاتے ہوں گے مگر اُسے "LIVE" کرنے کے مواقع کسے ملے ہیں، میں تو تمھاری شاعری ہی کو اپنی زندگی بنا چکی ہوں، دوست شعر کہو اور

---

[۱] انسپکٹریس میونسپل اردو اسکولس بمبئی

تھوڑی دیر کے لئے سب کچھ بھول کر کھو۔

اچھا اختر! اب طبیعت تو تمھاری پوری طرح صاف ہے یا نہیں؟

بے شمار پیار! گہرے اور گرم
تمھاری صفو

نینی تال
۱۹ ؍ جون ۱۹۵۰ء

اختر عزیز!

تمھارا خط پرسوں شام ملا تھا، کل اتوار ہونیکی وجہ سے جواب نہ لکھ سکی، نینی تال سے کل روانگی ہو جائے گی بشرطیکہ سالم کی امتحان کی کاپیاں جو کشمیر سے آنے والی تھیں آج دوپہر کی ڈاک سے آ گئیں ورنہ پرسوں یقینی روانگی ہے۔

بعض وقت خاموش لیٹ کر ذہن میں پورا نقشہ جماتی ہوں کہ تم کیسے ہو؟ کیا کر رہے ہو گے؟ کہاں ہو گے؟ اور پھر مجھے اپنے اوپر خود ہنسی آجاتی ہے اختر! اپنی ایک اچھی سی تصویر اسٹوڈیو میں اتروا کر ضرور بھیج دو میں نے تم سے پہلے بھی فرمائش کی تھی۔

تمھارے نام کے رسالے نہ جانے کہاں کھو جاتے ہیں۔ مجھے تو پڑھنے کو کبھی نہیں ملتے ———— خط کا کاغذ تمام گندہ ہوا جا رہا ہے، ابھی ابھی سر میں تیل ڈالا ہے اور خراب ہو رہے ہیں۔

مفصل حالات لکھو، کھانے کا کیا انتظام ہے، خلیل صاحب سے

کیسی پٹتی ہے؟ تمھاری صحت کا کیا حال ہے۔ انجمن[1] کس طرح چل رہی ہے؟ عصمت آپا کے گھر کی خیریت وغیرہ؟

اچھا بہت سے پیار
تمھاری اپنی صفیہ

نینی تال
۲۱ر جون ۱۹۵۰ء

اختر عزیز!

بے شمار پیار اور بہت سی دعائیں

کل شام تمھارا ستره کا لکھا ہوا خط پہنچا، آنکھوں سے لگایا اور محفوظ کر لیا خاص طور پر اس لئے کہ تم نے بچوں کو پیار لکھا ہے۔ تمھیں ان کا پیار ہر وقت حاصل ہے۔ دن میں کئی بار دونوں تم کو یاد کرتے ہیں اور تمھاری باتیں کرتے ہیں "ابی کیا کر رہے ہوں گے؟" "ابی کب آئیں گے؟" "ہماری صورت ابی سے ملتی ہے؟" "ہم ابی کی طرح شعر کہتے ہیں" وغیرہ

آج یہاں سے کوچ کا دن ہے۔ حمیدہ، اسلام اور بلی[2] پھل خریدنے گئے ہیں، میں بچوں کے ساتھ گھر پر ہوں۔ میرے داہنے گردے میں ہلکا ہلکا سا درد ہو گیا ہے نہ معلوم سردی ہے یا کس بات سے۔

بچوں کی تصویریں اتروائی ہیں، آج بن کر آجائیں گی۔ لکھنؤ سے تم کو بھیجوں گی۔ ایک تصویر بچوں کے ساتھ میری کھنچی ہے، دیکھو کیسی آتی ہے۔

یہ دن بھی کیسی محرومی میں گزر گئے ہم دونوں کی صحبتیں کتنی رنگین کتنی بھرپور

---

[1] انجمن ترقی پسند مصنفین بمبئی [2] مس زبیدہ محمود

اور کیسی دلچسپ ہوتی ہیں اختر! ہم نے دوستی کا لطف ایک دوسرے سے بہت پایا ہے۔ میں نے زندگی میں تم سے دوستی، رفاقت، سرپرستی، شفقت ملائمت سبھی چیزیں پائیں۔ تمھیں پاکر پھر مجھے زندگی میں کسی کی کبھی ضرورت باقی نہ رہی۔ کتنی بھٹکی ہوئی زندگی کتنے متلاشی جذبات کو پناہ مل گئی اختر! تم میرے لئے بہت قیمتی ہو۔ زندگی ہی کے برابر! تم سے ہی جینا ہے اور تمھیں سے مرنا۔ کتنی واقعیت ہے ہمارے ساتھ میں اور ساتھ ہی کتنا رومان تمھارے تصور ہی سے اکثر میں کتنی جذباتی ہو جاتی ہوں اور تمھاری تکلیف کے خیال سے یہاں رہ کر بھی کتنے آنسو بہا لیتی ہوں۔ تم مت گھبراؤ دوست! تمھارے رنج و راحت کسی چیز سے اگر تم مجھے لمحے بھر کے لئے بھی بے خبر پاؤ تو مجھے زہر دینے کا حق تمھیں حاصل ہوگا۔

اچھا آج تک نینی تال کی پُر کیف فضا اور ٹھنڈی ہوائیں ایک آرزو مند دل کی نم آگ کو سلگاتی رہیں، آج یہ دور بھی ختم ہوا۔

اس وقت پلنگ پر کمبل لپیٹے، دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھی خط لکھ رہی ہوں، ایک طرف جاوید لیٹا ہے، دوسری طرف اویس، دونوں رہ رہ کے جھٹکا دیتے ہیں، میں ہل جاتی ہوں۔ جاوید اکڑ کر خط پڑھنے کی کبھی کوشش کرتا ہے، اویس اس سے بے نیاز ہیں۔

لکھنؤ پہنچتے ہی تم کو اپنی اور بچوں کی خیریت سے مطلع کروں گی۔ دس بارہ دن ہی کا قیام وہاں ممکن ہوگا۔ پھر تو بھوپال پہنچنا ہی ہے، شاہ میرلہ بھوپال رہنے پر راضی ہو جائے تو بہت اچھا ہے تنہائی بڑی جان لیوا ثابت

لہ شاہ میر راہی

ہو گی۔ خصوصاً بچوں کے لئے۔ شاہ میر کی موجودگی میں ایک آدھ بار بچوں کو چھوڑ کر بھی تمھارے پاس پہنچ سکوں گی۔

ایاز کا کوئی جواب نہیں آیا۔ لکھنؤ آ کر تفصیل معلوم ہو گی۔ خیر آباد اُترنے کا ارادہ ترک کر دیا ہے۔ اب تمھارے ساتھ ہی جاؤں گی۔

خلیل صاحب کو میرا آداب کہنا۔ بمبئی کے سارے حالات لکھنا اپنے اوقات اور پروگرام بھی۔ زندگی کی بدمزگی کم کرنے کا کوئی عارضی نسخہ سوچ کر لکھوں گی۔ اگر تم اپنا تفریحی شعور بیدار رکھنے کے لئے تیار رہو دوست

تمھاری اپنی

صفو

لکھنؤ

۲۷ جون ۱۹۵۰ء

اختر عزیز!

تمھارا خط ملا تھا۔ دو تین دن کیوں تمھیں خط نہ لکھ سکی ان جذباتی باتوں کو زبانی یا تحریر سے نہیں سمجھایا جا سکتا۔ خط پا کر پوری شام مجھ پر عجیب فاتحانہ انداز طاری تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کائنات مجھے حاصل ہے اور دوسری صبح جو سو کر اٹھی تو اس کا ردِ عمل دیکھو کہ بات بات پر آنسو امڈتے آتے تھے کل دن بھر قلم اٹھانے کی ہمت نہ ہوتی تھی بہتیرا خود کو سمیٹنا چاہا مگر قابو نہ حاصل ہوتا تھا میری جان مجھے مضبوط رہنے دو اپنی خاطر میں آہنی عزم اور استوار ارادے چاہتی ہوں۔

اختر! مجھے معصوم نہ کہو، یہ تمھارے جذبے کی معصومیت تھی جو تم نے ایسا محسوس کیا، پھر بھی اگر سب کچھ تمھارے قدموں پر نچھاور کرکے سب کچھ پالینے کا نام معصومیت ہے تو تم اسی طرح سے سوچ سکتے ہو۔

بچوں کی اور میری تصویر ملی؟ بچوں کی تصویر ضرور فریم میں لگاکر رکھنا تم اپنے میں قوت اور اعتماد محسوس کروگے انھیں دیکھ کر۔

اب بھوپال جانے کے دن قریب آگئے ہیں۔ آٹھ کو روانگی ضروری ہے۔ ایاز نے اسرار بھائی کو بتایا ہے کہ ریڈیو کا پروگرام اگست کے دوسرے یا تیسرے ہفتے والی جمعرات کو ہوگا وہ آج کل چھٹی پر ہیں۔ اس لئے ان کو صحیح علم نہیں۔ اب تم اپنی رائے بلکہ اپنا فیصلہ لکھ کر بھیجدو۔

ابھی کتنا طویل وقفہ اور پریشان کن مراحل حائل ہیں، میری تمھاری ملاقات میں، یہ کیسا شدید جبر ہے کہ نہ میں تم تک پہنچ سکتی ہوں اور نہ تم میرے پاس آسکتے ہو دوست۔ بعض وقت تو یہ بچے بھی وبال معلوم ہونے لگتے ہیں۔ لیکن اس میں بھی شبہ نہیں کہ یہ نہ ہوتے تو ان حالات میں زندگی بھی مشکل ہوجاتی۔ بہرحال "دنیا ہوگی ہر قربانی، کرنا ہوگا خون کا پانی"۔ والی بات ہے۔

تم اپنی کوئی ضرورت تو مجھے لکھو جس کی تکمیل سے مجھے کچھ اطمینان ہوسکے کوئی فرمائش اپنے لئے نہیں تو اپنے احباب کے لئے، میری زندگی بعض وقت حد درجہ بے مقصد سی نظر آتی ہے، تم پاس تھے تو تمھیں ہر لمحہ میری خدمت درکار تھی اب مہینے گزر جاتے ہیں مجھے تمھارے لئے تنکا ہلانے کا موقع نہیں ملتا، یہ قیامت نہیں تو اور کیا ہے۔

بھوپال کی برسات پوری طرح عذاب بن جائے گی۔ تنہائی کے لمحے کیسے بسر ہوں گے؟ کوئی غمگسار ہی ہوتا جس کے سامنے دن میں دو ایک بار تمھارا نام اسی پیار سے لے لیتی۔ وہاں شاں میر سے تم نے بات کی؟ وہ بھوپال آجاتا تو بہت ہی اچھا ہوتا دو ایک TUTIONS میں اسے ڈھونڈ کر دلوا دیتی بچوں کی نگرانی رہتی۔

پیسوں والی بات پر تم نے کیسی محبت آمیز باتیں لکھ ڈالیں دوست مگر اس سے انکار نہ کرو کہ پیسے کی کمی سے اس مہینے میں تمھیں تکلیف ضرور ہوئی ہوگی۔ آئندہ ایسا ظلم خود پر نہ کرنا میری خاطر۔

آج کل تو بعض وقت سب کے بیچ سے نکل بھاگنے کی خواہش پیدا ہونے لگتی ہے۔ کسی کو کیا معلوم، دل ہر لحظہ کتنا بے چین رہتا ہے اس دل پھڑکنے کی پہچان کیسے ہو سکتی ہے کون ہمدردی کر سکتا ہے، کوئی نہیں آؤ تمھارے آغوش میں چھپ جاؤں اور تھوڑی دیر تک خوب پھوٹ پھوٹ کر رو لوں میرا دل ہلکا ہو جائے گا۔

اویس اور جاوید دونوں تم کو ہر روز ہر وقت یاد کرتے ہیں اور تمھارے تذکروں سے میرا جی بہلا لیتے ہیں ان کا پیار تمھیں حاصل ہے اور میرا پیار انھیں، آؤ ہم سب گھل مل کر ایک لمحے کے لئے اس طرح ایک ہو جائیں کہ جیسے کبھی تھے۔

تمھاری

صفو

لکھنؤ

۲۹؍جون ۱۹۵۰ء

اختر عزیز!

صبح سے قلم اور کاغذ لئے بیٹھی ہوں، پر خط لکھنے کی نوبت نہ آئی ادیس کو کل سے پھر تیز بخار آگیا ہے۔ لمحے بھر کی فرصت نہیں دے رہا ہے۔
اس خیال سے یہ مختصر سا خط پوسٹ کر رہی ہوں کہ شاید کل شام کو پہنچ سکے ورنہ پھر پرسوں اتوار درمیان میں آجائے گا اور تمھیں کئی دن انتظار کرنا ہوگا۔

تم کیسے ہو؟ میرے دو تین خط تمھیں مل چکے ہوں گے۔ کل بھی میں نے خاصی بکواس کی ہے، کہیں تمھارے احساس کے کسی گوشے کو ٹھیس نہ پہنچ جائے، ڈرتی ہوں۔

اگر میرے پیار کے قائل ہو تو کبھی میری بات سے اپنا دل مت دکھایا کرو، دوست! میری ہر سانس تمھارے ہی لئے وقف ہے، خط لکھو مفصل سا۔ پیار لو۔

تمھاری

صفو

لکھنؤ

۲۹؍جون ۱۹۵۰ء

میرے اپنے اختر!

تمھارے دو خطوط ملے، تم اس طرح تنہائی میں پریشان رہتے ہو اور میں یہاں سے تمھاری شرکت کیا خاک کرتی ہوں بہرحال گزری

بے ڈھنگی تحریر اور بے ربط باتیں تھیں تھوڑی دیر کے لئے بہلا لیتی ہیں تو یہی بہت کچھ سمجھوں گی۔ بعض وقت یہاں سے کبھی جی اکتا سا جاتا ہے اور خیال ہوتا ہے کہ بھوپال پہنچ چکوں، وہاں تمھاری یاد اور تمھارے تصور میں کوئی چیز مخل تو نہ ہوگی۔ اب ظاہر ہے روانگی کے دن قریب ہی ہیں۔

تم نے ڈاکٹر[1] صاحب کے یہاں مکان حاصل کرنے کے لئے لکھا ہے اس سلسلے میں دو باتیں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ کرایہ نہ لیں گے دوسرے یہ کہ جو حصہ ایوب[2] کے پاس تھا وہ بہت ہی مرطوب اور ساتھ ہی کھلا ہوا ہے مناسب شکل یہی ہوگی کہ اپنا مکان برقرار رکھا جائے۔ اگر منی بھوپال آگئی تو ہم دونوں بآسانی اپنے پرانے مکان میں بسر کرلیں گے۔ کتنی یادیں اس کے ساتھ وابستہ ہوگئی ہیں آخر! اس میں تنہا رہ کر بھی تمھارے ساتھ کا احساس پیدا کرنا ممکن ہے۔ مجھے اس مکان سے پیار رہے۔ اس لئے کہ اس میں میں نے تمھارے ساتھ کا طویل ترین عرصہ گزارا ہے۔

منی کے بارے میں تمھارا مشورہ نہایت مناسب ہے میں نے اس طرح کئی بار سوچا تھا سوا اس کے کہ آئی۔ٹی۔ کالج ٹھیک نہیں کیوں کہ یہاں ایم۔ اے کلاسیں یونیورسٹی میں ہوتی ہیں اور وہاں مستقل خاصی شورش رہتی ہے۔ اگر وہ پرائیویٹ پڑھنا پسند نہ کرے تو پھر علی گڑھ ہی اچھا ہے۔ سالم وغیرہ کی وجہ سے بہت مدد مل جائے گی۔ سالم ایم اے کلاس کو پڑھاتے بھی ہیں۔ ورنہ وہ میرے پاس آجائے کتابیں وغیرہ

---

[1] ڈاکٹر سلطان [2] ایوب مرزا وحد چغتائی
[3] مس حنیفہ زبیر

سب بل سکیں گی ۔ ضروری مشورے بھی حاصل ہو سکیں گے۔ میں اُسے آج ورنہ کل ضرور خط لکھوں گی۔ سب سے بڑی بات تو یہ ہوگی کہ یہ تنہائی کے دن کھول سے کٹ جائیں گے۔

ہاں بھائی ظفر کا خط دوبارہ آیا ہے وہ لوگ منتظر ہیں اب یہی لکھدوں گی کہ اگست میں اختر سمیت آنا ہوگا۔ چلو گے نا؟

پرسوں سے ادیس کو شدید بخار آ گیا تھا۔ دو راتیں جاگ جاگ کر گزارنی پڑیں تم سوتے ہوگے اور میں تمھیں یاد کرتی رہی اختر! اس مرتبہ تمھارا ساتھ ہو گیا تو ایک ایک لمحہ سے اس اذیت کا کفارہ ادا کرنا ضروری ہے جو آجکل مجھے برداشت کرنی پڑ رہی ہے۔

خط لکھو اور مجھے آئندہ کا پروگرام، تنہا جاؤں یا بچوں کو لے کر جاؤں۔ جی چاہتا ہے کہ گھنٹوں اپنی باتوں سے تمھارا جی بہلاتی رہوں اور خط پڑھنے کے بعد تم محسوس کرو کہ کسی دوست سے گپ کر کے آئے ہو۔ مگر دوست تم خود خط میں INTENSITY کے قائل ہو DURATION کے نہیں دو جملے لکھو گے اور ایسے شدید کہ بجلی کا اثر پیدا ہو جائے۔ اس کا خیال کر کے طول کلامی سے بعض وقت احتراز سا پیدا ہو جاتا ہے۔

اس طرف مجھے اردو کی معقول چیزیں پڑھنے کو نہیں مل سکی ہیں تمھارے نام کے رسالے تو سب رائگاں ہوتے ہوں گے کوئی طریقہ نکل آئے تو انھیں RE-DIRECT ہی کرا دیا کرو، تازہ تحریروں سے یہ بے تعلقی ذہن کے لئے مہلک ہوگی، دہلی کانفرنس میں شرکت کے لئے کون کون سے ساتھی جا رہے ہیں؟ تم بھی کیوں نہ ہو آئے۔ واپسی پر کہیں "تصادم" کے امکانات پیدا

کئے جا سکتے تھے۔

آج کل انجمن[1] کے رویے میں کیا تبدیلی پیدا ہوئی ہے تم مجھے تفصیل سے لکھنا اور کیا کیا مصروفیتیں اور کیا کیا تفریحیں رہتی ہیں؟ سچ سچ "معصومیت" پھر احاطۂ عالم کیف میں تو نہیں لکھا تھا تم نے؟ قلم تو انگلیوں کی استواری پر شہادت دیتا ہے۔ ہاں یہ سچ ہے اکثر بےپیے نشہ سا ہو جانا بھی ممکن ہے۔

اسٹیفن والی بات جواب دہی کے قابل ہے دوست! تم جانتے ہو میرا پیار ہے تو تم سے اور میری زندگی ہے تو تم سے۔ مجھے کسی اسٹیفن کی ضرورت نہیں۔ ایک میری پارسائی نے تمھیں پارسائی کی تلقین کی ہے اور تم نے مجھ سے درس صفا لیا ہے۔ اس سے انکار نہ کرنا۔ پھر میں ایسی قیمتی شے کس طرح کھو سکوں گی جس کی بنیادوں پر میری تمھاری بے لوث محبت کی عمارت تعمیر ہو رہی ہے۔ میں تمھارے لئے ہی پیدا کی گئی تھی تمھارے انتظار میں زندہ رہی پروان چڑھی اور مرتے دم تک تمھاری ہی رہونگی میرے لئے تم ہی سب کچھ ہو۔ میری عزت کے محافظ، میرے بچوں کے نگراں میرے دوست، میرے ساتھی رفیق اور پھر ایک ہندوستانی عورت کے ساجن۔

آؤ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرا دو اور میری دنیا جگمگا اٹھے گی۔

تمھاری اپنی صفو

---

[1] انجمن ترقی پسند مصنفین۔

لکھنؤ
۵ر جولائی ۱۹۵۰ء
اختر عزیز!

تمھارا ایک پیارا سا خط پرسوں شام مجھے ملا تھا۔ تم اس درجہ بے چین رہتے ہو کہ تم سے دور رہ کر خود سے نفرت سی پیدا ہو جاتی ہے میری جان! میں کس طرح تم تک پہنچ جاؤں۔

میں نے کئی دن سے تمھیں خط نہیں لکھا۔ بڑی پریشانی میں گھر گئی تھی اویس کو خسرہ نکل آئی دن رات کی خدمت گزاری تھی راتوں کو جاگ جاگ کر میری آنکھیں دکھنے آگئیں میں تو ڈر گئی تھی کہ کہیں دانے بھول نہ آئیں شکر ہے کہ اب دانے مرجھا گئے ہیں، اگر اویس اس قابل ہو گیا تو آٹھ کو ضرور روانہ ہو جاؤں گی ورنہ پھر چھٹی کے لئے تار دینا پڑے گا۔ جیسا کچھ ہو گا تمھیں فوراً اطلاع کروں گی۔

تمھارے خط سے حسب دستور بڑی ڈھارس بندھ گئی ہے تم نے لکھا ہے کہ بچوں کو ساتھ لے جا کر اطمینان سے گھر رہو۔ میں تمھاری ہدایت کے مطابق ہی کروں گی۔ ممّی کو خط لکھا ہے خدا کرے وہ میرے پاس رہنے کا فیصلہ کر لے۔

اختر! آؤ مجھے اپنے مضبوط بازؤں کے حلقے میں جکڑ لو مجھے بھوپال جانے کے خیال سے کتنی وحشت ہے! وہاں کس لئے جاؤں؟ کون منتظر ہو گا میرا؟ کس کو پا کر گھر چھوٹنے کا غم بھول سکوں گی؟ صرف یہ تسلی مجھے لے جا رہی ہے کہ تیرے

۱؎ مسز حنیفہ زبیر

نزدیک آرہا ہوں میں"۔

آؤ تمھاری گردن میں باہیں ڈالنے کو بے چین ہوں دوست

بہت سے پیار

تمھاری اپنی صفو

لکھنؤ

۷ر جولائی ۱۹۵۰ء

میرے اختر!

خدا کرے تم خوش ہو۔

اتنے پیارے خطوط اور ایسی بے پایاں نوازش کے بعد تمھاری خاموشی جان لیوا ثابت ہو رہی ہے۔ قریب ایک ہفتہ کے ہوا کہ تم نے میری خبر نہیں لی۔ میرے لئے تمھاری محبت کا بدل دنیا کی کسی چیز سے نہیں ملتا اختر! میرا ہر لمحہ تمھارے تصور سے آباد ہے لیکن میں آج صرف تمھارے تصور کی پرستش سے ہی تسکین نہیں پاتی۔ میری گود میں تمھارے خون کی گرمی اور تمھارے دماغ کی روشنی لئے ہوئے تمھاری تصویر ہمکتی ہے اور میں اسے اپنے تمھارے پیار کا سنگم بنا کر اکثر تھیں میں جذب ہوتی ہوں تمھاری تصویر، تمھاری ادائیں تمھارا انداز، تمھاری معصومیت، یہ سب میرا سرمایہ بن چکی ہیں دوست۔ تم خود کو مجھ سے بچا کر کیسے لے جاؤ گے؟ تمھاری زندہ، جیتی جاگتی بڑھتی ہوئی تصویریں وہ جتنی تمھاری ہیں اسی قدر میری بھی ہیں! —— ہماری محبت میں جمود نہیں تسلسل ہے، رُکاؤ نہیں حرکت ہے۔ وہ بڑھ رہی ہے اور بڑھے گی۔

اختر! کل صبح لکھنؤ روانگی ہے، آج شام بھی اگر تمھارا خط نہ آیا تو بڑی مایوسی ہوگی۔

آؤ مجھے پیار کرلو میرے اپنے ساجن!

تمھاری صفیہ

بھوپال

۱۰ر جولائی ۱۹۵۰ء

عزیز اختر!

بہت سے پیار، میں نو کی رات کو بھوپال پہنچ گئی تمھارے خط کا ہنوز انتظار ہے، جادو بھی میرے ساتھ آیا ہے موسم بلا کا خوشگوار ہے، گھر رہ رہ کر کسی کو پکارتا ہوا محسوس ہوتا ہے تمھارا چھوٹا کمرہ تو ہر لحظہ تمھاری آہٹ کا منتظر ہے دوست! آؤ مجھے سینے سے لگا لو مجھے امان مل جائے گی ساری الجھنوں سے۔

خط لکھو ورنہ میں تو مر جاؤں گی اس طرح —

تمھاری اپنی

صفیہ

بھوپال

۱۳ر جولائی ۱۹۵۰ء

اختر عزیز، میری جان

بہت سے پیار، خط ملے، خیریت معلوم کر کے قدرے اطمینان ہوا تم خود میری عادتیں بگاڑ کر الگ ایک اس طرح بے نیاز سے ہو جاتے ہو کہ بار بار مرنے کا مزہ آجاتا ہے ہر ممکن وہم ذہن پر مسلط ہو جاتا ہے اور بس کیا بتاؤں دل و دماغ

پر کیا گزر جاتی ہے۔

تم نے الیس۔ ایم نواب کے نئے پروگرام کا حال لکھا، ظاہر ہے کہ جب تمھیں فی الحال گانے بھی نہیں لکھنا تو خواہ مخواہ تنخواہ لیتے رہنے سے تمھیں شرمندگی ضرور ہو گی۔ تم بخوبی ان کا ہاتھ دوسرے امور میں بٹا سکتے ہو۔

تم نے مجھے روپے بھیجے ہیں جو آج مل بھی گئے۔ اس بار تو میرے پاس ضرورت سے زیادہ ہی پیسے آ گئے تھے۔ اب میں یہ رقم جمع کر کے رکھوں گی۔ ہاں منی کو میں نے لکھنؤ سے بھی لکھا تھا اور یہاں سے بھی ایک خط بھیجا ہے کہ وہ میرے پاس ہی آ جائے۔ ملازمت کی پرواہ کئے بغیر۔ امتحان ضروری ہے ملازمت کا مسئلہ ثانوی۔ اب وہ عنقریب میرے پاس آ ہی جائے گی۔ اختر! اگر خدا نخواستہ میرا برتاؤ منی سے ذرا بھی ترچھا رہا ہوتا تو وہ تمھارے کہنے سے بھی میرے ساتھ رہنے پر راضی نہ ہوتی۔ پچھلی بار وہ صرف دو دن کے لئے آئی تھی۔ میں نے اسے بامرار بیس دن روکے رکھا۔ مجھے وہ عزیز ہے اس لئے بھی کہ تمھیں عزیز ہے اور اس لئے بھی کہ وہ میرے دل کو ہمیشہ اپنی طرف کھینچتی ہے تم مطمئن رہو دوست میں تمھیں تمھاری بہن سے شرمندہ نہ ہونے دوں گی۔

یہاں کے حالات موسم کی خوشگواری کا جان لیوا ثابت ہو رہی ہے۔ صبحیں اور شامیں کیسی تشنہ گزرتی ہیں اختر! رات بھر بے پناہ خنک ہواؤں کے جھونکے تھپکی دیتے رہتے ہیں۔ تمھارے کمرے میں تمھارے پلنگ پر چادر اوڑھ کر سوتی ہوں۔ راولپی اپنی قدیم جگہ پر تنہا پڑا رہتا ہے۔ اے خلل ہے دماغ کا، نہ کہو گے؟ سنگر کے پڑوس سے خاصی گہما گہمی رہتی ہے۔ چار عدد بچوں کا اودھم بہت ہوتا ہے۔ نیچے کے حصے سے گپتا اٹھ گئے ہیں۔ ان کی جگہ ——————

منوچا[1] مع اپنی نوعمر بیوی آ گئے ہیں۔ بڑی شاداب لڑکی ہے، دیکھ کر جی خوش
ہوتا ہے۔ شہاب[2] بھی شادی شدہ ہو گئے ہیں۔ بیوی کو گھر چھوڑ کر آئے ہیں
جہیز توقع کا دسواں حصہ بھی نہیں ملا۔ بہت مایوس ہیں۔

عزت اگروال[3] گپتا بدستور ہیں۔ عزت آتے رہتے ہیں، تم کو یاد کرتے ہیں
کالج میں حسب دستور پڑھائی شروع ہو گئی ہے، جلیس[4] کے آنے جانے سے
میرے لئے بہت کم کام رہ گیا ہے، جلیس بہت ہی سیدھا اور فرمانبردار سا آدمی
ہے، ہر بات مجھ سے پوچھنی ضروری خیال کرتا ہے۔ لوگوں پر اس بات کا بڑا
رعب ہے کہ ایک پی۔ ایچ۔ ڈی بیچارا میری زد میں آ گیا۔

اور سنو، رشید الظفر صاحب کے والد بزرگوار کا ساڑھے اٹھائیس ہزار
روپے سالانہ کا اسکالرشپ فنڈ ہے جو اب تک دبا ہوا تھا اس سال سے باقاعدہ
وظائف جاری ہوں گے۔ چودہ ہزار ولایت کے لئے باقی ہندوستان کے لئے
اس کی کمیٹی قائم ہوئی ہے جس میں تربینی سرن اور مولوی محمود جیسے "قلاوزی"
حضرات ممبر ہیں۔ اس میں رشید الظفر صاحب نے میرا نام پیش کیا اور وہ منظور
ہو گیا بھوپال میں بڑا SANSATION ہے ندیم نے بڑے زور دار طریقے پر
میرا نام دیا ہے، ممبری کے علاوہ باہر جانے کے لئے وظیفہ اس سال نہیں تو آئندہ
سال مل جانا قطعی ممکن ہے مگر ــــــ ؟ ہاں لکھنؤ سے TALK کی تاریخ
چوبیس اگست مقرر ہو کر آئی ہے، اب مضمون[5] سو فیصدی تحقیقی لکھنا ہے میرے
بس کی چیز نہیں، یہ تم سمجھ لو۔ پھر اس کے بعد جو پروگرام مناسب خیال کرو۔

---

[1] مسٹر منوچا پروفیسر حمیدیہ کالج بھوپال [2] شہاب اشرف [3] راجیشور گرو پروفیسر ہندی حمیدیہ کالج بھوپال [4] ڈاکٹر گیان چند جین [5] علم و ادب کے نشو و نما میں خیرآباد کا حصہ

سنا ہے مہدی[1] آئے ہوئے ہیں۔ ان کے ساتھ آسکتی ہوں۔ مگر تم لکھو تو سہی "سویرا" میں تمھاری تصویر دیکھ دیکھ کر تم سے بہت سی پیار کی باتیں ہوتی ہیں اب کی تم سے اس درجہ پیار سے ملنے کو جی چاہتا ہے کہ تم بھی گھبرا اٹھو اختر! کیا ایسا ہونا ممکن ہے؟ اب تک تو تمھاری ہی "محبت" غالب رہی ہے۔

ہاں بے موقع یاد آئی بات، مگر یاد آگئی تو لکھ رہی ہوں، تم نے ملازمہ بڑھا لینے کے لیے مشورہ دیا ہے تو کیوں ایسی بات کی جائے جو خدا نخواستہ کل پیسے کم ہونے کی وجہ سے تبدیل کرنی پڑے، دوسرے یہ کہ دو نوکروں کے ہونے سے CRISES پیدا ہونے کے امکانات ہی رہتے ہیں۔ ویسے میں مرڈن کی لڑکی چندا کو مستقل اپنے پاس رکھ لوں گی اس سے مدد ملے گی اور اس کو بھی آرام ملے گا ٹھیک ہے نا؟

اب رات کے دس بج گئے ہیں۔ تمھارا تصویر میرا رفیق رہیگا۔ اور میں تمھیں اپنے سینے میں آباد کر کے سو جاؤں گی۔

تمھاری صفو

محبوب منزل

۱۷ر جولائی سنہ ۱۹۵۰ء

۱۰ بجے شب

اختر عزیز!

آج سہ پہر تمھاری اندرہ کی لکھی ہوئی تحریر ملی تمھارے پچھلے خطوط بھی مجھے مل گئے تھے گو کہ ایک خط ٹھیکیدار صاحب کی بیگم صاحبہ کے مطالعہ کے

---

[1] محمد مہدی

بعد مجھ تک پہنچ سکا۔ اس پر بھی رشک پیدا ہے! بہرحال۔
کتابوں کا پارسل بھی پہنچا۔ کیسے پیار اور کتنی انوکھی محبت کیا تھا تم نے
مجھے یہ کتابیں بھیجی ہیں دوست! تمھارے PHYSICAL ATTRECTION
سے بھی ہمیشہ خود کو کم ہی پایا اور آج تمھارے اس ذہنی لگاؤ کے برابر بھی
خود کو نہیں پاتی۔ تمھاری بلندیاں میں نہ چھو سکوں گی دوست! میں وہ
رفعتیں کہاں سے لاؤں کہ تمھارے برابر خود کو کر سکوں۔ میں ان اچھوتی
بلندیوں کی پوجا ہی کر سکتی ہوں میں نے ہمیشہ تمھارے سامنے سر جھکایا ہے
اور ہمیشہ سر ہی جھکاؤں گی۔ تم بہت اونچے اور بہت پیارے ہو۔ اور اپنی
اس بلندی ہی کے باعث ہمیشہ ہمیشہ UNATTAINABLE تمھیں حد سے
زیادہ پا لینے پر بھی یہ احساس غالباً مجھے باقی رہتا ہے کہ تمھیں نہیں پایا
مگر تمھارا تعاقب کرنے سے میں کبھی نہ تھکوں گی دوست! تم تک پرواز
کرنے کی کوشش میں مجھے لذت ہے راحت ہے۔
منی آرڈر کی رسید تمھیں گزشتہ خط میں لکھ چکی ہوں۔ تمھارے بھیجے ہوئے
پیسے مجھے کس درجہ غنی بنا دیتے ہیں۔ میرے غرور کی حد نہیں رہتی تم میرے کفیل ہو
اور نگراں۔ بچے کیسی متحیر نگاہوں سے خوش ہو ہو کر دیکھتے ہیں اُمی نے اتنے پیسے
بھیج دیے اتنے بہت سے کیوں بھیجے ہیں اُمی؟ اور سنو عید کی تین دن کی چھٹیاں
تھیں۔ کیسا جی چاہ رہا تھا کہ دو چار دن کی چھٹی اور لیکر چلی پڑوں ڈیڑھ دو دن تک
پلنگ پر لیٹ لیٹ کر اسکیمیں سوچیں۔ آخرش اس کشمکش کا یہی حل سمجھ میں آیا کہ
بچوں کی راحت کیلئے اپنی اور تمھاری خوشیوں کا خون کیا جائے اور یہ تین دن
یہیں مرکر گزار دیے جائیں۔ کل کا دن ایسی اختلاجی کیفیت میں گزرا کہ نہ پوچھو
ہر لمحہ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ کسی انتظار میں گھڑیاں گزر رہی ہیں۔ آج عید تھی

بچوں کی خوشی کرنی ہی تھی۔ بس پر نہ سویاں پکائیں اور نہ کپڑے بدلے دوپہر کو زبردستی عزت اپنے گھر بلا کر لے گئے۔ کچھ وقت وہاں گزر گیا بقیہ عرصہ جیسے گزرا اس کا بیان تم سے ممکن ہے جادو اویس ہنگامے برپا کرتے رہے موسم الگ جان لیوا ثابت ہو رہا ہے دوست شاید تمہارے آغا بک کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کجری ہے۔

"ایسے دن برکھا رت آئی گھر نا ہیں ہمرے شیام رے"

راتیں تو بے چین کر کے رکھ دیتی ہیں۔ کاش، ہوا کم خنک ہوتی، اور جھونکے اس درجہ بے پناہ نہ ہوتے۔

تم نے بمبئی سے باہر جانے کا ارادہ ظاہر کیا ہے نہ جاؤ میری جان مجھے رشک کی آگ پھونک کر رکھ دے گی اپلیگست آہی رہا ہے۔ جو بسیرا کو TALK ہے عثمان کو یہیں چھوڑوں گی اویس جادو کو لے کر سولہ کو لکھنؤ اسی ٹرین سے روانہ ہو جاؤں گی۔ جب سے تم بمبئی سے آؤ گے دونوں لکھنؤ تک کا سفر ساتھ کریں گے۔ اب کہیں اور مت جاؤ۔ میرے پاس تو بچے ہیں، گھر ہے، ملازمت ہے جان پہچان کے لوگ اور ڈھنگ کی جگہ سبھی کچھ ہے۔ تمہاری پریشانی مجھ سے بہت بڑھ چڑھ کر ہے، مگر تم تو بہت مستقل مزاج ہو میری جان! یہ دن اور گزار لو۔

مبیّ کا ابھی تک کوئی جواب نہیں آیا ہے مجھے اسکا انتظار ہے اویس بھی روز سوال کرتا ہے کہ منی آپا کیوں نہیں آئیں؟ دیکھو۔

تمہاری بھیجی ہوئی کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیا ہے۔ سوچتی ہوں کہ "نقد حیات" پر ایک مضمون لکھوں، اس کتاب نے مجھے بہت PROVOKE

۱؎ مضطر خیرآبادی مرحوم

گیا، مگر "فرصتِ کشاکشِ غمِ پنہاں سے گر ملے"۔

اچھا خط لکھو، میرے سب دکھ درد دور ہو جاتے ہیں تمھارا خط پا کر۔ یہ دن بمبئی میں ہی گزار دو۔ اب کہاں اِدھر اُدھر ڈانواڈول پھرو گے۔ خلیل صاحب کو آداب کہو، خود کو بے شمار پیار۔

تمھاری

صفو

بھوپال

۱۸ر جولائی ۱۹۵۵ء

جانِ عزیز!

گزشتہ رات ایک خط لکھ چکی ہوں جو آج ہی پوسٹ ہوا ہے۔ صبح ڈاکٹر ہری واستو کے باپ کی موت ہو گئی ہے اُن کے یہاں ہون تھا چنانچہ ایک آدھ گھنٹہ کے لئے وہاں شرکت کی۔ ابھی شکلا صاحب کوئی پانچ منٹ کے لئے "تعزیت" کہنے آئے تھے جادو کی مضطرب طبیعت ہر ممکن شرارت پر اُسے اُکساتی رہتی ہے اور بعض وقت میری زندگی واقعی وبال بن کر رہ جاتی ہے اِس وقت بھی جادو گھٹنے سے ٹکے ہوئے دھکے لگا رہے ہیں اور خط نہیں لکھنے دیتے لیکن جب وہ ساتھ ہو تو جینا اور مشکل ہو جاتا ہے۔

قلم میں نے خرید لیا ہے اس کا اندازہ تو تم بے لکھے بھی کر سکتے ہو۔ SHEAFFERS ہے چوبیس روپے ٹھک گئے اب ملو گے تو تمھارا اپنا قلم خود لے لوں گی اور یہ قلم تم رکھ لینا۔

میرا پچھلا مفصل خط ملا؟ جی چاہتا ہے دن دن بھر تم سے باتیں کرتی رہوں پہلے کی باتیں شروع کرنے سے ڈرتی ہوں کہیں تمھارے دل کو کسی چیز سے

تکلیف پہنچ گئی تو مناتے مناتے ہفتہ لگ جائے گا اور اس دوران میں میرا اور تمھارا خون آرزو ہوتا رہے گا۔ لیکن پھر گزر کیسے ہو۔ تم سے باتیں کئے بنا۔

بھوپال کی خوشگوار فضا جہنم بن گئی ہے موسم سے شکایت ہے کاش یہاں بھی لکھنؤ کی سی گرمی اور وہاں کا سا حبس ہوتا۔ تم سے دوری اس درجہ اذیت انگیز تو نہ بنتی۔

بچوں کے پیچھے صبح و شام گزر جاتی ہے۔ دونوں میں منٹ منٹ بھر میں لڑائیاں ٹھن جاتی ہیں پھر فیصلے کرو، ایک دوسرے کو ملاؤ راضی کرو یہ تمام شامتیں ذمے آجاتی ہیں، تھک سی جاتی ہوں آج ڈاکٹر سلطان کی بچیوں کو، عزت کی بہنوں کو، اور ان پڑوس کی لڑکیوں کو جنکی گزشتہ سال ٹیوشن کی تھی شام کو بلاوا بھیج دیا ہے چھ سات لڑکیاں جمع ہوجائیں گی سب بے چاریاں بہت پیار سے پیش آتی ہیں۔ کچھ ان کی خوشی ہو جائے گی۔ مطمئن رہو۔ فی الحال STEPHAN بننے کا ارادہ نہیں ہے۔

ریڈیو کی TALK لکھ ڈالی CONTRECT میں نے بھیج دیا ہے کل تقاضا آیا تھا۔

کل، دوپہر تمھارا شب، امید کا سہارا دلانے والا خط بھی مل گیا، عید کا دن تمھارا مجھ سے بھی برا گزرا ہوگا اس کا مجھے یقین ہے تمھاری تندرستی کا کیا عالم ہے؟ کچھ موٹے بھی ہوئے دوست؟

شہاب اکثر آجاتے ہیں اور اپنی شادی کی داستانیں سناتے رہتے ہیں ابٹن لگا اور مہندی رچائی گئی وغیرہ۔

کالج میں آج بھی چھٹی تھی۔ بکمبخت قسمت کہ محرومی میں دن بیت گئے

ابھی بہت عرصہ گزارنا ہے۔ دن گن گن کر کٹیں گے اور پھر تمھاری شرمائی مسکراہٹ اور رسیلی نظر سے دو چار ہونا ہے بعض وقت تو خود بھی جھجک سی محسوس ہوتی ہے لیکن زیادہ تر یہی تصور کرتی ہوں کہ بے محابانہ دوڑ کر دونوں بازوؤں میں تمھیں بھر لوں گی اور لپٹ جاؤں گی تم سے ۔

تم نے بمبئی سے باہر جانے کو لکھا تھا۔ مت جاؤ دوست، اب میرے ہی پاس آنا۔ اچھا

تمھاری

صفو

بھوپال

۲۵ جولائی ۱۹۵۰ء

اختر عزیز!

بہت سے پیار

تمھیں اس طرف کئی دن سے خط نہ لکھ سکی ۔ سنیچر ہی کو منی فاطمہ بہن اور شمیم یہ سب جاوہرے سے آ گئے۔ فاطمہ بہن آج گوالیار گئیں منی میرے پاس ہے۔

منی کے ٹھہر جانے سے بڑی ڈھارس ہے ابھی تو اسے بڑی ذہنی کشمکش ہے ملازمت کے لئے میں نے اسے سمجھا بجھا کر یقین دلایا ہے کہ اس سال یکسوئی سے مطالعہ میں وقت گزارے، گزشتہ سال کی تلافی ہی بہترین بات ہو گی۔ اور یہ بات قریب قریب سمجھ میں آ گئی ہے اُس کے ۔

اویس آج کل پھر بیمار ہے ۔ سخت وحشت ہے خط کب؟

لکھو گے؟

تمھاری صفیہ

بھوپال

۲۰ر جولائی ۱۹۵۰ء

عزیز اختر!

بہت سے پیار اور بے شمار دعائیں

آج دوپہر کی ڈاک سے تمھارے دو خط ملے۔ ایک عید کی صبح کا لکھا ہوا دوسرا درخواست سے متعلق۔

اختر! بہت کم ایسا ہوا ہے کہ میں نے فوراً تمھاری ہدایات کی تکمیل نہ کی ہو۔ اس مرتبہ بھی مجھے اصولاً فوراً کام شروع کر دینا چاہیے تھا، مگر مجھے تم سے باتیں کرلینی ضروری معلوم ہو رہی ہیں۔ اس سے قبل کہ تمھارے ایما پر کوئی اقدام کروں۔

پہلی بات تو یہ کہ درخواستوں کی تاریخ ۱۵ر جولائی تھی، تمام درخواستیں لی جا چکی ہیں البتہ میٹنگ جولائی کے چوتھے ہفتے میں ہوگی، رشید الظفر صاحب بمبئی ہی گئے ہوئے ہیں، لہٰذا ان سے مل کر گفتگو بھی ممکن نہیں۔ دوسری بات یہ کہ پرنسپل محمود تراجو جو کمیٹی کے ممبر ہیں وہ غالباً پوری مخالفت میرے سلسلے میں کریں گے اور جو 1600-۲۰۰ ان کی فی الحال حاصل ہے اس کے کھو جانے کا پورا خدشہ ہے، نتیجے کے طور پر ایسا نہ ہو کہ وظیفہ جائے سو جائے ملازمت میں بھی بدمزگی پیدا ہو، تیسرے یہ ممبری والا مسئلہ بھی یقیناً اہم ہے۔ اس پر بھی بحث پیدا ہو سکتی ہے خیر، اگر ارادہ راسخ ہو تو یہ دشواریاں چنداں اہم نہیں بنیادی دشواری جو میرے اور تمھارے لیے ایسی مہم سر لیتے ہوئے راستہ میں حائل ہے

دو بچوں کی ہے اختر! تم اس سے انکار نہ کروگے کہ چار و چھ سال کا ہونے کو آیا اور دلیپ پانچواں سال شروع کر رہا ہے۔ ان دونوں کو میں نے اب تک سینے سے لگا کر رکھا ہے اور ان کے لئے ہر طرح کی تکلیف میں نے برداشت کرلی ہے، میں بری ماں ثابت نہیں ہوئی اور وقت پڑنے پر میں نے باپ کے فرائض بھی ان کے لئے پورے کئے ہیں، اب جبکہ تم اسطرح پریشان کن اور مڈل کلاس حالت میں بمبئی کی اذیت بھری زندگی گزار رہے ہو ان دونوں کو تمہارے سر ٹیک کرا اپنا CAREER بنانے امریکہ چلی پڑوں، یہ عملاً کہاں تک درست ہوگا اور کہاں تک ممکن؟ میں اپنی ذاتی ترقی اور ناموری کی خاطر تمہارا ساتھ چھوڑ کے اور بچوں کو محروم کر کے کیسے جا سکونگی تمہارا جذبہ درست لیکن میری طرف سے بھی تو دیکھو دوست! تم اگر دونوں بچوں کو سمیٹنا بھی چاہو تو پریشان ہوجاؤ گے اور زیادہ۔

پھر ساتھ ہی یہ کہ تم سے ڈیڑھ دو سال کے لئے چھٹ کر اسطرح دیس بدیس پھرنا میرے لئے EMOTIONALLY ناقابل عمل سا ہے میری جان! تم ٹھہرے شاعر! تم اگر یہ کہہ سکتے ہو "تو کہے گی تو محبت نہ کرونگا تجھ سے" تو تم SHELLEY والی محبت بھی برت سکتے ہو کہ تجھے نہیں میرے تصور کو چاہتے ہو! میرا حال تم سے بہت مختلف ہے۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے اس لئے مجھے تم سے پیار ہے میں ایسی آزمائش میں کیسے پڑجاؤں اپنے CAREER کی خاطر؟ اختر! اگر تم چودہ برس بھی مجھ سے دور رہو تو میں تمہارے ہی آسرے جیوں گی، مگر میں خود تو تم سے دور نہ جاؤں گی دوست!

آج تم نے یہ کیسا مطالبہ کیا میرے ساجن کہ میں اسکی تکمیل کیلئے خود کو

اہل نہیں پاتی اختر! میں تو تمہارے ہی قدموں میں رہ کر یہ زندگی گزار لے جاؤں
یہی میرے لئے سب کچھ ہے۔ اب میرے لئے کوئی بڑائی تم سے الگ ہو کر منتظر
نہیں ہو سکتی۔ میں اگر ملازمت کر رہی ہوں تو کسی اعزاز کی خاطر نہیں، اپنی
شخصیت کا وقار بڑھانے کے لئے نہیں۔ بلکہ اپنے اور تمہارے حالات کو آسان
بنانے کے لئے۔ آج تمہارے حالات ہموار ہو جائیں تو میں ملازمت چھوڑ چھاڑ
پوری طرح خود کو تمہاری خدمت کے لئے وقف کر دوں پھر اس M.ED
کی اہمیت کیا باقی رہ جائے گی۔ تم دوبارہ میری طرح سے سوچو اور میری طرح
سے محسوس کرو اور تب بھی تمہارا فیصلہ اٹل رہے تو مجھے کوئی عذر دوڑ
دھوپ کرنے میں نہ ہو گا۔

"سویرا، کالج کے پتہ پر آیا تھا اور مجھے مل گیا تھا تاباں کو خط لکھ دوں گی
بھائی ظفر کو بھی لکھوں گی گو کہ وہ ناراض ہوں گے۔ مجھ سے خیرآباد
نہ آنے پر۔

یہاں کا موسم بے اندازہ PROVOKING بن گیا ہے
راتیں ایسی خنک۔ اور دن ایسے خوشگوار کہ تم بمبئی میں بیٹھ کر اندازہ
نہیں کر سکتے۔ پہاڑیاں سرسبز ہو رہی ہیں اور میدان میں بھی ہریالی
ہی ہریالی نظر آتی ہے۔

"تم ہوتے تو کاہے کو کھٹکتی یہ نظر"

آؤ اختر! مجھے اپنے میں جذب کر لو، میں نے بہت تپسیائیں کی ہیں
تم کو پالینے کے لئے سات سال گزار رہے ہیں کہ زیادہ تر میں تم سے الگ ہی
رہی ہوں۔ میری تشنگی دن بدن بڑھتی ہی جا رہی ہے، میں اب تم سے زیادہ
دنوں دور نہیں رہ سکتی۔ اختر مجھے تمہارا سا کھو جانا ہے اور تم، تم مجھے اپنے سے لگا لو

میل کے فاصلے پر بھیجنے کا ارادہ رکھتے ہو، تمھاری اس شاعرانہ محبت سے میں واقعی ڈرتی ہوں۔ میرے اپنے اختر! آؤ مجھے اس طرح خود میں چھپا لو کہ میرا وجود الگ کوئی حیثیت ہی نہ رکھے۔ بس تم ہی تم رہو اور تم میں میں بھی۔

تمھاری صفو

بھوپال

۲۶ر جولائی ۱۹۵۰ء

اختر عزیز!

تمھارا خط ملا۔ میں جانتی ہوں کہ تم بے غرضانہ محبت رکھنے کے بھی اہل ہو دوست۔ تم اپنی سطح سے بلند ہونے کی صلاحیت رکھتے ہو، اور میں لکھ ہی چکی ہوں کہ میری سطح ہموار سہی، مگر تمھاری بلندیوں تک پہنچنے سے اکثر قاصر رہ جاتی ہے اور ایسے ہی نقطوں پر میرے تمھارے درمیان مفاہمت میں دقت پیدا ہوتی ہے۔ ورنہ نہیں۔

تمھارا سمجھایا ہوا سب کچھ میری سمجھ میں آ گیا اختر! آخر جب میں تم پر اعتماد کرتی ہوں تو کیا خود کو سونپ چکنے کے بعد اپنے بچے جو اسی قدر تمھارے بھی ہیں۔ تمھیں سونپ نہ سکوں گی۔ تم یقین رکھو میں اس سال بھر میں اس کے اہتمامات کراوں گی کہ آئندہ وظیفہ ملنے کی شکل مکمل ہو جائے اختر در اصل بچوں کا خیال اکثر مجھے ضرورت سے زیادہ SENTI-MENTAL بنا دیتا ہے اور میں ڈر جاتی ہوں کہ کہیں اپنے مقصد کے سامنے ان کے حقوق کو قربان تو نہیں کر رہی۔

بچوں کے بارے میں مجھے تم پر پورا بھروسہ ہے۔ لیکن تمھارے حالات پر

نہیں۔ خدانخواستہ تم کل PRISONER بن گئے تو؟

البتہ میں تم سے اس بات پر ضرور لڑ دوں گی کہ تم نے میرے خود دور نہ جا سکنے اور ساتھ ہی تمہاری دوری کو برداشت کرتے رہنے کو ایک منطقی مغالطہ بتاتا ہے۔ تم جانتے ہو کہ میں علی گڈھ میں بھی تھی تو ہر لحظہ اسی بات کی متمنی کہ تم مجھے اپنے پاس بلا لو اور اب بھی میری تنہائی کے دن اسی انتظار میں گزر رہے ہیں خود تم سے الگ جانا میرے لئے یقیناً آسان بن جائے گا۔ جب میں اسطرح سوچوں گی کہ یہ بھی تمہاری خوشی ان خواہش کے مطابق ہے ظاہر ہے کہ یوں بھی تمہاری خدمت سے محروم ہی ہوں۔ تمھیں مجھ سے کیا راحت پہنچ رہی ہے۔ اگر تمھیں کوئی ذہنی سہارا مجھ سے حاصل ہے تو وہ ہر جگہ سے تمھیں حاصل ہو سکتا ہے ہاں میری دعائیں مستحکم رہنی چاہئیں۔ بہرحال آئندہ سال تک حالات کو اس طرح ہموار کر لوں گی کہ اگلا وظیفہ مل سکے۔

ادبیں مستقل بیمار ہے کالج میگزین کی تیاریاں بھی شروع ہو گئی ہیں اُسے بھی ٹھیک ٹھاک کرنا ہے۔ جامعہ آگرہ سے ادیب ماہر کا ایک پرچہ بنانے کی تحریر آئی ہے۔ وہ بھی کرنا ہوگا۔ شاہراہ کو مضمون تلاش کر کے بھیج سکوں گی۔ آنند ۱۹۶۰ء کا بہترین ادب آ گیا ہے۔

اختر! تم مجھے اپنی توقعات سے کبھی گھٹ کر پاؤ تو مجھے سہارا دیا کرو کہ میں اُبھر سکوں۔ تمھارے ہی سہارے میں زندگی میں اتنی دور چل کر آ گئی۔ مجھے تم سے وہ عقیدت ہونی ضروری ہے جو مجھے تمھاری خوشی کے علاوہ ہر مصلحت اندیشی سے بیگانہ بنا دے۔ مجھے یقین ہے کہ جس طرح آج تک تم نے مجھے اپنی محافظت میں رکھا ہے یونہی زندگی کے ہر قدم پر مجھے تمھاری سرپرستی اور محبت

حاصل رہے گی۔ آؤ مجھے اپنے بازوؤں میں گھیر لو میں اطمینان کا سانس لے سکوں گی۔ باہر بہت پریشانیاں ہیں دوست!۔

بہت سے پیار
تمھاری

صفو

بھوپال
۲۷ر جولائی ۱۹۵۰ء
عزیزہ اختر!
ہزاروں پیار اور بے شمار دعائیں

تمھارے دونوں خط اور رجسٹری ملی۔ تمھاری محبت میں اکثر ایسا مزا پایا ہے دوست جس سے زندگی کبھی لذت آشنا نہ تھی تم نے میری TALK بمبئی کی ہنگامہ خیز زندگی سے فرار اختیار کر کے لکھوائی۔ تم کیا کچھ کر سکتی ہو میرے لئے؟ میں ہمیشہ محمود کو تم سے کم ہی پاؤں گی۔ میں واقعی وہ بلندیاں چھو نہیں سکتی۔ جہاں تم پہنچ جاتی ہو۔

میں نے پچھلا خط بھی پریشانی آمیز لکھا تھا۔ بچے بہت بیمار رہے اور لیس بہت کمزور ہو گیا ہے۔ منی اور میں پوری توجہ اور خدمت صرف کر رہے ہیں۔ جاوید کی طبیعت اب رو بہ اصلاح ہے۔

منی کے لئے تم کو قطعی فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں اسے اپنے سے زیادہ نہیں تو اپنے بچوں ہی کی طرح رکھوں گی اس کا خود کا سلوک اس پیار اور محبت کا مستحق ہے دو چار بار کے ساتھ نے ہم دونوں کو بہت قریب تر بنا دیا ہے تم منی کی ذمہ داری مجھ پر چھوڑ کر تو دیکھو دوست تم نے جو بیسوں کی بات لکھی تھی مجھ

میں نے اس سے نہیں کہی ریپیوں وغیرہ کا REFERENCE میں کبھی دینا پسند نہیں کرتی۔ کہیں یہ چیزیں دل آزاری کا باعث نہ بن جائیں۔
"شاہراہ" کو مضمون اتوار کے بعد بھیج دوں گی، آجکل کالج میں الکشن کا زور ہے۔ کیلاش اور عالیہ عسکری کی پارٹی دیوی سرن کو نمایندہ بنا کر محسن کی پارٹی سے ٹکرا رہی ہے۔ نہ پوچھو احوال۔
تمھاری نظم کب پڑھوں گی؟ شمالی کوریا والی نظم کہاں چھپوا رہے ہو؟ اچھا ہے تم پھر اپنے مرکز پر آ گئے، اب کچھ دن حت چھپکنا سا تھی۔
شاعری سے زیادہ تمھیں کوئی چیز راس نہیں آتی۔
خط لکھو، حالات لکھو۔ میرے بہت سے پیار تمھارے لئے ہیں۔

تمھاری اپنی

صفو

بھوپال

۲۸ جولائی ۱۹۵۰ء

اختر عزیز!

کل ایک خط لکھ چکی ہوں، تمھاری خیریت میں دل لگا ہے نظم پڑھی تھی، تم نے انجمن میں؟ کیسی رہی؟ غزل جو تم نے لکھی ہے تمھارے زمانے سے کم سے کم دو سو برس پہلے والے شاعر کا رنگ تغزل ہے، یہ بیٹھے بیٹھے تمھیں کیا سوجھتی ہے، پھر بھی اس کے بعض اشعار مجھے بہت چبھ گئے۔ اب معلوم ہوا کہ میری ہی کہی ہوئی بات کو تم نے شعر میں پرو دیا ہے۔ آج کل گھر پوری طرح بھرا ہوا ہے، نشاط شمیم اور ایک حادثے سے آیا ہوا لڑکا سب باہر کے کمرے کو آباد رکھتے ہیں

منی علی گڑھ جانے کی تجویز پیش کرتی رہتی ہے، گوالیار کی ملازمت کے لیے بھی کوشاں ہے۔ غرضکہ طرح طرح کی خلشیں پیدا کرلیتی ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ جس طرح ہو وہ بے فکر ہو کر پڑھ سکے، دیکھو نشار کا نتیجہ اگنفیں کو نکلے گا۔

بچوں کی بیماری کا سلسلہ چلا ہی جاتا ہے اختر! کیا میری تمام زندگی یونہی ناکام سی گزرے گی؟ کیا میری خدمتیں تمھارے لئے کبھی وقف نہ ہو سکیں گی؟ میں دور ہی سے تم کو پوجا کروں گی اور دور ہی سے تم مجھے پاس آنے کے اشارے کرتے رہو گے؟

آج پانی اس طرح برس رہا ہے گویا پھر نہ برسے گا۔ برہا کی آگ تو ایسے میں اور بھی بھڑک اٹھتی ہے دوست!

تمھاری صفیہ

بھوپال

۲ر اگست ۱۹۵۰ء

اختر عزیز!

بہت سے پیار۔ تمھارا خط ملا۔ ہیں تھیں دو تین دن سے خط نہ لکھ سکی اولیں اور جاوید دونوں بری طرح بیمار ہیں پوری رات جاگتے کٹتی ہے دعا کرو کہ میری پریشانی دور ہو بعض وقت تو کشتی ڈوبتی سی نظر آتی ہے اختر! یہ بچے ہی میری لنگڑی لولی زندگی کے لئے بیساکھی کا کام کرتے رہے ہیں دور ہی سہی مجھے ذہنی سہارا دو مجھے اس کی ضرورت ہے دوست۔

منی اچھی طرح ہے اور میرا ہاتھ بٹاتی ہے مگر ایک مستقل غم یہ بھی ہے کہ اس کا میرے پاس رہنے کا قطعی ارادہ نہیں، وہ کہتی ہے ملازمت مل گئی تو بھوپال رہے گی ورنہ گوالیار کی ملازمت مل گئی تو وہاں رہ کر تیاری کرے گی میں اسے کھنٹوں سمجھاتی

ہوں کہ انسان کو اپنا ایک روشن مقصد ساتھ رکھ کے اس کیلئے سعی کرنی چاہئے DIVIDED MIND زندگی کے لئے مہلک ثابت ہوا کرتا ہے۔ شہاب ہر دوسرے تیسرے دن آکر بڑی دیر تک بحث کر جاتے ہیں لیکن فی الحال اسکے عزائم میں تبدیلی ہوئی نظر نہیں آتی۔ میں نے اس سے وعدہ کیا ہے کہ کبھی اگر یہاں رکنے قیام کیلئے ملازمت ہی کی شرط ہے تو میں اسکی پوری کوشش کروں گی تاکہ تم مجھے ایسے میں بے سہارا نہ کر جاؤ۔ خبر سن رہی ہوں کہ عنقریب کیمبرج میں کوئی جگہ خالی ہو رہی ہے جاؤں گی اس کے لئے۔

اختر! منی کا قیام تو میرے لئے خود ذاتی سکون اور مسرت کا باعث ہے میں خود غرضانہ طور پر سوچتے ہوئے یہی چاہتی ہوں کہ وہ میرا ساتھ دیجائے لیکن ظاہر ہے کہ اگر وہ اس طرح محسوس کریگی کہ یہاں کا قیام کسی طرح بھی اس کے مقاصد میں مخل ہے تو میں اس سے شکایت نہ رکھوں گی میں نے ہی اس کے ساتھ کیا کر دیا ہے جو اس سے وسیع توقعات رکھو سکوں یہ جانتی ہوں کہ اگر وہ میرے پاس رہ گئی تو ناخوش نہ رہے گی۔

دونوں بچے بری طرح بیمار ہیں۔ رعنا کسی طرح بچتی نہیں اور مسلسل بخار ہے نہ جانے کیا حصہ ہے ان بچوں کی شگفتگی اکثر مجھے بڑے معصوم طریقہ پر شگفتہ بنا دیتی ہے۔ اور ان کی افسردگی سے دل پر عجیب فشار کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

تم مجھے پیارا سا خط لکھو۔ اگست میں ضرور ملو ورنہ تمہارے سر سے تو اونچا گزر گیا پانی" والی حالت ہو جائے گی۔ تمھیں دیکھے ہوئے ترس گئی ہیں یہ آنکھیں اب اور نہ ترساؤ اختر!

تمھاری اپنی صفو

بھوپال

۸ر اگست ۱۹۵۰ء

اختر عزیز!

آج تقریباً ایک ہفتہ بعد تمھیں خط لکھنے بیٹھی ہوں جادو اور اویس کی بیماری نے خاصا طول کھینچا۔ ان دونوں کی تیمارداری اور ذہنی پریشانیوں کا اثر یہ ہوا کہ مجھے بھی حرارت آنی شروع ہو گئی حرارت تو اب نہیں لیکن جسم کی حدت حیرت انگیز حد تک بڑھ گئی ہے راتوں کو نیند کسی طور نہیں آتی دماغ قطعی خشک سا ہو کر رہ گیا ہے، غرضکہ عجیب حالت ہے۔

ادھر کوئی چند روز گزرے فاطمہ بہن آ گئیں اس اطلاع سمیت کہ منی کا تقرر گوالیار میں ہو گیا ہے ظاہر ہے منی فوراً جانے کے لئے تیار ہو گئی بمشکل اسکو دو ایک روز روکا اور یہ غنیمت ہی ہوا۔ جب اسے چھوڑنے اسٹیشن پہنچی تو گوالیار سے آئے ہوئے مسافروں سے وہاں کی تفصیلی حالت معلوم ہوئی سخت فرقہ وارانہ فساد رہا ہے چنانچہ ان سب کو واپس لے آئی ظاہر ہے جب وقت تک حالات نارمل نہ ہو جائیں واپسی مناسب نہیں ہے نثار کا داخلہ انجینئرنگ میں نہیں ہوا۔ بی ایس سی کے لئے علی گڑھ جائیں گے تمھارا خط میں نے منی کو دکھایا تھا۔

جعفری[1] سے ملنے اسٹیشن پر منی اور میں گئے تھے عالیہ عسکری نے اطلاع دی تھی وہ بھی گئی تھی، نہایت مختصر سی ملاقات رہی اپنا پروگرام لکھو تاکہ اس کے مطابق سوچ سکوں آج کل طبیعت حد درجہ بجھی سی رہنے لگی ہے تکیہ میں سر دبا کر گھنٹوں خاموش پڑی رہتی ہوں، کبھی میرا حال ایسا تو نہ تھا۔

---

[1] سردار جعفری

زندگی کا کیا رنگ ہے اختر! میں تمھارے قدموں سے دور گھلا گھلا کر مر رہی ہوں، اب مجھ سے ضرور مل جاؤ۔ تم نے لکھنؤ پہنچنے کا کیا پروگرام بنایا؟ مجھے چھٹی کی درخواست پیشتر سے دینی ہوگی۔ فوراً لکھو۔

تمھاری اپنی

صفیہ

بھوپال

۵ ستمبر ۱۹۵۰ء

اختر عزیز!

تم سے رخصت ہو کر مکان پر پہنچی۔ سنگر وغیرہ تیوہار منانے باہر گئے ہوئے تھے۔ لہٰذا تالا وغیرہ توڑنا پڑا۔ جاڑا دوراستے ہی سے سخت ہو رہا تھا اسے ہلہلا کر بخار چڑھ آیا۔ رات پریشانی میں کٹی۔ چھٹی چار تک تھی۔ صبح کالج کھلا۔ کالج میں آج بزم ادب کا افتتاحیہ جلسہ تھا۔ اس کے پیچھے اب تک ٹھہرنا پڑا۔ کوثر چاندپوری نے مقالہ پڑھا۔ میں چائے وغیرہ میں شرکت کرنے سے پہلے ہی آگئی تھی۔ کوثر صاحب کو کسی نے بچے کی بیماری کی اطلاع کر دی۔ چنانچہ خود دیکھنے آئے تھے۔

تم اب بمبئی پہنچ گئے ہوگے۔ دل کو مت دکھاتے رہنا ہمیشہ تو یہ زندگی ایسی ویران نہ رہے گی۔ ہاں اختر! تمھاری محبت کا اظہار اب صرف اسی طرح ہو سکتا ہے کہ تم اپنی صحت اور تندرستی کا میری خاطر لحاظ رکھو۔ تم اس طرح اپنے کو برباد نہ کرو میرے دوست۔

تمھاری اپنی

صفیہ

بھوپال

۷، ستمبر ۱۹۵۰ء

اختر میرے!

گزشتہ خط تمھیں غالباً آج ملا ہوگا، تمھاری خیریت کے متعلق فکر ہے کیسے پہنچے، کیا گزر رہی ہے لکھو؟

اپنے حالات کیا لکھوں، وہی کالج کا چکر، وہی سرگرانیاں ہیں اور وہی میں ہوں جادو کی طبیعت کل بہتر رہی، آج پھر بخار تیز ہو گیا ہے۔ علاج معالجوں کے قصے سے وحشت سی ہو چکی ہے۔ پر اور کروں بھی کیا؟

حیدا غریب بہت خدمت گزار ثابت ہو رہی ہے اسے اپنے پاس ضرور رکھ لوں گی۔

یہاں تعطیلات انیس اکتوبر سے ہوں گی کوئی بیس دن کی۔ اب تو انہیں دنوں کے آسرے پر جینا ہے۔ بس جی چاہتا ہے کہ خاموشی سے یہ دن گزر جائیں اور میں تم تک پہنچ سکوں۔

ہاں! کل ڈاکٹر سلطان صاحب کی لڑکی بانی آئی تھی۔ اس نے حال ہی میں بمبئی سے ایک گھڑی منگوائی ہے مجھے بہت شدت سے پسند آئی ویسٹ اینڈ کی SECOND WE گھڑی ہے تقریباً وہی جو میرے پاس تھی۔ البتہ کچھ ضروری جدتیں کر دی گئی ہیں، قیمت ایک سو باون ہے تم دریافت کرنا اور پیسے ملنے پر خرید لینا مجھے ابھی تنخواہ نہیں ملی ہے تنخواہ ملنے پر کچھ پیسے میں بھیج دوں گی۔

اختر! نہ معلوم کیسا کون سا احساسات پر طاری ہے، نہ کسی سے بات کرنے کو جی چاہتا ہے نہ کسی سے ملنا پسند آتا ہے بس یہی خواہش ہوتی ہے کہ

کوئی نہ چھیڑے اور یہ دن گزرتے رہیں، تم سے دور رہ کر تو ہیں کچھ بھی نہیں رہ جاتی دوست!

خط لکھو، حالات لکھو، ایوب[1] ابھی یہیں ہیں پرسوں آئے تھے کل غالباً گوالیار گئے۔ جذبی[2] بھی آئے ہوئے ہیں، پرسوں شام کو ملنے آئے تھے۔ حسب دستور اپنے دکھڑے سناتے رہے اور تمھاری شاعری کے متعلق اس وجہ سے مایوسی کا اظہار کرتے رہے کہ تم بمبئی پہنچ گئے ہو، جادو اور اولیں تم کو بہت زیادہ یاد کرتے ہیں اور پیار کہتے ہیں۔

عبید[3] اور احسان[4] کو میری دعا پہنچاؤ، خلیل صاحب کو آداب۔

خود کو بے شمار پیار
تمھاری اپنی
صفو

بھوپال
۹ ستمبر ۱۹۵۰ء

اختر عزیز!

آج تمھارے خط کا شدت سے انتظار تھا میں نے تم سے اس اعتماد پر خود تاکید نہ کی تھی کہ تم خود ہی اپنی خیریت سے مطلع کرو گے۔ اب یہ سمجھو بات دوشنبہ پر گئی اتوار کو تو ڈاک آتی نہیں ہے۔

کل دو بجے ایوب گوالیار سے واپس آ گئے، آئے تھے بولے رات کو بمبئی

---

[1] ایوب مرزا جد چغتائی [2] معین احسن جذبی
[3] عبید الحق آرٹسٹ [4] احسان الحق

جارہا ہوں اسی وقت سے جلدی جلدی تمھارے لئے چیزیں بنانے میں لگ گئی
بھلا بمبئی جیسے شہر میں کھانے پینے کی اشیاء کی کیا کمی لیکن صرف ان کی یہی قدر ہو
سکتی ہے کہ میں نے بڑے شوق سے تمھارے لئے بنائی ہیں۔ خدا کرے ایوب
وہ ڈبے تم تک پہنچا بھی دے۔

دن خاموشی سے گزر رہے ہیں۔ اعصاب پر ایک دہشتناک سکوت
سا طاری ہے بچے گزر کر رہے ہیں۔ جادو کی حرارت کل ٹوٹی ہے دوا
برابر دے رہی ہوں۔

خط فوراً لکھو، حالات لکھو، میں تمھارے آسرے یہ دن کاٹ
رہی ہوں۔

بہت سے پیار
تمھاری صفو

بھوپال
۱۲ ستمبر ۱۹۵۰ء

اختر عزیز!

آج آٹھ دن ہو گئے، تمھارا کوئی حال معلوم نہیں، کہیں بیمار تو نہیں
تم؟ جادو کو آج پھر بخار ہے۔ عجیب کشمکش کی حالت ہے روؤں بھی تو کس
کے سامنے؟ آج شام کو ڈاکٹر بوس کو بلا کر جادو کو دکھانے کا
ارادہ کر رہی ہوں۔ ورنہ پھر اسے لکھنؤ ہی واپس بھیجوں گی اس
طرح اس کو گھلا گھلا کر مارا تو نہیں جا سکتا۔ بعض لمحے تو میری حالت پاگلوں
کی سی ہونے لگتی ہے۔

نثار کل میرے پاس آئے تھے، کالج میں بی۔ اے کلاس میں MATHS ہی

نہیں ہے۔ اکنامکس اور اردو وغیرہ لے کر وہ پڑھنے سے انکار کرتے ہیں اب میں نے بھی مشورہ دیا ہے کہ فاطمہ بہن کو اپنے ہمراہ علی گڈھ لے جاؤ وہ خود ذاکر صاحب سے مل کر کہیں اور حبیب صاحب سے ذاکر صاحب پر اثر ڈلوائیں۔ اگر داخلے کی کوئی شکل نکل سکتی ہے تو یونہی۔ محمود صاحب یا سالم ضابطہ سے باہر کوئی کارروائی نہیں کرا سکتے بہرحال داخلہ ہو گیا تو اچھا ہے ورنہ حمیدیہ کالج تو کہیں گیا نہیں ہے میں نے نثار سے کہہ دیا ہے کہ علی گڈھ میں داخلہ نہ ہو سکنے کی شکل میں وہ یہیں پر واپس آجائیں۔

خدا کے لئے خط لکھو، میں تو مرجاؤں گی۔ اس تنہائی کی کوفت سے۔

تمھاری صفو

بھوپال

۱۶ ستمبر ۱۹۵۰ء

اختر عزیزا!

تمھارے دو خط ملے تمھاری خیریت سنکر قدرے سکون ہوا اتنی دور ہو کہ ہر طرح کے وہم بآسانی دماغ میں آنے لگتے ہیں۔ بعض وقت تو شبہ ہونے لگتا تھا کہ تم شاید بمبئی میں نہیں پہنچے۔

تمھاری نظم[1] پر کرشن اور مہدی کا اعتراض جو تم نے لکھا ہے میری سمجھ میں نہیں آیا۔ بعض وقت انجمن میں عجیب الٹی سیدھی بحثیں ہوتی ہیں۔ کرشن اور مہدی کا اعتراض تمھاری نظم پر تو کسی طرح صادق نہیں آتا۔ تم نے اوہام پرستی کو بنیاد ضرور بنایا ہے۔

---

[1] ستاروں کی صدا

لیکن اس کا غلط استعمال نہیں کیا، بلکہ ادہام کو تو یہ توڑتی ہے کرشن کو میں بڑا افسانہ نگار مانتی ہوں، لیکن ان کی سخن فہمی کی میں قائل نہیں اور اختر! تم کرشن سے ضرور پوچھنا کہ ان کے افسانے "ثبت جاگتے ہیں" سے توہم پرستی پھیلتی ہے یا نہیں؟

مضمون میں ضرور لکھنا شروع کروں گی۔ سنجیدہ قسم کا بہت سی باتیں اس بارے میں اور ذہن میں آچکی ہیں البتہ COMPRATIVE مطالعہ کے لئے دوسری زبانوں کے ادب سے بھی اس بارے میں کچھ اصول ملنا ضروری ہے عورت کے بارے میں اشتراکی ادیبوں کا رویہ کیا ہے؟

جادو کو ڈاکٹر لوس کو دکھایا ہے۔ میری طبیعت اب بہتر ہے تمھاری نظمیں" دانائے راز" "پانچ تصویریں" "شہنشاہیت" اور چند غزلیں ملی ہیں، کل پارسل بنا کر روانہ کروں گی" ریاست" اور" مارکس" نہیں مل سکی ہیں۔

گھڑی کے بارے میں جو تم نے لکھا وہ میرا مطلب قطعی نہ تھا، گھڑی میں تم سے ہی لوں گی۔ البتہ تم خرچ کی تنگی مت اٹھانا۔ جب وقت بھی ضرورت محسوس کرو مجھے لکھ دینا میں بھیج سکوں گی۔

جادو تم کو بھوپال کا بلاوا لکھ رہے ہیں اور پوچھ رہے ہیں کہ ان کا بھیجا ہوا تحفہ کبھی تم کو ادیب نے پہنچایا کہ نہیں۔

بعض لمحے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تم سے دور نہیں بلکہ سچ مچ تمھارے ساتھ ہوں۔ پھر تم تنہا کیوں محسوس کرو خود کو اختر!

ے اردو ادب میں عورت کا تصور

اچھا بہت سے پیار
تمھاری اپنی
صفیہ

بھوپال
۲۳ ستمبر سنہ ۱۹۵۰ء
اختر عزیز!

تمھارا خط ملا تھا۔ میں تمھیں اس طرف ہفتہ بھر سے خط نہیں لکھ سکی آج عید ہے۔ بنا مرد کے عورت کی عید ہی کیا؟ بس یہ سوچ کر دل و دماغ کو اکٹھا رکھتی ہوں کہ بچے بچارے ہم ہی لوگوں کے سہارے جی رہے ہیں۔ دونوں کو صاف ستھرا کر کے عثمان کے ساتھ نماز کو بھیجا ہے اور خود خط لکھنے بیٹھ گئی ہوں۔

دو شامیں کالج کی ڈبیٹ کی نذر ہوئیں، گیارہ بجے رات کو واپسی پر سونا گھر اور بچے ایک مسکین انداز میں سوئے ہوئے ملے کیسی نکّی محسوس ہوتی رہی اختر! تمھارا گھر تمھارے بغیر بالکل اجاڑ ہے کبھی تو آ جاؤ، بعض اوقات تو ضبط ہاتھ سے جاتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

تم کیا کر رہے ہو گے؟ ہوٹل کی چائے اور ہوٹل کا کھانا، عید کے دن بھی کیا ظلم ہے میرے اللہ! یوں تمھارے ساتھ نہ سہی مگر ذہنی طور پر تم سے ایک لحظہ کے لئے الگ نہیں ہوں۔ آؤ تمھارے گلے میں ہاتھ ڈال کر تمھارے سینے پر دو چار گرم آنسو ڈھلکا دوں۔ میری عید ہو جائے گی۔

تمھاری اپنی
صفیہ

بھوپال
۲۷ ستمبر ۱۹۵۵ء

اختر عزیز!
کیسے ہو تم؟ کیا کرتے رہتے ہو؟

تمھاری یاد دن رات میری رفیق ہے کسی سے دل کی باتیں کبھی تو نہیں بتائی جا سکتیں، چاندنی راتیں اور خنک صبحیں تمھارے ہی تصور میں بیت جاتی ہیں، زندگی کے اس مرحلے میں یہ تصور پرستی بعض وقت کھل سی جاتی ہے۔ کنوارپن کے کتنے سال اسی آسرے پر گزارے تھے کہ کسی کے شانے پر سر ٹکا کر غرور سے اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنی ہیں، اب تو خواب کی تعبیر ملنی تھی۔ مگر کیا کیا جائے دوست جبکہ زندگی اب تک صرف زندگی کی آرزو ہی کا نام ہو۔

بچے کیسی کیسی پیار بھری باتیں تمھارے لئے کہتے ہیں، جادو کا کہنا ہے "امی کمرہ بالکل اسی طرح سجاؤ جیسے ابی کو پسند آئے۔" ادیب کہتا ہے "امی کھانا ابی کی پسند کا پکوایا کرو۔" بتاؤ اس تشنگی اور اس تلاش کی تلافی کب ہو سکے گی؟

میں انہیں وہ سب کچھ دینے کی کوشش کرتی ہوں جو تم سے مل سکتا تھا مگر کچھ بھی نہیں دے سکتی۔ تم وہ کچھ نہیں پا سکتے جو ہم سے تمھیں مل سکتا تھا پھر کیا کرنا ہے آج؟ میں جانتی ہوں تم ہم سب سے زیادہ خسارے میں ہو! مجھے غم سے زیادہ غصہ ہونا شروع ہوتا ہے زندگی کی اس مضحکہ خیزی پر جہاں جینے میں سوائے نقصان کے اور کچھ نہ ہو۔

کسی سے باتیں کیا کروں؟ کوئی اپنا نہیں تمھارا ہی مخلص ہوتا، یہ دنیا

ہم رازوں سے خالی نظر آتا ہے اختر! کوئی بات نہیں، عزم و استقلال
ہی کیوں نہ کہلاتے ہوں میرا مسلک رہے VIRTUE THE WEAK
ہیں اور رہیں گے۔ میں خود تمہیں زندگی کی اس جدوجہد میں ایک قدم
پیچھے ہٹتے نہیں دیکھنا چاہتی اور میں تمہارے ارادوں کو کمزور نہ کروں گی
چاہے کچھ بھی گزر جائے ہم پر۔

اچھا بہت سے پیار لو۔ ابھی کالج کی تیاری کرنی ہے، آج شام
تک کی مصروفیت ہوگی، پڑھانا، لڑکیوں کے کھیل کی نگرانی، اس کے بعد
عبیداللہ اسکالرشپ ٹرسٹ کی میٹنگ۔

تمہاری اپنی

صفیہ

بھوپال

۴ر اکتوبر سنہ ۱۹۵۰ء

عزیز اختر!

خط ملا تھا، آج پھر کئی دن سے میں نے تمھیں خیریت کی اطلاع بھی
نہ بھیجی۔ جادو کی طبیعت پھر بگڑ گئی ہے، کل صبح عزت کے ہمراہ جا کر حکیم
ضیاء الحسن کو دکھایا، اب اگر حکیم کی دوا سے افاقہ ہو جاتا ہے تو ٹھیک
ہی ہے ورنہ پھر اسے لکھنؤ ہی پہنچانا ہوگا۔ اس کے سوا اور کوئی صورت
سمجھ میں نہیں آتی۔

جادو اگر اچھا ہوتا تو آج کل ہر طرح کا آرام میسر تھا، موسم بھی سنبھل
گیا ہے، جادو کے پیچھے دل و دماغ آرام اور پیسہ کا خون مستقل ہو رہا
ہے خدا رحم کرے۔

تعطیلات اٹھارہ سے ہوں گی۔ جعفری کے کمرے کے بارے میں کیا طے ہوا؟ دن گن گن کر کاٹ رہی ہوں۔ دو ہفتے اور گزارنے ہیں، پھر تو میں تمھارے ساتھ ہوں گی۔

مجموعے تمھارے چھپ جائیں تو میرے لئے کتنی خوشی کی بات ہو گی اختر! تم ان کے چھپوانے کی پوری کوشش کرو اور اس بارے میں پیسوں کا فائدہ مت دیکھو۔

یہاں کالج میں گاندھی جینتی کے دن بڑا ہنگامہ رہا۔ دیوی سرن اور عالیہ عسکری زبردستی اسٹیج پر آ گئے تقریر کرنے، لیکن انھیں کہاں تقریر کرنے دی جاتی۔ پرنسپل سخت سراسیمہ و متوحش تھا۔ میں کہوں تو کیا کہوں، مجھے تو ہونٹ سی کر یہاں رہنا ہے۔

جادو، ادیس تم کو دن رات یاد کرتے ہیں، اور تمھارے پاس پہنچنے کے خیال سے خوش ہیں۔ خدا کرے جادو کی طبیعت سنبھل جائے میرا تمام وقت اس کی دلداری میں گزرتا ہے۔

اپنے حالات مجھے لکھتے رہا کرو اختر! میں تمھارا ایک خط چھ چھ بار سے کم نہیں پڑھتی ہوں گی۔ آج انتظار ہے تمھارے خط کا، نہ آیا تو مایوسی ہو گی۔ ہم سب کے آنے اور رہنے کا بندوبست ضرور کر ڈالو۔

اچھا بہت سے پیار

تمھاری اپنی

صفیہ

بھوپال

۶ر اکتوبر ۱۹۵۰ء

اختر عزیز!

خدا کرے تم بخیر و عافیت ہو، تمھارے خط کا روز انتظار کرتی ہوں تم جانتے ہو کہ جادو کی مسلسل بیماری نے مجھے کس درجہ پریشان اور بدحواس کر رکھا ہو گا۔ تمھیں تو چاہیے تھا کہ آج کل مجھے دستور سے بھی زیادہ جلد خط لکھا کرتے تاکہ مجھے انھیں کی ڈھارس سے پریشانیوں کو جھیلنے میں مدد ملتی۔

جادو تمھیں سلام لکھوا رہا ہے۔ کہتا ہے کہ ابّی کو لکھدو کہ جادو نے آپ کو ہر ہر طرف سے سلام کہا ہے" کہہ رہا ہے کہ ہار ہر طرف تو میں اس لئے لکھوا رہا ہوں کہ ابّی کو ہنسی آئے۔

نہ معلوم کیسے ہو؟ اور کن کن تکلیفوں کو گوارا بنا رہے ہو، تعطیلات کو دس بارہ دن اور باقی ہیں۔ اچھا پیار لو۔

تمھاری اپنی صفیہ

بھوپال

۹ر اکتوبر ۱۹۵۰ء

اختر عزیز!

تمھارا خط ملا۔ ادھر میں کئی دن سے تمھیں خط نہ لکھ سکی۔ جادو بیس کو سخت قسم کا سانس کا دورہ رہا اور ساتھ ہی بخار بھی۔ راتیں جاگ جاگ کر کٹیں، شکر ہے کہ اب اچھا ہے۔ جادو کو حکیم کے علاج سے افاقہ ہے طبیعت پہلے سے بہت بحال ہے۔

تم نے جعفری سے کمرے کی بات چیت کرلی ہوگی۔ یہاں سے کامرس سوسائٹی کا TOUR بمبئی آرہا ہے، ہری پرشاد کی معیت میں اگر یہ لوگ بروقت روانہ ہوئے تو ساتھ ہی ہو جائے گا۔ اگر انھوں نے دیر کی تو میں اٹھارہ ورنہ انیس کو روانہ ہو جاؤں گی۔ تم مجھے یہاں فی الحال کچھ نہ بھیجو میں وہاں آکر لے لوں گی۔

پندرہ کو آگرے سے وائس چانسلر تشریف لا رہے ہیں، دعوت مدارات کی تجویز ہے۔ اس دوران میں جادو اور اویس کی الجھنوں نے بار ہا محسوس کرا دیا کہ دامانِ خیالِ یار چھوٹا جائے ہے مجھ سے۔"

جادو پاس ہی لیٹا ہوا افسانے گھڑ رہا ہے۔ مسلسل بخار نے اس کے دماغ پر غیر معمولی جلا کر دی ہے۔ بعض وقت ایسی ادبی گفتگو کرتا ہے کہ حیران ہو جاتی ہوں۔ ابھی دو ایک دن کی بات ہے کہ بائی پڑھنے آئی تھی۔ اسے میں جوش کے پانچ حصے پڑھا رہی تھی۔ آخری حصہ میں" زمیں مست و فلک مست تمیں مست وغیرہ کی تکرار ہے، جادو سن کر بولا" امی یہ حصہ تو ابی کے جاگتا قلم جاگی کتاب سے ملتا ہوا ہے"۔ یہ عمر اور یہ ناقدانہ نگاہیں دیکھو یہ جوہر یوں ہی ضائع ہو جاتا ہے۔ یا اپنی آب و تاب سمیت چمکتا رہتا ہے۔

تم خط لکھتے رہو۔

پیار اور دعائیں

تمھاری صفیہ

بھوپال
۱۰ راکتوبر ۱۹۵۰ء

اختر عزیز!

دونوں خط مل گئے، جعفری کے گھر ٹھہرنے کا انتظام نہ ہو سکنے کا غم ہے۔ بہرحال ہوٹل سے تو دل وحشت کھاتا ہے، دوسرے یہ کہ صرفہ بھی بہت ہوگا۔ تم عصمت آپا کی بہن کے گھر یا کرشن کے یہاں یا اختر الایمان کے ساتھ کہیں کوئی صورت نکالو۔ بچوں کو لکھنؤ پہنچا کر پھر بمبئی آنے کی صورت میں ہزاروں کا خرچ اور انتہائی زحمت ہے۔ اگر بمبئی میں ٹھہرنے کا انتظام درست نہیں ہوتا ہے تو پھر میں بھی لکھنؤ جاتی ہوں، تم بھی وہیں آجاؤ۔ اماں کئی بار اس بارے میں لکھوا بھی چکی ہیں۔ آرام سے گزر جائیں گے یہ دن، تم لکھنؤ جانے کے خیال سے اس لئے مت جھجکو کہ ابھی کچھ ہی عرصہ ہوا جا چکے ہو وہ لوگ تمھیں ہر وقت محبت اور پیار سے خیر مقدم کہنے کو تیار ہوں گے اور تمھارے پہنچنے سے خوشی محسوس کریں گے ورنہ جیسا کچھ تم پسند کرو، مجھے منظور ہوگا۔

قلم کی فکر مت کرو، میرا قلم حاضر ہے تمھارے لئے۔ خط کا جواب فوراً ہی دینا۔

تمھاری اپنی صفیہ

بھوپال
۱۴ راکتوبر ۱۹۵۰ء

اختر عزیز!

تمھارے خط کا آج مجھے انتظار تھا نہیں آیا۔

جادو کی طبیعت پھر خراب ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا اس حالت میں اسے بمبئی لیکر کیونکر آؤں۔ تمھارے لئے لکھنؤ آنا ممکن ہو تو پھر کوئی الجھن ہی نہیں باقی رہ جاتی۔ سوچو تو سہی میرے لئے کتنی بڑی خوشی کی بات تھی کہ میں یہ دن تمھارے پاس گزاروں گی مگر حالات نے میرے حصے سے ہر امکانی مسرت ضبط سی کر لی ہے۔ تم غم و غصہ نہ کرنا میرے دلکو سمجھنے کی کوشش کرنا۔ چاہوں تو جادو کو لیکر تمھارے پاس کبھی آسکتی ہوں۔ مگر اسی خدشے سے نہیں لانا چاہتی کہ تمھاری فکریں بڑھ جائیں گی۔

حالات نے کتنی ایسی ذمہ داریاں مجھ پر ڈال دی ہیں جن میں تم ذہنی طور پر شریک ہونے کے علاوہ اتنی دور سے کچھ نہیں کر سکتے۔ تعطیل جمعرات سے ہے اگر علاج وغیرہ کا امکان ہو اور تم اعتماد محسوس کرو تو میں قطعی بمبئی چلی آؤں گی۔ بہر حال اب مجھے جو کچھ بھی لکھو فیصلے کی شکل میں لکھنا۔ تم جانتے ہو تمھارے فیصلے کے مطابق عمل کر کے ہی مجھے دلی سکون پیدا ہوتا ہے۔

بہت سے پیار
تمھاری اپنی صفیہ

بھوپال
۱۶ اکتوبر ۵۰ء

اختر عزیز!

دونوں خط مل گئے۔ اٹھارہ کو روانگی مشکل ہو گی بارہ بجے تک تو امتحان کا سلسلہ چلے گا۔ اب میں انیس کی دوپہر کو روانہ ہو کر بیس کی صبح کو تمھارے پاس پہنچ رہی ہوں۔

تمھاری صفیہ

بھوپال

۱۵ر نومبر ۱۹۵۰ء

اختر عزیز!

بہت سے پیار بے شمار دعائیں!

میرا تار تو ملا ہوگا۔ سفر بعافیت گزرا صبح ہی کو ڈاکٹر سلطان صاحب کے یہاں پہنچ گئی۔ ان لوگوں کا سلوک کچھ ایسا مشفقانہ ہے کہ ایک لحظہ کو غیریت محسوس نہیں ہوتی۔

مکان پرسوں ہی سے قلعی شروع ہو گئی ہے۔ کل جا کر پورا مکان کھول دیا تھا۔ پھر سامان کا کمرہ مقفل تھا آج اس میں بھی قلعی ہو گی خیال ہے کہ آج شام ورنہ کل صبح منتقل ہو جاؤں گی۔

جاوید سفر کی تکان سے متاثر رہا موسم یہاں کا خوب جی بھر کے سرد ہو رہا ہے۔ رات کو لحاف اوڑھنا پڑھتا ہے۔ گرم کپڑوں کی ضرورت ہوتی ہے دونوں راتیں کیسی خاموشی اور دہشت سے پُر رہیں۔ پھر بھی میرے سرد اور ویران پہلو کو تمہارے ننھے اور معصوم ٹھنڈے گرماتے رہے دوست!

یہ ساڑھے پانچ مہینے یعنی ایک سو پینسٹھ راتیں خاموشی سے گزار دینی ہیں اور پھر اس کے بعد میں تم سے الگ نہ رہوں گی ورنہ خدشہ اسی کا ہے کہ میرے دل و دماغ پر مہلک اثر پڑ جائے گا۔ بمبئی کے عیش ہی میرا سرمایۂ حیات رہیں گے۔

تمہاری تنہائی اور پریشانی کے احساس سے دل ہوتا ہے۔ آؤ بہادر بنیں دوست! اور یہ کڑی گھڑیاں بھی جھیل جائیں۔

جاوید تم کو بہت یاد کرتا ہے اور ایک تصویروں کی کاپی کی فرمائش

کر رہا ہے۔ جس میں رنگ بھرے جاتے ہیں اور رنگ کے ڈبے کی بھی۔ اب تم جانو اور وہ جانے۔

یہاں ڈاکٹر صاحب کے یہاں نوراللہ[1] صاحب آئے تھے پونا والے آج کل وہ یہیں مقیم ہیں۔ ان سے میں نے اپنی ملازمت کے بارے میں گفتگو کی تھی۔ کمی راہیں بتائی ہیں انھوں نے۔

ایک حادثہ اور۔ میری دھوپ کی عینک کھو گئی۔ خدا جانے ٹرین میں رہ گئی یا پھر درزی کی دکان پر جب کوٹ لینے گئی تھی تم DOROTHA کی دکان سے گزرو تو ضرور پوچھ لینا۔

اچھا بہت سے پیار۔ میرے دل کی دھڑکن تمھارے لئے وقف ہے اختر!

تمھاری اپنی صفو

بھوپال

۱۶ر نومبر ۱۹۵۰ء

اختر عزیز!

میرا پچھلا خط پہنچا ہو گا۔ خدا جانے اپنے کمرے پر واپس آ گئے یا وہیں اختر سعید کے ساتھ ہو؟

کل سے گھر پر آ گئی ہوں۔ آتے ہی عثمان کو بخار آ گیا۔ بحیثیت مجموعی بچے اپنے مستقر پر پہنچ کر بہت مطمئن ہیں۔ جادو کی حرارت کا وہی عالم ہے کل ہی حمیدہ کا خط آیا ہے، جادو کو باصرار بلوایا ہے، ہفتہ عشرہ اور دیکھ کر یہی کرنا ہو گا۔

---

[1] اسسٹنٹ ڈائرکٹر شعبۂ تعلیمات بمبئی

یہاں کی ویرانی کا اندازہ تم نہ کر سکو گے۔ شہاب ویسے بھی کبھی کبھار آتے تھے۔ اب ان کی بیوی اور ماں وغیرہ بھی آگئی ہیں۔ ان لوگوں سے ملنے ایک دن جاؤں گی۔ رات میں کم سے کم تین بار آنکھ کھلتی ہے اور تمھاری یاد میرے دل کو دھڑکا جاتی ہے۔ ہر صبح "کہ رات رونے کی خواہش تھی اور رو نہ سکا" کا احساس سا تھرلاتی ہے۔

اختر! تمھیں پیسوں کی ذرا دقت ہو تو مجھے لکھنا میں M.O. T. کر دوں گی۔

باقی پھر

تمھاری صفیہ

بھوپال

۱۸ر نومبر ۱۹۵۰ء

اختر عزیز!

آج تو تمھارا خط آنا ہی چاہیے ورنہ اتوار کا دن شدید کوفت میں گزرے گا۔ ابھی تک تو یہ بھی نہیں معلوم ہو سکا کہ تم وہیں ہو یا آرکمیڈ یا واپس آگئے ہو؟ جادو کا وہی حال ہے۔ آٹھ دس دن اور دیکھتی ہوں ورنہ لکھنو روانہ کر دوں گی اس کے ہوتے ہوئے کچھ تمھاری رفاقت کا احساس رہتا ہے۔ اس کے بغیر بالکل ہی تنہا رہ جاؤں گی۔ لیکن جب میں تمھاری خاطر تم سے دور رہ سکتی ہوں تو پھر اس کی خاطر اس سے بھی دور رہوں گی۔

گھر کا کیا حال لکھوں؟ "کوئی ویرانی سی ویرانی ہے" والی کیفیت ہے تمھاری زندگی کے تصور سے بے چین ہو کر رہ جاتی ہوں۔ تمھاری کپڑے تیار کرانے

کی فکر میں ہوں، عنقریب بازار جاؤں گی۔

جادو کی انقلاب لیڈری اپنے عروج پر ہے نور اللہ صاحب سے انھوں نے باقاعدہ ایشیا، روس، اور اسٹالن کی خوب باتیں کر ڈالیں، چنانچہ نور اللہ صاحب مجھ سے کہنے لگے کہ ایسے انقلابی بچوں کے ساتھ تو آپ کو بمبئی گورنمنٹ میں ملازمت ملنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔

اب سوا نو بجے ہیں ساڑھے نو بجے کالج پہنچنا ہے اس لئے فی الحال رخصت دو۔ تمھاری داڑھ کی تکلیف کیسی ہے؟

تمھاری اپنی

صفیہ

بھوپال

۲۳ر نومبر ۱۹۵۰ء

اختر عزیزہ!

آج تک تمھاری خیریت مجھے نہیں معلوم ہو سکی میری حالت قابلِ رحم بن رہی ہے، خدانخواستہ اگر تمھاری طبیعت کبھی ٹھیک نہیں تو اس کی اطلاع تو کرو، مجھے لحظہ بھر کا سکون کبھی میسر نہیں ہے۔ کیا بمبئی کے عیش کا یہی انجام ہونا تھا۔

یہاں سنگر کا تقرر چیف انسپکٹری پر ہو گیا ہے، جشن منا رہے ہیں "پر میرا تو فریاد سے من گونج رہا ہے۔" دوست! تم اس سوگواری کا خیال تو کرو، جو اس کس مپرسی میں مجھ پر طاری ہو گی۔

تمھاری اپنی

صفیہ

بھوپال
۲۴ر نومبر ۱۹۵۰ء

اختر عزیز!

شکر ہے کہ تم بخیریت ہو۔ اتنے طویل عرصہ تک خاموش نہ رہا کرو تم پھر خلیل صاحب کے پاس ہی آگئے، چلو پانچ مہینے کا عرصہ اور یونہی گزار لو پھر کوئی نئی شکل بنانی ہی ہوگی، یہ گاڑی یوں آگے نہ چل سکے گی۔

تم نے پیسوں کے بارے میں قطعی تکلف برتا ہے۔ خلیل صاحب کے بجائے مجھے اپنا FINANCER بنانے میں کیا اعتراض تھا؟ خدا کرے نواب صاحب آچکے ہوں اور تمھارے خرچ کی تمھیں دقت دور ہو چکی ہو۔

جادو کا وہی حال ہے۔ تم مجھے اپنے تمام مشاغل اور اپنی تمام مصروفیتوں کے بارے میں بھی لکھا کرو۔ تمھاری صبح و شام کیسی گزرتی ہے؟ یہاں موسم رومانی تو نہ کہوں گی مگر یہ سرد راتیں بھری پُری زندگی کا تقاضا ضرور کرتی ہیں رات کو میں منہ سکھائے ہوئے بستر پر جا پڑتی ہوں اور بچے غریب آپس میں لڑ جھگڑ کر خود کو تھکا لیتے ہیں اور سو جاتے ہیں۔ "خبر کیا تھی کہ ایسی چاندنی راتیں بھی آئیں گی" یہ حالت سہی کبھی کبھی گزر جاتی ہے SIN & SCIENCE شروع کی ہے، کالج ہی میں پڑھنے کا موقع ملتا ہے، چنانچہ ایک ترنگا COVER چڑھا لیا ہے اس پر۔

جادو اور ادیب تمھیں ہر دم یاد کرتے ہیں، جادو تمھاری اداؤں کی نقالی میں فخر محسوس کرتا رہتا ہے۔ پیار لو۔

تمھاری

صفیہ

بھوپال
۲۶ نومبر ۱۹۵۰ء
اختر عزیزا!

بے شمار یادیں

اس پندرہ سولہ دن کے عرصہ میں مجھے تمھاری ایک تحریر ملی ہے تم خود ہی جانتے ہو کہ تمھارے خطوں کی کس درجہ اہمیت میری زندگی میں ہے تمھاری باتیں خواہ وہ مختصر کیوں نہ ہوں مجھے زندگانی کو کافی ہوتی ہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ تم ٹھہرے شاعر۔ تم تڑپ چاہتے ہو اور مجھ سے تڑپ کے بجائے سکون ملتا رہتا ہے۔ لیکن میری تڑپ کی تو قدر کیا کرو آؤ میری شکایت بھری نگاہوں کے آنسو قبول کرو۔ یہ زندگی بہت سرعت سے گزر رہی ہے اس سے کچھ تو وصول کرنا ضروری ہے۔ بچے ہر لمحے تمھیں یاد کرتے ہیں اور اپنے آپ تمھاری آمد کے منتظر رہتے ہیں۔ جادو غریب کا وہی اگلا سا حال ہے اسے لکھنؤ ہی پہنچانا پڑے گا۔ مجھ پر یہ دوہری قیامت بھی گزرے گی۔ زندگی کی ہر اچھی چیز مجھے اپنے سے گریزاں معلوم ہوتی ہے۔ جب تمھارے قدموں کی چھاؤں نہیں تو جادو کے ملائم بازو ہی کیوں نصیب رہیں۔

آج اتوار کا دن ہے۔ کچھ وقت گھر جھاڑنے پونچھنے میں نکلا اب تمھیں خط لکھنے بیٹھ گئی ہوں۔ کل سے لڑکیوں کے ڈرامے کی تیاری بھی شروع ہو گی۔ اس میں مسز ملہوترا کی فوقیت کو برقرار رکھنے کا فرض بڑا دشوار مسئلہ ہوتا ہے۔

ادبی شاغل کا کیا عالم ہے۔ کسی نظم کا mood تو نہیں پیدا ہے۔ پیار لو۔

تمھاری صفیہ

بھوپال
۲۸ر نومبر ۱۹۵۰ء

اختر عزیز!

کل تمھارا دوسرا خط ملا۔ تمھارا خط پاکر میں جی اٹھتی ہوں تم مجھے ایک سیاسی نظر بند قیدی سے کم نہ سمجھو۔ یہ قید بے زنجیر بھی اکثر جھیلی جاتی ہے بہر حال یہ دن بھی گزر ہی جائیں گے۔

یہاں نئے اسکیل آگئے ہیں۔ غالباً ساڑھے تین سو سے START ہو جائے گا۔ خیر کرنا بھی کیا ہے۔

جادو تمھیں حد سے زیادہ یاد کرتا ہے۔ کل کہہ رہا تھا کہ میرے تو دو ہی کھلونے ہیں۔ ایک گڈا اور ایک گڑیا۔ گڑیا بھوپال میں ہے اور گڈا بمبئی میں کنپٹی پر انگلی رکھ کے بتانے لگا کہ یہاں پر اس کے ایک چابی لگی ہوئی ہے۔ جب میں چابی گھما دیتا ہوں تو گڈا تماشے کرنے لگتا ہے۔

ایشیا کا ڈرامہ ہر وقت کھیلا جاتا ہے۔ شگر کے بچے امریکی شیطان بنتے ہیں۔ سائیکل پر لکڑیاں لگا کر توپ بنائی جاتی ہے اور روس سے امریکہ کی جنگ ہوتی ہے۔ جعفری کی نظم "ایشیا جاگ اٹھا" کے مصرعے دہرائے جاتے ہیں۔ غرضکہ بچے کیا ہیں شامت اعمال ہیں۔

مجروح کے زندانی ہونے کی خبر سنی۔ بیچارا۔ تم ملنے جاؤ تو میری دعا اور اس کا شکریہ اسے پہنچا دینا۔

دیکھ زنداں سے پرے رنگ چمن رنگ بہار
رقص کرنا ہے تو پھر پاؤں کی زنجیر نہ دیکھ

اختر! اپنی شاعری اور محبت کا واسطہ مجھے خط جلد لکھا کرو
بہت سے پیار۔

تمھاری

صفو

بھوپال

۲۹ر نومبر ۱۹۵۰ء

اختر عزیز!

تم میرے شکووں سے گھبرا نہ جایا کرو۔ دراصل میرا جی چاہتا ہے کہ یوں نہ سہی تو خطوں کے ذریعے ہی تم سے جلد جلد ملنا ہوا کرے۔ خط میں تاخیر ہوتی ہے تو بے سہارا سی ہونے لگتی ہوں۔

تم اس خیال سے جی مت کڑھاؤ کہ میں یہاں رہ کر خدانخواستہ دوسروں کی ہمدردی کی محتاج ہوں۔ میں پوری آن سے رہتی ہوں دوست، میں اپنے دکھ درد کو تمھارے سامنے رکھنے کے علاوہ اس میں کسی اور کی شرکت گوارا نہیں کرتی ورنہ مجھے اتنی دشواریاں کبھی پیش نہ آیا کرتیں اور پھر مجھے ایسی دقتیں بھی کیا ہیں؟ سب سے بڑا سوال پیسے کا ہوا کرتا ہے سو تمھاری مدد اور اپنی محنت کے صلے میں اس طرف سے پورا اطمینان حاصل رہتا ہے تم جانتے ہو کہ گزشتہ سال جب پیسے کی تنگی کا بھی امکان تھا۔ میں نے خود کو کسی کے سامنے نیچا نہیں کیا۔ اس میں مجھے تمھاری توہین نظر آتی ہے سالکھی! تم میری طرف سے خود کو کسی طرح بے چین نہ کرو۔

کالج لائبریری کے لئے رفیق سے دو ڈھائی سو کی کتابوں کی فہرست

بھجوا دو جو تمھارے اندازے میں کالج میں نہ ہوں میں ان کا آرڈر کرا دونگی
یوسف اکاؤنٹنٹ دس پندرہ دن سے بغیر اطلاع غائب ہیں۔ کچھ روپے
لے کر پاکستان چل دیئے ہیں غالباً۔

اور کیا لکھوں دوست، میرا جبڑا اچھا ہو جائے پھر تو مجھے کوئی بھی
پریشانی نہ ہوگی۔ تم مجھے کوئی فرمائش، کوئی ہدایت کوئی حکم تو لکھو کہ
تمھاری حکمرانی کا احساس قائم رہے۔

تمھاری اپنی
صفّو

بھوپال
۳ر دسمبر ۱۹۵۰ء

اختر عزیز!

تم کیسے ہو؟ کیا کرتے رہتے ہو؟ کوئی نظم وغیرہ تو جنم نہیں لے رہی؟ مجموعے
کی کتابت ضرور شروع کرا دو۔ اس کے بعد تو چھپ ہی جائیگا اور وہاں تمھاری
ڈاڑھ کی تکلیف کیسی ہے؟ سب کچھ لکھو۔

یہاں جادو کا کمھلایا ہوا چہرہ دیکھ کر دل بہت متاثر ہوتا ہے جیسے میرا
پیار کمھلا گیا ہے۔ اسے لاکھ کھلاتی پلاتی ہوں وہ ذرا نہیں پنپتا۔ دراصل وہ
تم سب کو بھی یاد کرکے بہت دل دکھاتا ہے۔ مردوں کی COMPANY کی
تو اسے یہاں میسر ہی نہیں آتی جس کا وہ حد سے زیادہ عادی ہے۔ میں یہاں
کے مردوں سے ملنا پسند نہیں کرتی۔ صحیح قسم کی ذہنی شرکت والا میل ملاپ
یہاں کہاں؟ سنا ہے عرشی جیسے ترقی پسند بھی آج کل اسلامی لٹریچر فروخت
کرتے ہوئے بازار میں نظر آتے ہیں۔ خیر شہاب کی بیوی اور اماں ایک دن

میرے پاس آئی تھیں، ان کی خاطر تو ضائع کردی تھی۔

پڑھنا آنکھوں کی کمزوری سے بہت ہی کم کر دینا پڑا ہے اس طرف بعض رسالوں میں چند نئے لکھنے والوں کی کچھ اچھی چیزیں پڑھیں لیکن مجھے تو بڑی شکایت ہے اپنے نقادوں سے کہ سوائے اپنے دوست احباب کے دوسرے کی بات ہی نہیں کرتے۔ چند نام سے لئے ہیں، انھیں کو پیٹتے رہتے ہیں، چاہے ڈھول ہی اڑ رہی ہو۔

ہاں تم نے کانپور کے مشاعرے والوں کو کیا لکھا؟ مناسب پیسے دینے کو تیار ہو جائیں تو ضرور جاؤ۔ سترہ دسمبر کو مشاعرہ ہے، پندرہ کو یہاں سے گزرو، جادو کو ساتھ لے لو۔ اسے لکھنؤ پہنچا دو، کانپور اگریکلچرل کالج والوں کا خط میں نے تمھیں بھیج دیا ہے،

تم بہت ہی مفصل خط مجھے لکھنا، اس بالکل ایسا ہی خط جیسے کسی سیاسی نظربند کو لکھا جاتا ہے کہ باہر کی دنیا کی کچھ تو جھلک اس تک پہنچ سکے۔

احسان اور اویس کو دعائیں۔ احسان کی خوش سلوکیاں اکثر یاد آتی ہیں، خلیل صاحب کو آداب اچھا پیاروں کے ساتھ۔

تمھاری صفیہ

بھوپال

۷ر دسمبر ۱۹۵۰ء

اختر عزیز! میری جان

آج کئی دن کے بعد تمھیں خط لکھنے بیٹھی ہوں، تم کو میرا خط نہ ملنے سے کوفت ضرور ہوگی، اس طرف تمھارا بہت ہی پیارا سا خط مل گیا تھا اختر! بہت

سی باتیں تم ایسی لکھ دیتے ہو جن سے خود کو بہت کم پاتی ہوں، یاد ہے تم نے میرے لئے معصوم کا لفظ استعمال کیا تھا میں کانپ گئی تھی، کاش میں ہمیشہ تمھاری توقعات کی تکمیل کر سکوں، تم میرے لئے کیسی حسین اور کتنی شیریں یادیں رکھتے ہو، میرے پاس وفاداری اور محبت سے زیادہ کیا پا سکو گے، حسن، تندرستی، نوجوانی، کاش یہ سب کچھ میں تمھیں دے سکتی اور تمھارے لئے خود میں پیدا کر سکتی۔ بہر حال تم میری وفاؤں کے قدرشناس رہو اور میں اپنی زندگی اسی طرح پوری کر لوں بس یہ بہت ہے۔

ان دوری کے دنوں اور تنہا راتوں سے گھبرا مت جاؤ، چار ساڑھے چار مہینے بھی کٹ ہی جائیں گے، ہم ایک دوسری کی خاطر جب الگ رہ کر ہر پریشانی کا مقابلہ کر سکتے ہیں، تو پھر ساتھ رہ کر تو ہماری طاقت بہت بڑھی ہوئی ہوگی آخر مجھے تمھاری سرپرستی اور تمھیں میری دلداری بہت ہوگی۔ ہم مل کر زندہ رہنے کی امکانات پیدا کریں گے۔ اپنے اور اپنے بچوں کے لئے۔

جادو تمھیں ہر وقت یاد کرتا ہے اور اس سے کچھ زیادہ ہی اداس جادو کی طبیعت پہلے سے کچھ غنیمت ہے۔ آپا نے آنے کو لکھا ہے، انھیں کچھ دن روکوں گی اور ضروری ہوا تو جادو ان کے ہی ساتھ چلا بھی جائے گا۔

مجھے خط جلدی جلدی لکھتے رہا کرو۔ تمھارا خط پا کر میں نہال ہو جاتی ہوں اور ایک خط کو دس دس بار پڑھتی ہوں، تمھارے خطوں کے علاوہ میری زندگی میں کوئی روشنی نہیں ہے۔

میرے تمام پیار اور میرا ہر احساس تمھارے لئے ہے ساتھی!

تمھاری اپنی

صفیہ

بھوپال
۸ر دسمبر ۱۹۵۰ء

اختر عزیز!

نامۂ شوق ملا۔ اس درجہ بیتابی اور بے صبری سے ہم دونوں کی زندگی اجیرن ہو جائے گی۔ سکون اور انتظار سے یہ دوری کا عرصہ گزار دو پھر مجھے اپنے سائے سے دور نہ کرنا۔ میری جنت وہی ہو گی۔

تم تو پڑھ لکھ کر بھی وقت کاٹ لیتے ہو کیوں نہ یہ زور اور یہ جذبہ کسی پیاری سی نظم پر ہی صرف ہو جائے۔ وہ تخلیق تو زندگی لیکر آئے گی اور یہ جذبے کی رو تو آئی اور گزر گئی۔

تمھاری داڑھ کی تکلیف کی خبر سنکر اور وحشت ہے، کتنے دن ہو گئے تمھیں تکلیف اٹھائے ہوئے، کسی معقول ڈاکٹر کو دکھاؤ، شاید دوا سے ہی کام چل جائے، ورنہ سوچ سمجھ کر نکلوانے کی شکل کرنا، خون زیادہ نہ جانا چاہئے غرضکہ شدید فکر ہے۔ یہ ASPRO وغیرہ مت کھاؤ، تمھیں دل کی تکلیف ویسے ہی ہوتی ہے اور بڑھ جائے گی۔

صبح پڑھا چکنے کے بعد دو بجے سے پانچ بجے شام تک ڈرامے کے چکر میں نکل جاتا ہے، واپس آتی ہوں تو جادو کو حرارت میں کرتھا ہوا پاتی ہوں بس زندگی کا یہ سلسلہ چل رہا ہے۔ ابو[1] نے آنے کو لکھا ہے۔ جادو کو اس کے ساتھ لکھنؤ بھیج دوں گی، پھر زندگی کی رہی سہی روشنی بھی بجھ جائیگی بس تمہارے خطوں کا آسرا رہے گا۔

تم نے میرے خطوں کے مختصر ہونے کی شکایت کی ہے، یہاں حالات ہی

---

[1] ابوالمحروف صفیہ اختر کے بھانجے۔

کیا ہیں دوست جو تم کو لکھوں "صبر اے دوست کہ فریاد کے دن تھوڑے ہیں"۔
تم جنوری میں آنے کا ارادہ برقرار رکھو، کوئی شکل نکل ہی آئے گی۔ کیا کانپور کے مشاعرے والا معاملہ ٹھیک نہ رہے گا؟

اچھا میرا ہر احساس تمھارے لئے ہے ساتھی!

تمھاری اپنی صفیہ

بھوپال
۹ر دسمبر ۱۹۵۰ء

میرے اپنے اختر!

اچھے تو ہو؟ کل خط لکھ چکی ہوں۔ تم سے آج باتیں کرنے کو پھر جی چاہ اٹھا۔ یہ لفافہ دیکھ کر کہ گڑنامت ہے یہ موجود ہے دوسرا حاصل کرنے میں ڈاک کا وقت جاتا رہے گا۔ تمھاری داڑھ کی طرف سے فکر ہے۔ سمنک کا حلوہ بنا کر پارسل کرنے کا ارادہ تھا۔ اب اسی خیال سے ملتوی رکھ رہی ہوں، تمھارے دانت کی تکلیف دور ہو لے۔

کالج کا ڈرامہ غالباً سولہ کو ہو سکے۔ اس وقت تک عجب عالم سکرات طاری رہے گا۔ کل ذمہ داری میری ہی ہے اور اس پر ستم یہ کہ جذبہ پیدا نہیں ہوتا کچھ بھی کرنے کا خاص طور سے اس لئے کہ لڑکیاں حد درجہ UN-INSPRING واقع ہوئی ہیں۔ نفیس اور حامد وغیرہ کی بات ہی نہیں۔

کل آجو کا انتظار رہے گا۔ آ گئے تو جاوید کو ان کے ساتھ بھیج دوں گی۔ انجمن کیسی چل رہی ہے؟ تم نے اپنے مجموعے کا کیا حشر کیا؟ ساری باتیں لکھو صبح سے

۱؎ ابوالمعروف صفیہ: اختر کے بڑا بچہ۔

شام اور شام سے صبح کیوں کر ہوتی ہے؟

آج کل نہ جانے کیا بات ہے کہ پڑھانے کو بھی جی نہیں ہوتا بس نہ جانے کس طرح کام کو ڈھکیلتی ہوں۔

بعض وقت سوچتی ہوں گھر پہ کوئی محنت مشغلہ شروع کردوں۔ خصوصاً جادو کے چلے جانے کے بعد یہ بہت ضروری ہوگا۔ اس کی موجودگی میں اسی کی مصروفیت کیا کم رہتی ہے بہرحال۔

اچھا خط لکھو۔ پیار طویل اور گرم

تمھاری صفیہ

بھوپال

۱۳ر دسمبر ۱۹۵۰ء

اختر عزیزا!

آج تمھارا خط آتا ہوگا اور اگر نہ آیا تو دکھ ہوگا۔

یہاں کالج کی مصروفیت اپنے عروج پر ہے صبح سے شام وہیں گزر جاتی ہے۔ ابو آیا ہوا ہے مگر غریب کی خاطر تواضع بھی نہیں ہو سکتی۔

بائیس سے سات دن کی تعطیل بھی آرہی ہیں۔ کیوں نہ کوئی پروگرام بنا ڈالیں۔ میں تمھیں اس طرف لیے ہی اکھڑے خطوط لکھ سکوں گی۔ تم اثر مت لینا۔ فرض کی پکار مجھے اتوار تک منہمک رکھے گی۔ اتوار کو ڈرامہ ہو رہا ہے پھر سکون مل جائے گا۔ بے طرح کام ہے۔

اچھا پیار

تمھاری اپنی

صفیہ

بھوپال
۱۴/دسمبر ۱۹۵۰ء

اختر عزیز!

کل تمھارا خط ملا تھا نہ جانے کیوں آج دوسرے خط کا آسرا تھا۔ شاید کل آئے۔

کل صبح جادو ابو کے ہمراہ لکھنؤ جا رہا ہے اور اب رات کے ۹ بجے ہیں کالج کے ڈرامہ کے چکر سے مہلت پا کر تمھیں خط لکھنے بیٹھی ہوں۔ یہ چار دن بھی عجب کشمکش میں گزرے، بار بار یہی سوچا کہ جادو کو نہ بھیجوں اور وہ بھی کبھی کبھی میرے غم کا احساس سے مجرم سا محسوس کرنے لگتا تھا۔ لیکن آج اپنے سینے پر سل رکھ کر تیاری کر رہی ہوں۔ اسکی حرارت مستقل اس سے چمٹی ہوئی ہے اور تندرستی کا تو گویا برا ہی سا حال ہے۔ کہاں تک اسے گھلاتی رہوں وہ لکھنؤ رہ کر اپنی کھوئی ہوئی صحت مندی واپس پالے میرے لئے یہ سب کچھ ہوگا تم سے دور رہ کر بھی ان دونوں بچوں کو سینے سے لگا کر مجھے کافی سکون ملجاتا تھا۔ پھر جادو تو، تمھی کو سب پکار اٹھیں "اگر جاؤں جدھر ہو کر" کا مصداق ہے۔ بار ہا میں نے خود ایسا محسوس کیا کہ تم ہی میرے پاس ہو مگر اختر یہ سات سال تم کو پا لینے ہی کی سعی میں گزر گئے اور تم میرے ہو کر بھی مجھ سے آج دور ہی ہو۔ جادو کو بھی میرا ساتھ راس نہیں آیا۔ کیا کروں؟

حالات کے چکر نے میری فطری بے فکری کو بری طرح کچل کر رکھ دیا ہے۔ آج مجھ پر خفیف سی بات کا بھی بڑا شدید اثر ہوتا ہے دوست رکھو پال والوں کا رویہ جو تمھارے چلے جانے کے بعد بدلا۔ اس نے مجھ میں ایک عجیب طرح کی تلخی پیدا کر دی" دیکھ کر

طرز تپاک اہل دنیا جل گیا" میرا کسی سے ملنے جلنے کو جی نہیں چاہتا ایک مسلسل تنہائی ہے اور میں ہوں۔

آج دوپہر سے اب تک میرے آنسوؤں کی جھڑی بند نہ ہو سکی، کالج میں کیا بڑا وقت گزرا بہانوں سے منہ دھو دھو کر آتی تھی جاوید میرا ساتھی دوست رفیق سبھی تھا اس سے مجھے بڑی تقویت تھی اور ڈھارس۔ مجھے گھر کا کوئی سکون میسر نہ رہے گا۔ مگر کیا کروں اختر! میں نے تم سے خودغرضی نہیں برتی تو اس سے میں فریب نہ کروں گی۔ اسے مجھ سے وہی بے غرضانہ محبت حاصل ہونا چاہیے جو تمھیں ہو سکتی ہے، میں تمھارے لئے مٹ سکتی ہوں تو اسکے لئے بھی کچھ قربانیاں دے سکوں گی۔

اختر! تم مجھے تسکین دینا اور میری ڈھارس بندھانا۔ ڈاڑھ کا درد کیسا ہے؟ علاج سے اس درجہ تغافل مت برتو۔ پیار

تمھاری اپنی

صفیہ

بھوپال

۱۶ دسمبر ۱۹۵۰ء

میرے شاعر اختر!

کئی دن سے تمھاری کوئی تحریر نہیں ملی ہے، تمھاری طرف سے ہر وقت فکر رہتی ہے، اپنی خیریت برابر لکھتے رہو۔

جاوید کل چلا ہی گیا چھ مہینے وہ میرے پاس رہا، ہر طرح کا آرام ہو کر بھی اسے دکھ بیمار رہا اور آخر وہ گیا۔ مجھے اور ادریس کو قطعی تنہا کر کے کل تمام دن ادریس کی مظلومیت کا ٹھکانہ نہ تھا بات پر رو دیتا تھا۔ تم جانتے ہو کہ

وہ جادو ہی کے دماغ سے سوچتا ہے اور اسی کے اشاروں پر چلتا ہے ادھر گھر مجھے
کاٹنے دوڑتا ہے، رات بیچ کے سونے سونے کا سچا احساس پیدا کھا رجانے سے قبل
والی رات جادو میری گود میں سویا یہ کہہ کر کہ رات بھر مجھے سینے سے چمٹائے رکھنا
صبح سورج نکلنے سے پہلے ہی میں نے اسے روانہ کر دیا، میری دنیا فی الحال
بالکل اندھیری سی ہے، جادو کی صحت اسے دوبارہ واپس مل جائے تیرے لئے
یہی سب کچھ ہوگا۔

تمھاری دوری کے اوپر یہ مزید ستم کیوں ٹوٹتے ہیں اس کے لئے میرے
اور تمھارے پاس کوئی سبب نہ ملے گا۔

تم آیندہ ماہ کی پندرہ کو میرے پاس ضرور آجاؤ، اب سے مہینہ بھر کا ایک ایک
دن گن گن کر کاٹ لوں گی، سردار جمیل کے رخصت ہو جانے سے ڈرامہ جو کل ہونیوالا
تھا تیرہ دن کے لئے ملتوی ہو گیا ہے، سوچو کہ زحمت میں کس درجہ اضافہ ہو گیا
تقریبًا کل تیاری ہو چکی تھی اب سارا ڈھیر پھر سے جمانا ہوگا۔

سنا ہے مہدی آئے ہوئے ہیں، میرے پاس آنے کا قصد کر رہے ہیں
تمھارے لئے دس گز لٹھا لکھنؤ سے آگیا ہے، یا جانہ سی کرا لیں کے ساتھ
بھجوا دوں گی ورنہ پارسل کروں گی۔

ڈاڑھ کیسی ہے؟ تمھارے خط جذباتی زیادہ واقعاتی کم ہوتے
ہیں تم حالات تو لکھا کرو، تم نے یہ بھی نہ لکھا کہ یہ سات دن کی چھٹیاں
کیوں کر گزاروں؟ دو ایک دن میں ہوش و حواس اکٹھا کر کے خود کو کسی
کام میں لگانے کی کوشش کروں گی۔۔ دیکھو، بہت سے پیار

تمھاری

صفو

بھوپال

۸ ار دسمبر ۱۹۵۰ء

اختر عزیز!

بہت سے پیار۔ اتوار کے بعد سے اب تک تمھارا حال نہیں معلوم
آج بھی تمھارا خط نہ آیا تو بے چینی میں شدید اضافہ ہو جائے گا۔
جادو کے چلے جانے سے جو خلا زندگی میں پیدا ہو گیا ہے اسکا احساس
تم کو کیوں کر دلاؤں۔ گھر کا سونا پن برداشت نہیں ہوتا۔ دن رات میں کتنی
دفعہ اس کی یاد کو آنسوؤں سے سینچ لیتی ہوں۔

دل کو باتیں جو اس کی یاد آئیں
کس کی باتوں سے جی کو بہلائیں

بس یہی تسکین کافی ہے کہ شاید یہ سب اسی کی بہتری کے لئے ہو۔
کل کی دلچسپ بات سنو۔ صبح صبح میں ادرادیس باورچی خانے میں
ناشتہ کر رہے تھے۔ کسی نے عثمان کو پکارا۔ معلوم ہوا ابراہیم یوسف
صاحب تشریف لائے ہیں۔ ان کی اس کرم فرمائی پر سخت حیرت ہوئی
پھر غور کر کے نتیجہ نکالا کہ سنگر سے کام ہو گا۔ چنانچہ اندازہ درست
نکلا۔ ملنے پر بلا تمہید ابراہیم صاحب نے مطالبہ کیا کہ سنگر سے ان کے
تبادلہ کے روکنے کی سفارش کر دوں۔ میں نے قطعی مجبوری ظاہر کی کہ
سنگر سے میں ایسے مراسم نہیں رکھتی کہ ضرورتیں لے کر ان کے سامنے
جاؤں —— آج تمھیں بھوپال چھوڑے سال پورا ہو رہا ہے ابراہیم
یوسف صاحب کو میری یاد اپنے کام پر آئی۔ بہرحال ایسے تجربات اس
تنہائی میں میری کوفت اور تلخی میں اضافہ کر دیتے ہیں۔ تمھاری موجودگی میں جو آپا کا

دم بھرتے تھے وہ آپا کی طرف منہ اٹھا کر کبھی نہیں دیکھتے۔ میں خود بڑھ کر کسی سے ملوں، یہ بھوپال میں مجھ سے نہ ہوگا۔

میں آج چاہوں تو اسی بھوپال میں ہزار دلچسپیوں کے ذرائع پیدا ہو سکتے ہیں، مگر اختر! دل نہیں چاہتا، بس کل بات یہ ہے۔

مجھے تسکین آمیز تحریریں بھیجو، میری ماقتارہ رہ کے بھڑک اٹھتی ہے تم جانتے ہو کہ جادو سے میری محبت عاشقی کا درجہ رکھتی ہے یہ عاشقی سلسلۂ راز عشق کی ایک کڑی ہے اختر!

بہت سے پیار
تمھاری صفیہ

بھوپال
۱۹ر دسمبر ۱۹۵۰ء

اختر عزیز!

خط ملا۔ آج ۱۹ر دسمبر ہے۔ آج تمھیں گئے پورا سال ہوگیا۔ اس سال بھر میں میرے سر کے بال سفید ہونے لگے اور تمھاری آسودگی خاک میں مل گئی۔ ہمیں معلوم ہے کہ ذمہ داری کس کی ہے اپنے لئے نہیں تو اپنے بچوں کے لئے ضرور اس دشمن کو راستے سے ہٹانا ہے۔ میں اس FIGHTING سے دستبردار نہ ہوں گی تم بھی اپنے راستے پر اٹل رہو ساتھی۔

اب شاجاپور جا کر کیا کروں گی، جنوری میں تو تم آ ہی رہے ہو نا؟ بہت سی فرمائشیں لکھوں گی تم کو، جب تم آنے والے ہوگے۔

ادیس بہت اداس رہتا ہے۔ مجھے انگریزی کی ایک نظم اکثر یاد آتی ہے

O CALL MY BROTHER BACK TO ME
I CANNOT PLAY ALONE

تمھیں بہت یاد کرتا ہے اور بمبئی جانے کی فرمائشیں مستقل کرتا رہتا ہے
مجھے خط جلدی لکھا کرو۔ تم کسی مشغولیت میں پڑ کر کبھی مجھ سے غافل ہو جایا
کرتے ہو۔ یہ خطرہ مجھے ہمیشہ پریشان رکھتا ہے۔
بہت سے پیار آؤ تمھارے سینے پر سر ٹکا دوں اختر!
تمھاری صفو

بھوپال
۱۲ر دسمبر ۱۹۵۰ء
اختر عزیز!
آج تمھارے خط کا انتظار ہے، بشرطیکہ تم نے پیر کو کوئی خط پوسٹ کیا ہو
میرا خط تو ہر روز مل جاتا ہوگا تم کو آج کل۔
کل شام عسکری صاحب کے یہاں گئی تھی۔ مہدی[ل] سے بڑی دیر تک گپ
رہی۔ کیا فرق محسوس ہوتا ہے کالج والوں سے اور ان لوگوں سے ملنے میں
مہدی نے آنے کو کہی کہا ہے۔ میں نے کہا ضرور آئیے لیکن سنگر سے مڈبھیڑ
ہو جائے تو خود کو لکھنؤ کا عطر فروش بتا دیجئے گا۔
جاوید کے نہ ہونے سے زندگی میں ایک عجیب خلا سا پیدا ہے۔ سطح کو
ہموار کرنے کی کوشش کرتی ہی رہتی ہوں، لیکن یہ کار آسان تو نہیں تعطیلات
میں ضرور کچھ لکھوں گی، لیکن ایسی چیز جس میں تحقیقی مطالعہ درکار نہ ہو بہر حال
کچھ نہ کچھ لکھوں گی۔ وعدہ سمجھو۔

ل محمد مہدی ایڈیٹر عوام حیدر آباد دکن

تم جنوری میں آؤ گے کیا کیا خاطر داریاں سوچ رکھوں؟ ابھی سے اہتمام میں لگ جاؤں۔

اختر! تم مجھے ضرور تا زیادہ خط لکھا کرو۔ میرا دل بہل سکتا ہے تو تمھاری پیار بھری باتوں سے، میرے لئے ہجر کی گرمی جاڑوں کے نہ ہونے سے دو آتشہ بن چکی ہے، میری پیار سے خالی زندگی تمھارے خطوط سے جاگ جاتی ہے۔

تمھاری اپنی
صفو

بھوپال
۲۳ر دسمبر ۵۰ء

اختر عزیز!

خدا کرے تم بعافیت ہو۔

پرسوں تمھارا خط ملا، اور کتابوں کی فہرست بھی۔ کالج اسی دن بند ہو چکا تھا، اب کھلنے پر ہی کارروائی ممکن ہوگی۔

کل کتابوں کا پارسل ملا کیسی زندگی کی لہر سی آگئی، یہ نئی نئی کتابیں پاکر پھر تمھارے آٹو گراف "پریم چند" کے آٹو گراف میں تو تم بھی بڑے ناصحانہ موڈ میں نظر آ رہے ہو "دوست اصیح ہوتی ہے" پر عنقریب لکھنا شروع کروں گی۔ کل سے اسی انداز سے پڑھنی شروع کی ہے اپنی ادبیت کے لحاظ سے یہ یادگار شاعرہ کی یاد دلاتی ہے، اس کے بارے میں بہت کچھ کہا جا سکتا ہے، جلد ہی شروع کروں گی یہ مضمون۔ شاید یہی کام میرے جمود کو کم کر سکے۔ کل شام مہدی آئے تھے اتوار کو جانے کو کہہ رہے تھے۔ حلوہ میں نے تمھارے لئے کل ہی بنایا، شکر تمھارا لحاظ کرتے ہوئے ہلکی رکھی ہے۔ پسند ضرور کرنا ورنہ میری محنت رائیگاں ہی جائیگی

لیموں کا اچار بھی بھیج رہی ہوں۔

لکھنؤ سے خط آیا ہے جادو کو وہاں کسی مشہور و معروف طبیب کو دکھلایا گیا ہے، خوش ہے اور بحال بھی۔ خدا کرے اس کی حرارت بھی جاتی رہے تو پندرہ جنوری کے بعد ہی بلا لوں گی اُسے۔

تم اپنے آنے کے بارے میں ہر خط میں لکھتے رہو۔ میں مستقل سوچتی رہوں گی کہ تم آنے والے ہو۔ پھر میں کتنی خوش رہ سکوں گی اور مغرور۔

اچھا اویس تمھیں ہر دم یاد کرتا ہے۔ وہ غریب سدا میرے دُکھ سُکھ کا ساتھی رہا ہے۔ تم اس کی قدر کیا کرو۔ پیار لو۔

تمھاری اپنی

صفیہ

بھوپال

۲۵ دسمبر ۱۹۵۰ء

اختر عزیز!

آج کی تاریخ سے کچھ یادیں وابستہ رکھتے ہو ساتھی، آج سات سال ہو رہے ہیں کہ ہمیں ایک دوسرے سے وابستہ کیا گیا تھا۔ اور ہم نے امیدوں اور اندیشوں کے ساتھ زندگی کا جوا اپنے شانوں پر سنبھال لیا تھا۔ اس سات سال میں زندگی کتنے کڑے دلچسپ اور پُر خطر امتحانوں سے گزری اور ہماری باہمی شرکت کو زیادہ سے زیادہ ضروری بناتی گئی۔ ہم نے ایک دوسرے کے ساتھ سے کھویا نہیں، پایا ہے آؤ اس سات سال کے بعد آج پھر اپنے عہد کی تجدید کریں کہ ہم کبھی کسی قیمت پر ایک دوسرے کی ابتری کا باعث نہیں بنیں گے، ہم زندگی کو سنوارنے اور اس کی سطح کو بلند کرنے کے لئے ہی اپنی کاوشوں کو صرف کریں گے، یہ دوا

معصوم محبت سے بھرے ہوئے نرم و نازک دل جو تمھیں اور مجھے برابر کے اعتماد سے اپنا سمجھتے ہیں، ان کی محبت کا صلہ صرف یہی ہو سکتا ہے دوست کہ ہم ان کے لئے ایک روشن دنیا پیدا کر سکیں۔ آؤ، میں تمھارے گلے میں مضبوطی سے باہیں ڈال کر تمھارے سینے میں اس طرح سر چھپا دوں جیسے درخت کے تنے پر بیل چڑھ جاتی ہے، تم میرا سہارا ہو، میری زندگی، میری جان۔

تم کب آؤ گے لکھو تو سہی، تمھاری ستاروں کی صدا پوری تراش خراش کے بعد حمیدیہ کالج کے اسٹیج پر ادا ہو رہی ہے، دیکھنا تو چاہو گے مگر آؤ گے نہیں۔

آج جاوید کو بھی پیار لکھوں گی، اچھا پیار

تمھاری اپنی

صفو

بھوپال

۲۸ دسمبر ۵۰ء

اختر عزیز!

بہت سے پیار۔ کل بعد از صد انتظار تمھارا خط ملا۔ اگر خدانخواستہ نہ ملتا تو آج تک اور پریشانی رہتی۔ اکیس تاریخ کا لکھا ہوا خط ستائیس کو پہنچ سکا ہے، بمبئی تو میرے لئے انگلستان بن گئی ہے۔

"صبح ہوتی ہے" کا تفصیلی مطالعہ کر لیا ہے۔ تیس کو ڈرامہ ہو چکے گا، کشتی اور پہلی کی چھٹی سکون سے گھر پر گزرے گی۔ اس وقت لکھ ڈالوں گی۔

عثمان رات چار دن کے بعد واپس آ گیا۔ یہ عرصہ کچھ میں نے گھر پر ہی گزار لیا۔ گو کہ صبح و شام ڈاکٹر صاحب کے یہاں سے بلاوا آتا تھا کہ تنہا گھر پر مت

رہو۔ نہ جانے کیا وفاداری مجھے اس ٹھکانے سے ہٹنے سے روکتی ہے۔ مجھے جو سکون آشیانے میں میسر آتا ہے وہ کسی غیر جگہ نہ مل سکے گا البتہ اولیں کے صبر وبرداشت کی داد دو، صرف میرے بل بوتے پر اس نے یہ دن بھی کاٹ لئے۔

آج مہاوٹیں برس رہی تھیں۔ بلا کی سردی تھی۔ آج دھوپ نکل آئی ہے یہ تعطیلات تو یونہی گئیں، صبح وشام ہی نہیں ہوئی کے مترادف۔

بار بار فرمائش کرنے پر بھی مختصر خط ہی لکھتے ہو دوست! نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تمھارا خط پاکر بھی طبیعت آسودہ نہیں ہوتی۔ جی چاہتا ہے، تم بہت سی باتیں کرتے چلے جاتے اور میں سنتی رہتی۔ اب تو تم ویسے ہی خاموش سے رہنے لگے ہو۔ کتنی میٹھی اور پیاری ہوا کرتی تھی تمھاری گفتگو تم اپنی باتوں سے دن دن بھر اور رات رات بھر مجھے کسی جانب متوجہ ہونے کا موقع نہ دیتے تھے، آج کیا ہو گیا تمھیں؟ میرا ہر پیار اور ہر خیال تمھارے ہی لئے ہے آؤ مجھے چمٹالو اپنے سینے سے۔

تمھاری اپنی

صفو

محبوب منزل

بھوپال

ا؍جنوری ۵۱ء

اختر عزیز!

بہت سے پیار۔ تمھارا اچھیں کا لکھا ہوا خط مجھے جمعہ کو ہی مل گیا تھا مستقل مصروفیت نے جواب لکھنے کی مہلت نہ دی۔ ہمارے کالج کی سارا پروگرام بحسن وخوبی انجام پا گیا۔ تمھاری "ستاروں کی صدا" بہت مقبول ہوئی۔ اس پوری پریشانی میں میری تسکین کا سامان یہی تھا۔

تم نے ایک آدھ بات ایسی لکھی ہے جس سے میں اتفاق نہیں کر سکتی۔ اختر! تمھاری فطرت میں کھکاوٹ کا احساس آج تک مجھے نہیں ہوا۔ تمھاری مرقعات محبت بھرپور طریقے پر آج بھی زندہ ہے تم بے پناہ محبت اور شدید نفرت کر سکتے ہو۔ میں تمھاری محبت اور تمھاری نفرت دونوں سے ہمیشہ خائف رہی ہوں یہ تمھاری کمزوری نہیں میری ہے اور سچ پوچھو تو یہ کمزوری بھی نہیں میں بہہ جانے کی قائل نہیں رہی۔ میں نے تمھارے قدم بھی ہمیشہ زمین پر ٹکانے چاہے ہیں۔ اسے اگر تم یہ سمجھو کہ تمھیں میرے دل کی وہ محبت نہیں مل سکی جو تم چاہتے تھے تو میں یہ بات نہ مانوں گی اختر۔ تم چاہ سکتے ہو اور دیوانہ وار چاہ سکتے ہو۔ میری چاہت دیوانی ہو کر بھی حقیقتوں سے چشم پوشی نہیں کرتی۔ محبت کے اس امتزاج کے سہارے ہی ہم یہاں تک پہنچے ہیں۔ جہاں ہم ایک دوسرے کے بغیر نامکمل اور بے معنی رہ جاتے ہیں۔ دوست مجھے تو تم سے وہ ملا جو دنیا میں تمھیں سے مل سکتا تھا۔ زندگی کے عظیم الشان تجربے، سماج کی عزت، بچے، گھر، کردار، شخصیت سبھی کچھ تو میں نے تم سے پایا۔ پھر بھی تم ایسا سوچ کر دل دکھاتے ہو کہ تم مجھے محبت کچھ نہ دے سکے۔ زندگی کے حالات الجھے ہوئے ہیں دوست! آؤ ایک دوسرے پر اعتماد بڑھائیں۔ تم میرے سامنے سرخرو اور سربلند ہو کر آؤ۔ تم نے مجھے ایک انوکھی اور نولی زندگی دی ہے۔ جو تمھارے بغیر میں نہیں پا سکتی تھی ایک شاعر کی بیوی ہونا کوئی معمولی مرتبہ نہیں اختر! میں اکثر سوچتی ہوں کہ اگر احساس کی یہ لطافتیں میرے حصے کی نہ ہوتیں تو زندگی کتنی بے کیف ہوتی اور مکدر۔

اختر! تم میرے PROSAIC پن سے گھبراؤ نہیں گو کہ یہ کمی مجھ میں ہے لیکن یہ غنیمت ہی ہے ورنہ ہم ضرور ہی حقیقتوں سے بھٹک

جانے اور حقیقتوں سے بچ کر کہاں جا سکتے تھے دوست! وہ ہمارا پیچھا ضرور کرتیں۔ میرے دل کی گرمی، میرے سینے کا گداز، میرے ذہن کی روشنی، میری کلائی کی مضبوطی یہ سب تم کو تمہاری زندگی کے راستے میں صرف ہوں گی۔ تمہاری زندگی کے لئے تو یہی کچھ ہے میرے پاس اور پوری وفاداری کے ساتھ ہے یہ سب کچھ ——

تم اس احساس کو مٹا ڈالو اختر کہ آج تک تمہاری طرف سے کوئی کمی میرے ساتھ رہی ہے اگر تمہیں میرے لئے یا مجھے تمہارے لئے کوئی قربانی دینی پڑی ہو گی تو اس کی ذمہ داری تو ان حالات پر ہے جس میں ہم گھرے ہوئے ہیں۔ آج میں تم سے دور ہوں۔ تنہا ہوں تو کیا تم کسی طرح بھی مجھ سے بہتر حالت میں ہو؟ کیا تم میری خاطر سختیاں نہیں جھیل رہے؟ یہ قربانیاں رائیگاں نہ جائیں گی۔

آؤ نیا سال اس طرح شروع کرو کہ مجھ پر اعتماد پیدا کرو اور خود پر بھی۔ تمہارا حوصلہ دگنا ہو جائے گا۔ تمہاری محبت کے لازوال سرچشمے ابل پڑیں گے۔ تم جاگ جاؤ گے اور میرا سال!

اسی کے نام ہے جس کی محبت میری دنیا ہے"۔

پیار لو

تمہاری صفو

بھوپال

۵ جنوری ۵۱ء

میرے اپنے اختر!

کل تمہارا خط ملا۔ یہ کمبخت ڈاک والے بھی کیا قیامت کرتے ہیں کہ پانچ

دن سے پہلے تمھاری تحریر مجھ تک نہیں پہنچا تے۔ بہر حال "ایں ہم اندر عاشقی"
تم "ساز" کے گانوں کے چکر میں کب تک مبتلا رہو گے۔ مجھے تو جنوری کا
مہینہ بھی جاتا نظر آتا ہے پھر کیا فروری تک میرے پاس آسکو گے؟ مجھے تو ہر
وقت تمھارے قدموں کی آہٹ سنائی دیتی ہے انتظار بھی کیا سحر آفریں ہوتا
ہے۔ گھر کی سونی سنسان زندگی میں یہی آس میری زندگی کا سہارا ہے۔ ہفتہ میں ایک
خط جادو کی خیریت کا آجاتا ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ خط تمھارے لیے
گھر کی وہ جیتی جاگتی فضا کہاں، جو جادو کے دم سے تھی، خدا اسے تندرستی
دے، میں اس کی بھلائی کے لئے یہ ہجر کی گھڑیاں بھی کاٹ لوں گی۔
تمھارا جانشین تمھارا ہم شبیہ اور تمھارا رقیب اگر ہے تو جادو ہے۔
تم نے پوچھا ہے کہ میں تمھارے نام کے ساتھ۔ عزیز! کیوں لکھتی
ہوں تو اختر! اس لفظ نے تو میرے احساس کی استواری کا پتہ دیا ہے تم مجھے
ہر حال میں، ہر موقع پر عزیز ہے ہو اس سے انکار نہ کرو گے، اچھا اب میں
تمھیں "میرے اپنے اختر" سے مخاطب کیا کروں گی۔ البتہ اس شرط پر کہ میرے
اس احساس کو کبھی مجروح نہ کرنا۔ اگر خرابی کے موقع پر جب تم "تمھارا" حذف
کر کے محض "اختر" لکھ جاتے ہو تو بس یقین کرو کہ میری جان آدھی تو ہو ہی جاتی
ہے سچ پوچھو تو شرط تو تم سے رکھی ہی نہیں جا سکتی۔ شرط میں نے لگائی بھی تو
دیا "ورنہ" والا لطیفہ دہرانا پڑے گا۔ وہ اور ہی ہوتے ہیں جو اپنی خوئے
وفا سے اس لئے ڈرتے ہیں کہ کہیں عاشقی بندگی نہ ہو جائے۔" یہاں تو عاشقی و
بندگی کے امتیازات ہی قائم نہیں ہو سکتے۔ میں تو ہوں ہی تمھاری اور تم بھی مجھ
سے بچ کر کہاں جاؤ گے۔ آج امتحان کے کمرے میں بیٹھ کر یہ خط تمھیں لکھ رہی
ہوں لڑکیاں پرچے کر رہی ہیں اور میں ان کی نگرانی پر تعینات ہوں تھوڑی دیر بعد

نوشہ صاحب آکر دریافت حال کر جاتے ہیں۔

اچھا ہی ہوا تم نے اختر سعید کے کمرے میں شرکت نہ کی ورنہ آج تنہا تم پر ہی پورے کمرے کی ذمہ داری آجاتی۔ اختر سعید غالباً بھوپال ہی میں ہوں گے انھوں نے یہ بھی زحمت نہ کی کہ تمھاری خیریت زبانی سنا جاتے۔ خیر!

ادھر بھوپال میں بلا کی سردی پڑ گئی تھی۔ اب موسم ٹھکانے پر آرہا ہے۔ گرانی یہاں کی بمبئی سے ٹکر کھا رہی ہے۔ سوتی کپڑا بازار سے قطعی غائب ہے۔ ریشمین کپڑا پٹا پڑا ہے۔ لیکن وہ ہماری ضرورت تو پوری نہیں کرتا۔

ہفتہ میں تین خط تو بھیجا کرو اختر! اب تو تمھارے خطوں کے دن بندھ گئے ہیں۔ ایک جمعرات کو ملتا ہے اور دوسرا اگر خوش نصیبی شامل حال ہوئی تو سنیچر کو ورنہ پھر دوسری جمعرات تک بات گئی۔ آنے کے بارے میں لکھو میں تمھارے لئے گھر سجا کر رکھوں گی۔ ویسے تو گھر تمھارے آنے ہی سے سج جائے گا تم بن میری زندگی کیسی روکھی اور ویرانہ بن جاتی ہے میرا ہنسنے کو بھی تو دل نہیں چاہتا۔ آؤ اپنی مسکراہٹ کا پرتو ڈالنے کو تو آجاؤ۔

تمھاری صفیہ

بھوپال
۷ جنوری ۱۹۵۱ء

میرے اختر!

کس مصروفیت نے تمھیں مجھ سے چھین رکھا ہے؟ خط لکھو اپنی مصروفیت کے بارے میں لکھو اور اپنے عزائم کے بارے میں بھی۔

میرے چاردن کی گرمی سے گھبرا نہ جاؤ دوست! تمھاری صفیہ

بھوپال
۱۰ر جنوری ۱۹۵۱ء
میرے اپنے اختر!

بہت سے پیار، آج بہت انتظار کے بعد تمھارے دو خط اکیٹھے ملے
میں آج کالج نہ جاسکی، دو تین شاموں سے طبیعت سست ہو جاتی ہے غالباً
نزلہ وغیرہ کا اثر ہو گا جاتا رہے گا۔
کرشن کی "صبح ہوتی ہے"، پہ بہت کچھ منتشر پارے لکھ ڈالے ہیں اب
ان میں ربط و تنظیم پیدا کرنے کی کوشش کروں گی پھر تمھیں بھیجوں گی۔
کالج میں تیرہ کو مشاعرہ ہو رہا ہے، زیر اہتمام ڈاکٹر گیان چند صاحب
شرکت بطور فرض ضروری ہوگی، تم کس درجے یاد آؤ گے سوچا تو سہی؟ طبیعت
کی تھوڑی سی ناسازی میں زیادہ رومانٹک پن طاری ہو جایا کرتا ہے اور رنگین
یادیں ابھرنے لگتی ہیں۔ چنانچہ آج کل تصور مستقل تمھیں میرے وجود سے بہت
قریب لا دیا کرتا ہے مگر تصور پرستی ہی تو زندگی نہیں دوست۔ اپرسوں تم سے
رخصت ہوئے دو مہینے ہوں گے، معلوم ہوتا ہے دو برس ہو گئے۔ ڈاکٹر
سلطان صاحب کے گھر والوں کی ہمدردی اور ان کی نگرانی سے مجھے
بہت تسکین رہتی ہے۔ آجکل بیچاری خالہ جان دن میں دو تین بار
بچوں کو دریافت خیریت کے لئے بھیجتی ہیں۔ اور میں بھی ان کے گھر جا کر دل بہل
جاتا ہے۔ بقیہ کسی سے مطلقاً رسم وراہ کی صورت نہیں ہے۔
اور کیا لکھتی چلی جاؤں؟ تم فضول بکواس سے بعض وقت گھبرا جایا
کرتے ہو۔ مگر یہاں گپ کا موقع کسی سے ملتا ہی نہیں، بس کبھی کبھی دو چار منٹ کی
گفتگو نونتہ صاحب سے کالج میں ہو جایا کرتی ہے، جس سے جی خوش ہو جایا

کرتا ہے۔

جعفری اور سلطانہ کے کیا مشاغل ہیں؟ عصمت آپا اپنے نئے مکان میں منتقل ہو گئی ہوں گی۔ ان کی ریاست کو فریدز ونغ ہوا یا نہیں؟ ایس۔ ایم نواب کے مزاج عالی کا کیا عالم ہے؟ مہوشوں" کے لئے اب بھی مصوری سیکھتے ہیں یا نہیں؟ خلیل صاحب کی وضعداری میں فرق آنا غالباً ممکن ہی نہیں رہا۔ اویس اور احسان کا کیا رنگ ڈھنگ ہے؟ رفیق سے کہو کہ بھوپال ضرور آئیں مجھے ابھی سے انتظار ہے۔

انجمن کس ڈھنگ سے چل رہی ہے؟

روشنائی خطرناک حد تک خراب ہے۔ تم کڑھو گے۔ پچھلے مہینے جادو کو لکھنؤ پہنچانے کے سلسلہ میں ساٹھ ستر اٹھ گئے ورنہ قلم خرید لیتی۔

یہاں موسم کا انداز بدل چکا ہے۔ شامیں گرمیوں کی سی اداس ہونے لگی ہیں۔ فضا میں گرمی کی آہٹ محسوس ہوتی ہے۔ کل تو پھر کالج جانا ہی ہوگا۔ گو کہ آج کل پڑھانے کا موڈ بالکل پیدا نہیں ہوتا۔ فروری تک کلاس کا سلسلہ ہے پھر تو مارچ سے امتحانات کا چکر چلے گا۔

اب بہت سی باتیں ہو چکیں۔ بے سر پیر کی باتیں۔ آخر تم ہفتہ میں دو خط تو لکھ ہی ڈالا کرو۔ آج کل بمبئی سے پانچ دن کے بعد خط یہاں پہنچنے لگا ہے۔ اس قومی حکومت میں ڈاک کی خوش انتظامی کیا کھلا ہو۔

آؤ پیار تو کرلیں ایک دوسرے کو۔

تمھاری اپنی

صفیہ

بھوپال

۱۲ار جنوری ۱۹۵۱ء

میرے اختر!

خوش رہو۔ کل تمھارا خط مل گیا تھا۔ میری طبیعت حسب توقع اب بہتر ہے۔ یہاں آج کل انفلوئنزا کا زور ہی بہت ہے ہر طرف لوگ مبتلا نظر آتے ہیں۔ آج کالج میں کوئی انعامی مباحثہ ہو رہا ہے جس کے سلسلہ میں شام کو حاضری لازمی ہے کل مشاعرہ ہے، پیس کو کانووکیشن۔ غرضکہ یہ ہنگامے بھی عجیب ہوا کرتے ہیں۔ مجھے نہ جانے کیوں ان تمام باتوں میں ایک آنچ بھی دلچسپی محسوس نہیں ہوتی۔ عجیب طفلانہ ذہنیتیں کام کرتی ہیں ان تقریبوں کے پیچھے۔

اس مرتبہ "نقوش" کا سالنامہ مجھ تک پہنچ گیا۔ عجیب خلط ملط قسم کا رسالہ بن چکا ہے۔ در اصل سلطنت خداداد پاکستان کا اقتدار نقوش کی پالیسی کو خریدنے میں کوئی دشواری نہ محسوس کرتا ہو گا۔ ہاں پاکستان کا نشر شدہ مشاعرہ بھی سنا؟ میں نے تو خبریں ہی سنی ہیں۔ اسرار[۱] بھائی بھی پہنچ گئے۔ سنا ہے کہ خمار[۲] اور شکیل[۳] خوب جمے، خصوصاً ان دونوں میں سے کسی کا یہ شعر کہ محبوب کی مست نگاہی آدمی تو کیا فرشتے کو بھی دیوانہ بنا سکتی ہے۔ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ آدمی اور فرشتے کی تقسیم ہندوستان اور پاکستان کے لحاظ سے کی گئی ہو گی واقعی اس ادبی ذوق پر قربان ہونے کو جی چاہتا ہے۔

تمھارے گیتوں کی رفتار کیا ہے؟ نواب صاحب کی اس تساہل پسندی سے ایک تصویر کی تیاری میں تین سال تو ضرور لگتے نظر آتے ہیں۔ نجم[۴] کی

---

۱ اسرار الحق مجاز ۲ خمار بارہ بنکوی ۳ شکیل بدایونی ۴ ڈاکٹر نجم نقوی

تصویر شروع ہوئی یا نہیں عصمت آپا تو اب دوسرا نشانہ تاک رہی ہوں گی۔
احسان کی حالت سے ہمدردی ہے۔ ان سے کہو غم نہ کریں۔ اب اکٹھے ہی ملازمت تلاش کریں گے۔ ویسے تو رئیس بن گئے ہونگے! میری طرف سے احسان سے کہو کہ تمھارے کرتوں کے لئے کپڑا ضرور خرید دیں اور پیسے تم سے وصول کرلیں۔ یہاں کپڑا قطعی نایاب ہے۔

اچھا کالج جانا ہے۔ پیار لو

تمھاری صفو

بھوپال

۱۵ جنوری ۵۱ء

اختر میرے!

پچھلے ہفتہ تین خط ملے اور سنیچر کو منی آرڈر بھی وصول ہوا۔ تم نے تو پوری تنخواہ مجھے ہی بھیج دی۔ تمھیں شاید تنگی میں بسر کرنے میں مزا آنے لگا ہے تو کوئی بات نہ ہوئی دوست! گھر سے دور رہ کر ویسے ہی کون سی آسائش تمھارے حصہ کی رہ جاتی ہے جو محنت کر کے جیب بھی خالی رہے خیر میرے پاس وہ پیسے بھی جو تم نے بمبئی سے روانگی کے وقت دیئے تھے جمع ہیں اور یہ بھی۔ اب میں تم سے الگ رہ کر پیسے کی خاص حفاظت کرتی ہوں اور سیکھ گئی ہوں۔

پرسوں کالج میں مشاعرہ تھا اختر سعید اور تاج بھی آئے تھے ملاقات ہوئی تھی۔ تاج نے گھر پر آنے کو بھی کہا تھا۔ شاید بمبئی کی واپسی کا قصد رکھتے ہیں بن پڑا تو کچھ ان کی معرفت بھیج دوں گی۔ دیکھو۔
کل شہاب کی ماں ان کی بیوی اور نوشہ صاحب کی بیوی آگئی تھیں

آج تنہائی ہے، اویس کو نزلہ ہو رہا ہے، اس کی تیمارداری میں لگی ہوں اس نے بھی تم کو خط لکھوایا ہے۔

اچھا اختر! اب کب تمھاری مسکراہٹ کی دمک میرے چہرے پر نظر آسکے گی بعض لمحوں میں تو اپنی بانہیں تمھارے گرد حلقہ کرکے تم سے اس طرح چمٹ جانے کی خواہش ہوتی ہے کہ چاہو بھی تو مجھے چھڑا نہ سکو۔ تمھاری ایک نگاہ میری زندگی میں اجالا کر دیتی ہے۔ سوچو تو کتنی تاریک اور بدحال تھی میری زندگی جب تم نے اسے سنبھالا۔ کتنی بےخبر اور کیسی بےمعنی اور تلخ تھی میری زندگی، جب تم میری دنیا میں داخل ہوئے۔ آج مجھے ان گزرے ہوئے دنوں پر غم ہوتا ہے جو ہم دونوں نے علی گڈھ میں ایک دوسرے کی شرکت سے محروم رہ کر گزار دیئے۔ اختر اگر مجھے آئندہ کی باتیں معلوم ہو سکتیں تو میں بچ جاتی۔ تھیں اسی زمانے میں بہت چاہتی کوئی کشش تو شروع سے مجھے تمھاری جانب کھینچتی تھی اور کوئی کھلاوٹ خود بخود میرے دل میں پیدا تھی مگر بتانے والا کون تھا کہ یہ سب کیوں؟

آؤ میں تمھارے سینے پر سر رکھ کر پوری دنیا کو مغرور نظروں سے دیکھ سکوں گی۔

تمھاری اپنی صفو

بھوپال

۱۶ر جنوری ۵۱ء

جانِ عزیز!

خط ملا۔ ایسا محسوس ہوا جیسے میں بھوپال میں نہیں تمھارے ہی ساتھ ہوں، شکر ہے کہ اب تمھارا ٹمپریچر نارمل ہے۔ تم نے آنے کے بارے میں اینٹی

محبوبوں والا طرز اختیار کر رکھا ہے۔ لیکن اگر میرا شوق زور آزما ہو گیا تو تم
کھینچ کر آ ہی جاؤ گے۔ فی الحال تو تسلیم کی خوبی مناسب نظر آتی ہے۔

دراصل مصلحت اسی میں ہے کہ کھیتوں کے چکر سے پوری فراغت حاصل
کر کے آؤ۔ اس طرح ذہنی سکون بھی مل سکے گا اور فرصت بھی رہے جب تک
کسی طرح جی بہلا لوں گی۔

یہاں مشاعرہ ہوا نہایت ہی گھٹیا قسم کا یعنی معیاری حد تک گھٹیا
سو جو کوئی وحشت تھانوی اور کوئی قتیل باندوی تھے یہ اصحاب بہت
چہکے۔ ڈاکٹر جین کے زیر سایہ ادب کی پرورش اسی طرح ممکن ہے کل کوئی
فنکشن تھا۔ جس میں کوئی کھوانی پرشاد آئے ہوئے تھے جن کے اترانے
کی حد ہی نہ تھی۔ اپنے کو دنیا کے چوٹی کے ادیبوں میں شمار کرتے ہوں گے یہ
SOCIAL GATHERING والا سفر تھا۔ اب ہیں کو
کانووکیشن پر تان ٹوٹے گی۔

آخر مجھے تمہارا سہارا مضبوطی اور طاقت دیتا ہے۔ میں کبھی تنہا نہیں
رہتی۔ مجھ میں دگنی زندگی اور دوہری لگن کام کرتی رہتی ہے میں تمہاری
محبت کے اعتماد پر ہر سختی کا مقابلہ کر سکوں گی اور ویسے دیکھو تو مجھے کوئی
تکلیف بھی نہیں ہے۔ البتہ تمہارے دکھ سے دکھ رہتا ہے۔ خدا جانے آج
کل تمہاری تندرستی کیسی ہے؟ کھانے پینے کی طرف سے تم حد درجہ بے نیاز ہو
تمہیں کپڑے کی بھی کمی ہو گی۔ رات میں نے خواب میں تمہارے کپڑوں کا صندوق
بالکل خالی دیکھا۔ دیکھو میں اس کی فکر کروں گی۔ البتہ تم کرتوں کا کپڑا
خرید سکو تو خرید لو۔

اچھا اب کالج جاؤں گی بہت سے پیار قبول کرو۔ تمہاری صفو

بھوپال
۱۸ر جنوری ۱۹۵۱ء

دوست بہت سے پیار

خط ملا شکر ہے۔ تم اچھی طرح ہو۔ آج تو تمھاری یاد بے طرح آئی، اور
بس جی گھبرانے سا لگا۔ یہ وحشت کبھی کبھی طاری ہوتی ہے اور اپنی بےبسی
پر ترس سا آنا شروع ہوتا ہے تم سے دور تمھاری محبت بھری نظروں کو ترستی
رہتی ہوں جانتے ہو میری نظر تمھیں کن قدروں سے دیکھتی ہے اختر! اے
دوستِ بیدار من والا احساس تازہ ہو جاتا ہے، تمھاری قیمت
کوئی مجھ سے پوچھے۔

کل شام شملہ والیوں نے مجھے ٹیلیفون کر کے بلایا تھا، بیگم[1] علی گڑھ جا رہی
ہیں، میاں بمبئی تشریف لے جا رہے ہیں، سلمیٰ اس عرصہ میں بہت ترقی پسند ہو گئی ہے
یعنی دراصل، کمیونزم سے واقفیت اور اشتراکی شعور پیدا کرنے میں انور[2] نے
علیگڑھ میں کچھ نہ کچھ کیا ہے۔ سلمیٰ صورت میں تو اچھی تھی ہی اب خیالات میں بہت سنور
گئی ہے، بیباکی، سادگی اور معصومیت کا وہی اگلا سا عالم ہے۔

اختر! اب تو گھڑیاں پہاڑ بن گئی ہیں، اگلے مہینے کی تاریخ مقرر کر کے
مجھے لکھو کب آؤ گے، تاکہ دن گن گن کر کاٹنے میں تسکین محسوس ہو سکے، اکثر گھنٹوں
مکان میں مجھے بالکل تنہا وقت گزارنا پڑتا ہے، جذا اسکول ہوتی ہے عثمان کو
بھی فرصت چاہیے، اور بس غریب سنگر کے بچوں کے ساتھ وقت گزارا ہی کرتا ہے
بس میں ہوتی ہوں اور تمھاری یاد کیا ستم ہے کہ تم مجھے اور میں تمھیں پا لینے کو

۱؎ بیگم رشید الظفر ۲؎ بیگم مجیب

بے چین رہیں اور دوری حائل رہے میری شخصیت تم سے الگ ہو کر مجھے نامکمل اور تشنہ نظر آتی ہے ایک عجیب رہبانیت طاری ہو جاتی ہے مجھ پر۔

اب رات کے دس بج رہے ہیں ادیب سو گیا ہے۔ اسی کے پاس بیٹھ کر یہ خط لکھ رہی ہوں۔ آجکل اسے کبھی نزلہ ہو رہا ہے اس کی بڑی احتیاط کرنی پڑتی ہے آج کل وہ غریب تو ہر لمحہ یاد کرتا ہے اور تمھارے آنے کی خبر سن کر خوش ہو جاتا ہے۔

مجھے زندگی میں دو ہستیاں دیوانے پن کی حد تک پیاری ہیں۔ تم اور جادو۔ اور میرا ساتھ دونوں نہیں دیتے۔ یہ میری کم نصیبی ہے اور اگر سمجھداری سے غور کرتی ہوں تو میں کیا ایک دنیا کم نصیب نظر آتی ہے۔ اس کم نصیبی کو فنا کر کے ہی دم لینا ہوگا۔ آج ندیم میں محمد قدح سلطانپوری کے مقدمہ کی روئداد پڑھی۔ یہ خیال سے خوش ہوئی کہ چلو محمد قدح کو ان اخباروں نے اہمیت تو دی مگر یہ جانو کہ محمد قدح کا تذکرہ سلطانہ ڈاکو کے تذکرے سے اس درجہ ملتا تھا کہ مجھے خود اس غریب کے قاتل ہونے کا گمان ہونے لگا۔

کل گاجر کا حلوہ اسی امید پر بناؤں گی کہ تاج اپنے ہمراہ بمبئی لیجائیگا اور کیا لکھوں، ہاں شہاب نے مشاعرہ کے لئے ایک نہایت ہی رنگین نظم زبانی کہی تھی۔ کالج کی لڑکیاں ان کی اس نظم پر سخت ناراض ہیں اور انھوں نے تحریری شکایت مجھ سے کی ہے۔ شہاب کی کمزوری ارزاں مقبولیت ہے دیکھو یہ اسے کہاں لے جاتی ہے؟

لکھنؤ سے خط کا انتظار ہے بچے کی خیریت میں دل لگا ہوا ہے۔ خط لکھو، طویل اور مفصل۔ میرے ہزاروں پیار لو

تمھاری صفو

بھوپال
۲۱ر جنوری ۵۱ء

ساتھی!

تمہارا خط ملا اب تو تم لمبے خط لکھنے لگے ہو۔ مگر پیار کی باتوں میں تلخی
شامل نہ کر لیا کرو، تم جانتے ہو میں اپنی خواہش اپنی پسند اور اپنے ارادے سے
تم سے منسوب ہوئی۔ میری ایک "نہیں" بھی اس سلسلے کو ختم کر سکتی تھی پھر تمہاری
ہچکچاہٹ اور تمہارے تذبذب پر تمہارے قدم میں استقلال پیدا کرنے میں
میرا حصہ رہا۔ اگر میں اپنے شوق فضول و جرأت رندانہ کو استعمال کر کے
تمھیں خط لکھنے میں خود اقدام نہ کرتی تو نہ جانے ہماری زندگیاں آج کہاں
بھٹک رہی ہوتیں۔ تم سے وابستہ ہوئے آج سات سال سے زیادہ ہو چکے۔ ان
سات سالوں میں جس قدر خوشگوار سمجھوتہ ہم دونوں کے درمیان رہا ہے اس کی
مثال ازدواجی زندگی میں مشکل سے ملے گی۔ میرے سامنے راستہ واضح تھا
مجھے ہر حال میں تمہارے ساتھ ہی رہنا تھا۔ لیکن تم نے بھی اپنی کشمکشوں اور
الجھنوں کے باوجود مجھے کسی قدم پر اپنے سے علیحدہ نہ سمجھا۔ تم نے اکثر اپنے دل
و دل و دماغ کا خون کر لیا لیکن میری پاسداری میں کوئی فرق نہ لائے۔ تم نے
میرا ساتھ چاہا اور میں نے تمہارا ساتھ دیا۔ اس رفاقت میں جتنا تم نے مجھ
سے پایا اس سے غالباً کچھ زیادہ ہی میں نے تم سے حاصل کر لیا دوست۔
یہ چمکتے ہوئے معصوم چہرے یہ غیر معمولی ذہانت اور ملائم دل رکھنے والے
بچے میری ماتا تمہارے اس عطیہ کو میری زندگی کی ہر سانس میں ایک لہر اور
ایک نئی امنگ سے خوش آمدید کہتی ہے میں جاوید اور اویس کی نگاہوں میں تمہارا
پرتو دیکھ کر جو غرور محسوس کرتی ہوں وہ مجھے تمہارے قدموں پر جھکا دینے کو کافی ہے

اختر! تم نے زندگی میں سکھ کم اور دکھ زیادہ جھیلے ہیں۔ وہ آسودگی جو اعتماد اور سکون پروری کا نتیجہ ہوتی ہے، تمھارے حصے میں کم رہی ہے میں اگر تمھیں اس قسم کا ذہنی سکون پہنچا سکوں جس میں خون کی کھولن، اعصاب کی تڑپ اور ذہن کا ہیجان نہ شامل ہو تو میں سمجھوں گی کہ میری زندگی سپھل ہو گئی اس عرصے میں ایک آدھ بار میں نے تمھیں ضرور اپنی طرف سے پریشانیاں دی ہوں گی، مگر کبھی ایسا نہ ہوا کہ میں ان پر نادم نہ ہوئی ہوں تم ایک لحظہ کے لئے بھی اپنے ذہن میں اس خیال کو جگہ مت دو کہ میری زندگی تم سے علیحدہ ہو کر کوئی حیثیت رکھتی ہے اپنی کٹھن راہوں اور پریشان کن مرحلوں میں تم مجھے ساتھ رکھو اور تم مجھے مسکراتا ہوا پاؤ گے۔ البتہ ساتھ ہی سمجھوں گی کہ میری زندگی بے مقصد ہو چکی۔ جب تم کو میری ضرورت باقی نہ رہے گی۔ میں اس دن کو دیکھنے سے پہلے مرنا بہتر سمجھتی ہوں۔

خود پر اعتماد پیدا کرو، مجھ پر اعتماد پیدا کرو اور تمھیں زندگی پر خود بخود اعتماد پیدا ہو جائے گا اور فتح تمھاری ہو گی۔ اختر! اپنے کو غمناک مت کیا کرو زندگی ایک ہی بار ملتی ہے آؤ مل کر اس سے جو کچھ بھی نچوڑ سکتے ہیں نچوڑ لیں اپنے لئے اور اپنے بچوں کے لئے۔

ہاں آج اکتیس ہے اب تم بس فروری کی آمد کا پروگرام رکھو میں یہ مہینہ تمھارے انتظار میں گزاروں گی۔ ہر صبح اسی خوشی کے ساتھ جاگوں گی کہ تمھاری آمد کا وقت قریب تو آ گیا ہے۔ ادریس غریب ہر صبح شام پوچھتا ہے کہ ابی کب آئیں گے۔ کبھی میں نے کہہ دیا کہ فروری میں آئیں گے، بولا کیا فر فر اڑتے ہوئے آئیں گے؟ اس لئے فروری میں آ رہے ہیں؟ یہ شاعری اس نے کہاں سے حصہ میں پائی؟ تم ہی بتاؤ؟

کل یہاں کانووکیشن تھی۔ وائس چانسلر کا لنچ تھا۔ رجسٹرار آگرہ یونیورسٹی تمھارے بڑے واقف کاروں میں نکلے تمھیں گوالیار سے جانتے ہیں۔ بارے میں پوچھ رہے تھے۔ آج صبح وائس چانسلر کے ساتھ گروپ اترنا تھا، جانا ہی پڑا۔ یہ ساری باتیں تمھاری قائم مقامی کا صلہ ہیں۔

"کیا کیا مری ستی سے سواد لے کے گئے ہیں"

آج کل ہر شام کو مجھے حرارتی کیفیت سی ہو جاتی ہے۔ تمام جسم میں آگ سی پھنک جاتی ہے۔ گو کہ ٹمپریچر کوئی خاص نہیں ہوتا ہو سوز، ہجر شاید اسی کا نام ہو، دو چار دن اور دیکھتی ہوں پھر کسی حکیم کو دکھاؤنگی ڈاکٹروں کا علاج تو مفضول ہی ہے، جادو کے تلخ تجربے کے بعد ہمت نہیں ہوتی۔

اپنے تمام دوستوں کو مرا ماد جب پہنچا دو۔ سوچتی ہوں ایک خط سلطانہ[۱] کو لکھوں، دہی والکیٹو روڈ کا پتہ چلے گا یا نہیں۔

شہاب کی بیوی اُن کی ماں کے ہمراہ واپس گئیں۔ بیوی کو مرعوب کرنے کے لئے رات کے بارہ بارہ بجے تک محفل موسیقی گرم رہتی تھی بنا ہے شہر کے تمام طبلچی اور سازندے اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ بیوی غریب بغلی کمرے میں گھٹی پڑی رہتی تھی۔ میاں شہاب سمجھے اس طرح رعب پڑے گا۔ اب وہ سسک کے ہمراہ جلدی تو شہاب میاں تنہا ہیں اور غم میں مبتلا ہیں کہ اس اناج اور گھی وغیرہ کا کیا حشر ہوگا جو انھوں نے اکٹھا کیا ہے۔

اور کیا لکھوں بہت سی باتیں کرلیں تم سے، تمھاری رضائی کے لئے

---

[۱] سلطانہ جعفری

بڑا پیارا سا کپڑا خرید کر رکھا ہے، پرانی رضائی تو بے کار ہو چلی ہو گی ساتھ نیتے آنا۔ دوسری سلوا کر دوں گی، دو کرتوں کا کپڑا مل جانے کی امید کبھی پڑی ہے دیکھو۔

اچھا بہت سے پیار

تمھاری صفو

بھوپال
۲۶ر جنوری ۱۹۵۱ء

اختر میرے!

تمھارا خط ملا۔ اس طرف میں نے خط لکھنے میں تاخیر کی وہ مضمون لکھتی رہی جس کا تم سے وعدہ تھا غنیمت ہے کہ اب تو کسی حد تک پہنچ گیا ہے۔

اس طرف جادو کا کوئی خط نہیں آیا۔ رات کے بیچ میں جب آنکھ کھل جاتی ہے تو اس کی یاد آجاتی ہے اور دل بڑی مشکل سے قابو میں آتا ہے۔

تمھاری آمد کے لئے کیا کیا پروگرام سوچتی رہتی ہوں پھر سوچتی ہوں کہ لوگ دفعتہً میری حالت کی اس زبردستی تبدیلی پر ہنسیں گے اور مجھے اس خیال سے شرم سی آجاتی ہے۔ "تمھارے لئے دل بھر کے سنگار بھی ممکن نہیں" من کی موج، جگ کی لاج دونوں کو نبھانا۔

اب جیسے بن پڑے فروری میں ضرور آجاؤ۔ میری تنہا زندگی فریاد کرتی ہے۔ بہت پیار لو۔

تمھاری تو ہی ہوئی

صفیہ

بھوپال
۲۹ر جنوری ۱۹۵۱ء

اختر میرے!

ہزاروں پیار تمھارا خط جمعہ ہی کو مل گیا تھا شکر ہے کہ تم اچھی طرح ہو۔ کرشن کی "صبح ہوتی ہے" پر تبصرہ لکھ ڈالا ہے۔ طویل زیادہ ہوگیا ہے اور اقتباسات کی بھرمار ہے۔ لیکن اقتباسات کے بغیر گفتگو میں رنگ نہ پیدا ہوسکتا تھا کیونکہ یہ کوئی ناول تو ہے نہیں جس پر اصولی بحث ہوسکے بہرحال پڑھ کر ہی کچھ لکھ سکی ہوں، ورنہ مجھے لکھنے کی مشق ہی نہیں ہے! پریم چند[1] پر بھی تمھارے آنے سے پیشتر لکھ ڈالوں گی۔ اس کتاب کے بخیے ادھیڑنے تو بہت آسان ہیں۔

پرسوں دلومیاں آنکلے تھے۔ مجھے تو ایسے موقعوں پر "بوئے کسے داری" کا احساس ہونے لگتا ہے ان کی خاطر تو اضع کر دی تھی۔

اولیں تم کو ہر لحظہ یاد کرتا ہے اور تمھاری آمد کا بے چینی سے منتظر ہے اسکے لئے اس مرتبہ کچھ ضرور لانا، ورنہ اسکی ساری امیدوں پر پانی پھر جائے گا۔

جاوید کی خیریت معلوم ہوئی۔ اچھا ہے اور خوش۔ میں نے اُسے جنوری کے شروع میں روپئے بھیج دیئے تھے۔ اس کے علاج وغیرہ کا بار کیوں دوسروں پر پڑے۔

یہاں موسم پلٹا کھا رہا ہے۔ جیسے ہر شئے کی توقع اس کے حصول سے زیادہ خوبصورت ہوا کرتی ہے۔ اسی طرح گرمی کی آمد کا احساس گرمیوں سے

---

[1] پریم چند از سہیل احمد رہبر

کہیں زیادہ لطیف ہوتا ہے۔ اب لبنت منے گا اور کپھر ہولی آئے گی میں نے لبنتی ڈوپٹہ کل رنگ کر رکھا ہے۔ اسی انتظار میں کہ تم آؤ گے تو اوڑھ لوں گی۔

یاد کرو ہماری دسمبر میں شادی ہوئی اور ہماری ابتدائی محبت اسی موسم اور اسی فضا میں پروان چڑھی تھی۔ ایکا ایکی مجھے دنیا کی ہر شئے کتنی حسین کیسی زندگی آمیز اور کیسی رنگین نظر آنے لگی تھی۔ تم نے میری زندگی دیوتاؤں کی شان سے پلٹ کر رکھ دی تھی۔

آؤ اداس مت ہو، یہ دن بھی کٹ ہی جائیں گے۔ مسکراؤ اور حوصلہ پیدا کرو، جیت ہماری ہی ہو گی۔

اچھا اب پھر

تمھاری صفو

بھوپال

۳۰ر جنوری ۱۹۵۱ء

اختر میرے!

خط ملا۔ اداسی اور میں اچھی طرح ہیں۔ دن گزر رہے ہیں اور تم سے ملنے کا عرصہ قریب آ رہا ہے۔ بس یہی خوشی ہے کوشش کرتی ہوں کہ کسی نہ کسی مصروفیت کے سہارے اپنی تنہائی کو بھلائے رکھوں۔ کل سے سلائی شروع کر دی ہے۔

یہاں کا موسم تمھیں دعوت دیتا ہے ایسی خنک اور خوشگوار شامیں پھر تو ایسی جلدی نہ آ جائیں گی۔ گیتوں کا سلسلہ کیسا چل رہا ہے؟

آؤ تمھاری گود میں سر رکھ کے آنکھیں بند کرلوں، میں بہت تھک گئی ہوں دوست۔

تمھاری اپنی

صفیہ

بھوپال

۶ر فروری ۵۱ء

میرے اپنے اختر!

بہت سے پیار اور ہزاروں دعائیں

خط ملا شکر ہے کہ تم اچھے ہو، میں جانتی تھی کہ گیتوں کے چکر سے تمھیں فراغت نہیں ہے۔ پھر ستم یہ کہ اب تک ایک دو گیت ہی کی تکمیل ہو سکی ہے۔ کیا فروری میں مہلت نہ مل سکے گی تم کو؟

اختر! میں نے تمھیں لکھا نہیں۔ ایک ڈیڑھ مہینے سے بالکل گٹھیا کے قسم کی تکلیف پیدا ہو رہی۔ گھٹنوں کے کھلنے میں ایسی تکلیف ہوتی تھی کہ چکر سا آجاتا تھا۔ اب بھی سو کر اٹھتی ہوں تو مٹھیوں پر ایسا ورم سا آجاتا ہے کہ بند نہیں ہوتیں۔

یہاں کے ڈاکٹروں پر کیا خاک اعتماد کیا جائے لہٰذا کلوزل آیوڈین COLLOSSAL IODINE پی رہی ہوں بہرحال تم زیادہ فکرمند مت ہونا۔ میں نے تم کو صرف اس لئے نہیں لکھا کہ مجھے تو طرح طرح کی تکلیفیں ہو کر خود ہی مٹ جاتی ہیں۔ تم خواہ مخواہ اتنی دور سے پریشان ہوگے۔ اب مجھے اچھا ہی سمجھو۔

تم اپنے حالات سناؤ۔ اس طرف تم بہت دن سے مسلسل خط لکھتے

رہے ہو تو کیا یہ قلم بھی کھو گیا؟ یا روشنائی نہ ہونے سے یہ مفلسی طاری ہے؟ ہمت کر کے SWAH INK ایک شیشی خرید لو۔ تم نے بلاؤز کے کپڑے خریدنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے تو دو مشورے بھی شامل کر لینا (۱) کوئی بلاؤز پانچ روپے سے زیادہ نہ ہونا چاہیے (۲) رنگ خطرناک قسم کے شوخ نہ ہوں۔ کیوں کہ زنگ کی کمی میری جانب سے پوری ہو سکتی ہے۔

چندا اپنے گھر گئی ہوئی تھی، آج واپس آ گئی ہے، اس سمیت ذرا گھریلو سی فضا قائم ہو جاتی ہے۔ ورنہ منہ لپیٹ کر پڑے رہنے کے سوا اور کیا رکھا ہے گو کہ میں باورچی خانے میں اور کبھی کبھی سلائی میں خود کو لگایا کرتی ہوں، اچھا پیار تو کر لوں تمھیں میری صحت کی طرف سے پریشان نہ ہونا اب مجھے اچھا ہی سمجھو ورنہ میں تم کو لکھتی بھی نہیں۔

تمھاری صفیہ

بھوپال

۱۱ر فروری ۵۱ء

میرے اپنے اختر!

تمھارا خط جم کو ملا تھا۔ یہ فروری بھی یونہی گزر جائے گی اور تم نہ آسکو گے "عاشقی صبر طلب اور تمنا بیتاب" والا مرحلہ ہے۔ بہر حال تم جانتے ہو کہ مجھ میں برداشت کی بے پناہ صلاحیتیں ہیں۔ یہ عرصہ کیا چیز ہے مدتیں کاٹ سکتی ہوں تمھارے انتظار میں۔

کل تین مہینے ہو جائیں گے تم سے رخصت ہوئے مگر میرے لئے تو "سجن تم بن جدائی میں گھڑی گزری سو دن گزرا" والا مضمون ہے اب

حساب لگاؤ تو۔

کل اتوار کا دن تھا۔ ایک رضائی کا ڈول ڈالا تھا۔ صبح سے جو سلائی شروع کی تو شام ہو گئی۔ شام کو پتہ چلا کہ بسنت کا دن تھا۔ بسنت کی خبر نہیں، کی صداقت تسلیم کرنی پڑی۔

میں دوا کا برابر استعمال کر رہی ہوں۔ افاقہ ہو کر ہی رہے گا۔ دراصل بات یہ ہے کہ شروع ہی میں میں نے توجہ نہ دی ورنہ بات نہ بڑھتی۔ بہرحال آج تک تو ایسا ہوا نہیں کہ کوئی تکلیف آ کر گئی نہ ہو، یہ بھی چلی جائے گی۔

اور کیا لکھوں۔ فرنیچر کا کام بہت بڑھا ہوا ہے اور پھر لڑکے اس درجہ بد ذوق واقع ہوئے ہیں کہ کام کھلتا ہی نہیں ہے کسی طرح اس مہینے پڑھائی کا سلسلہ اور ہے پھر تو امتحانوں کا چکر چل جائے گا۔

اور ہزاروں باتیں دل میں گھٹ کر رہ جاتی ہیں۔ یہاں کون ہے حد تو یہ ہے کہ کوئی کتاب پڑھوں تو اس کے بارے میں کسی سے گفتگو ممکن نہیں شام کو اکثر ڈاکٹر صاحب کے یہاں چلی جاتی ہوں اور خالہ[۱] جان سے گھریلو قسم کی گپ شپ کرتی رہتی ہوں۔ ان کے گھر کی فضا مجھے اپنے گھر کی یاد دلاتی ہے۔ بڑے سادہ اور شریف لوگ ہیں سب کے سب۔

مفصل خط لکھو گے نا "دوستانہ" قسم کا خط سمجھے؟ اچھا۔

صرف تمھاری

صفیہ

۱؎ بیگم ڈاکٹر سلطان

بھوپال
۱۵ر فروری ۱۹۵۱ء
اختر میرے!

تمھارا تو تاریخ کا لکھا ہوا خط مجھے پرسوں ملا، آج پھر انتظار رہے
پرسوں ہی رفیق کا پوسٹ کارڈ ملا۔ چودہ یا پندرہ کی رات کو پہنچنے کے لیے لکھا
تھا تو رات بہت انتظار رہا۔ غالباً آج آئیں۔ ان کی معرفت تم کو کچھ
ضرور بھیجوں گی۔ کیا یہ ابھی سمجھ میں نہیں آیا ہے۔

اس طرف ایک ایسے اندوہناک حادثے کی اطلاع ملی جس کا اثر
طبیعت پر آج بھی تازہ ہے۔ سعیدہ[1] کے شوہر کا ہارٹ فیل ہو گیا۔ کشمیر سے
لاش علی گڑھ لائی گئی، سعیدہ کی بدنصیبی کا یہ آخری حربہ تھا، غریب کی شادی
کو ابھی دو سال بھی نہ ہوئے تھے۔ بس قسمت کا ایک بچہ تھا تین سال سے
میں اس سے الگ ہوں، لیکن اس خبر سے دل پر بری طرح چوٹ لگی،
خدا مجھے تمھارے سامنے ہی اس دنیا سے اٹھا لے، طبیعت اس خبر سے
بری طرح خوف کھا گئی ہے۔

اور کیا لکھوں اختر! میری طبیعت کی طرف سے فکر مند نہ ہو،
یوں ہی تکلیف آتی اور چلی جاتی ہے۔

ہاں پرسوں اختر سعید شہاب کے ساتھ ملنے آئے تھے، یہیں
وکالت کر رہے ہیں، خدا کے تندرست ہو گئے ہیں اچھا پیار لو۔

تمھاری صفیہ

---

[1] سعیدہ بیگم پروفیسر جغرافیہ مسلم گرلز کالج علی گڑھ

بھوپال

۱۷ فروری ۵۱ء

اختر میرے!

میرے خط تمھیں ملتے رہے ہوں گے۔ تمھارا پیر کا لکھا ہوا خط پہنچا تھا، تم نے قلم کھونے کی خبر بڑی سنائی، اب جلد ہی اس کی فکر کرنی ہو گی کہ تم دوبارہ اہلِ قلم بن جاؤ۔

میری طبیعت کا رنگ ابھی تک ٹھیک نہیں ہوا ہے۔ اب تک COLLOSSAL IODINE پیتی رہی کوئی افاقہ نہیں ہوا تمھاری ہدایت کے مطابق ڈاکٹر سلطان کو دکھا دیا ہے، اب ان کی دوا پی رہی ہوں، بازو، پنڈلیوں اور چہرے پر ہلکا سا ورم ہو گیا ہے دیکھنے والے سمجھتے ہیں کہ آج کل میری تندرستی پورے اُبھار پر ہے اور یہاں جان پر گزر رہی ہے، بہرحال یہ سب کچھ تمھیں اس لئے نہیں لکھ رہی ہوں کہ تم پریشان ہو، میں پوری بہادری سے کام لینے کی کوشش کر رہی ہوں کالج برابر جاتی ہوں، سوچتی ہوں رشو کھا لکشمی لیڈی ڈاکٹر سے بھی مشورہ کر لوں خون کی خرابی ہے یہ سب اور کیا۔

تمھیں دیکھنے کو تو جیسے جی ترس گیا ہے اختر! خواب ہی میں آجایا کرو کبھی کبھی آخری شرطِ دوستی کچھ تو نباہنی ہی چاہئے۔

اچھا، مجھے لپٹا لو اختر! میں بہت تنہا ہوں۔

تمھاری اپنی

صفیہ

✣

بھوپال
۱۹ر فروری ۵۱ء

بہت ہی پیارے اختر!
آج پیر کا دن ہے تمھارا خط آنا ہی چاہئے۔
ڈاکٹر سلطان کا علاج جاری ہے لیکن دردِ دل اُس نے تو حسرت اور دو نا کر دیا" والا قصہ ہے۔ دو ایک دن اور دیکھتی ہوں پھر حکیم کوثر چاندپوری کو بلواؤں گی اختر! خدا کو اداس مت کرو خط لکھتے اور میری ڈھارس بندھاتے رہو یہی سب کچھ ہے تم یہ سوچ کر جی نہ کڑھاؤ دوست کہ میں بے سہارا ہوں تمھاری محبت کا بھروسہ مجھے ہر پریشانی سے مقابلہ کرنے کے قابل بنا دیتا ہے۔ آؤ مجھے پیار کرلو۔

تمھاری اپنی
صفو

بھوپال
۲۲ر فروری ۵۱ء

میرے اختر!
اچھے تو ہو؟ پیر کو تمھارا خط ملا تھا۔ آج دوسرا خط ضرور ہی آنا چاہئے۔
پرسوں صبح رفیق بھی گوالیار سے آگئے۔ غالباً کل تک ٹھیریں گے کسی آنے والے کا وجود اس تنہائی میں بڑا غنیمت معلوم ہوتا ہے بھو بیچارہ ہے بھی ہمہ رد قسم کا لڑکا۔ میری طبیعت کا وہی پہلا سا حال چل رہا ہے۔ ڈاکٹری دواؤں سے تکلیف بہت بڑھ گئی ہے کل ڈاکٹر صاحب

اسپتال لے گئے تھے خون TEST کرانے۔ انھوں نے بوس کو بھی دکھا کر مشورہ کیا۔ بوس صاحب بھی عقل کے نیلے واقع ہوئے ہیں ان کی سمجھ میں مرض کی نوعیت ہی نہ آئی۔ ارادہ ہے کسی حکیم کو دکھاؤں اور ایک آدھ ہفتہ اس کی دوا بھی کر دیکھوں۔ افاقہ ہوا تو یہیں جائے گا ورنہ پھر لکھنؤ جاکر ڈاکٹر بی بہادر سے مشورہ کیا جائے گا۔

اویس رفیق کی آمد سے بہت خوش ہے اور ہر وقت اس سے چمٹا رہتا ہے۔ اچھا میرے ہزاروں پیار۔ تمھاری پیشانی سے قدموں تک میرے دوست۔

تمھاری صفیہ

بھوپال

۲۵ فروری ۵۱ء

اچھے اختر!

خدا تمھیں خوش رکھے۔

رفیق بھی آج ساتھ چھوڑ چلے۔ بہرحال حکیم مقتدر خاں کا علاج آج سے شروع کیا ہے پرہیز اور احتیاط سے بہت سکون ہے گو کہ جسم کی آگ کم نہیں ہے۔ روح کی آگ بھڑک اٹھے تو اسے دواؤں سے تو دبایا نہیں جا سکتا! خط لکھتے رہا کرو۔ میری تنہائی کے ساتھی تمھارے خط ہی بن سکتے ہیں۔ تمھارے کھانے کے لئے رفیق کے ہمراہ کچھ تھوڑا بہت بھیج رہی ہوں اس میں کھجوریں بمشکل میں نے بنائی ہیں، ورم کی وجہ سے ہاتھ میرا ساتھ نہیں دیتے۔ بہت سے پیار۔

تمھاری صفیہ

بھوپال
۲۶ رفروری ۵۱ء

بہت ہی اچھے اختر!

بہت سے پیار، رات رفیق کو خط لکھ کر دے چکی ہوں اسکی گاڑی MISS ہو گئی، چنانچہ یہ دوسرا خط لکھ رہی ہوں۔

میری طبیعت کی طرف سے متفکر نہ ہو، میں جلد اچھی ہو جانے کی کوشش کر رہی ہوں تاکہ تم صحت مند پاسکو۔ ساتھ ہی یہ بھی شرط ہے کہ جب تک میں بیمار ہوں تم آنا مت اس لئے کہ میں تمھاری خاطر تواضع کیسے کروں گی؟ یاد کرو تین سال پہلے میں رزمی صاحب کے بنگلے میں بھی اس طرح COLLAPSE ہو گئی تھی وہ بھی کیا بُرے دن تھے۔

رفیق سے کتنی ہی باتیں تمھارے متعلق ہوتی رہیں۔ اب وہ جا رہا ہے۔ کوئی اتنا بھی نہیں جس سے تمھارا ذکر کرسکوں گی۔ جی تو یہی چاہتا تھا کہ اس کے ساتھ ہی بمبئی چل پڑوں۔ مگر دوست دل کی یا اپنی عقل بُری طرح کرتی ہے۔

ہاں مجھے VITAMIN B.1 یعنی BERIN کی گولیوں کی شیشیاں 25 - M.G والی دو تین عدد بھجوا دو یہاں G - M - 10 تک ملتی ہیں۔

اور کیا لکھوں تم اپنا کام دلچسپی سے کرتے رہو ذہن کو منتشر مت کرو۔ اچھا۔ دعائیں۔ آرزوئیں۔ تمنائیں۔

تمھاری اپنی صفو

بھوپال
۲۷ فروری ۱۹۵۱ء

اختر میرے!
کل کالج میں ادبی شام منائی گئی، شرکت ضروری تھی گو کہ پروگرام کی بدمزگی اور اپنی طبیعت کی خرابی کی وجہ سے پورے وقت ٹھہر نہ سکی، اوس سمیت گھر لوٹی۔ تمھارا خط کمرے میں پڑا ہوا مل گیا۔ اور مجھے ایسا محسوس ہوا کہ تم میرے ساتھ ہو اختر!

کل جنوری کا "شاہراہ" اٹھایا تھا، دو تین مضمون ہی پڑھ ڈالے "ایلیا اہرن برگ کی" "مغرب کے ادیبوں کے نام کھلی چٹھی" اور سلوبر زود اکی نظم THE DEAD IN THE SQURE کا ترجمہ جو احسن اعرافی نے کیا ہے خاص طور سے پڑھا مجھے صاف بات یہ ہے کہ احسن اعرافی صاحب کی شاعری کبھی اپیل نہیں کرتی۔ اس شعری ترجمہ میں اکثر جگہ زبان و بیان کا کچاپن جھلکتا ہے۔ البتہ اس کے بعض ٹکڑے ضرور رواں اور خوبصورت اور جاندار ہیں اصل نظم تو کیسے پڑھوں گی البتہ انگریزی ترجمہ جس سے اعرافی صاحب نے اسے اردو میں منتقل کیا ہے وہ ضرور پڑھنا چاہتی ہوں۔ کہیں مل سکے تو بھیجنا۔

میری طبیعت اب پہلے سے بہت بہتر ہے اور امید ہے اسی طرح سنبھلتی ہی جائے گی۔ پرہیز وغیرہ میں پوری ایمانداری سے کام لے رہی ہوں اب تو ورم بھی کم ہے ایک وقت تو تمام بلاؤز وغیرہ قطعی بے کار سے ہو گئے تھے اور اپنے جسم کا بوجھ خود ہی محسوس ہونے لگا تھا۔

یہ ریڈیو کے ڈرامے والی بات کارآمد معلوم ہوتی ہے میرے خیال میں کوئی تعلیمی طرز کا فیچر بچوں کے لئے کیسا رہے گا؟ تم رفعت سروش سے ٹیلیفون پر بات کرنا، میں کام کرونگی، یہاں کی تنہا زندگی میں کبھی مصروفیت تھی۔ تمھارے گیت تو مارچ کبھی لیتے ہوئے نظر آتے ہیں، جس رفتار سے برمن[1] کام چلا رہے ہیں اسے دیکھتے ہوئے تو یہی خدشہ ہے بہرحال تم دل جمعی سے کام کرتے رہو حوصلہ کھو دینا پائی کی نشانی ہے میں یہ دن بھی تمھاری محبت کے سہارے کاٹ لے جاؤں گی۔

اویس اور احسان کو میری دعا پہنچا دیا کرو، خلیل صاحب کو میرا آداب ان کا خلوص اس زمانے میں آپ اپنی مثال نہیں تو اور کیا ہے؟

جادو اچھا ہے ماسٹر سے پڑھتا ہے اس کی یاد زندگی میں تشنگی کو بہت بڑھا دیتی ہے میرا حاصل محبت جادو ہی رہا ہے، جیسے میں نے اختر کو تم سے چھین لیا ہو مجھے ایسا ہی محسوس ہوتا ہے۔

اچھا آؤ تمھارے سینے سے سر لگا کر سکون کے چند لمحے چرا لوں۔

تمھاری صفو

بھوپال

۳ر مارچ ۱۹۵۱ء

اچھے اختر!

---

[1] ایس۔ ڈی۔ برمن میوزک ڈائرکٹر۔

خط ملا، تم اتنے فکرمند نہ ہو۔ میں علاج میں کوتاہی نہیں کر رہی ہوں لکھنؤ جانے کی ہمت یوں نہیں ہوتی کہ اب جا کر دس پندرہ دن بعد ہوں اور پھر اپریل کے بعد ہی سامان سفر تازہ کرنا ہے مجھے امید ہے کہ اب مجھے افاقہ ہو جائے گا۔ کل شام ڈاکٹر شوبھا لکشمی کو دکھا دیا۔ انجکشن تجویز کئے ہیں اس نے جو آج سے لگ سکیں گے۔

اداس نہ ہو میرے دوست! تمھاری اداسی میری زندگی کو کم کر دیتی ہے۔ اچھے دن ضرور آئیں گے اور پھر ہمیں اس طرح ایک دوسرے کے لئے تڑپنا نہ ہو گا۔ اب چار مہینے ہو جائیں گے ہمیں علیحدہ ہوئے اتنا طویل عرصہ تو ہم نے شادی کے بعد ایک دوسرے کے بغیر شاید کبھی نہیں گزارا۔ تمھارا اس امتحانِ صبر کا صلہ کچھ تو ہونا ہی چاہیے۔

اچھا آؤ میں تمھیں بہلاؤں گی اختر! تم بہت تھک جاتے ہو ذہنی تھکاوٹ بعض وقت تمھارے خطوں سے ٹپک جاتی ہے تم ارادوں والے آدمی ہو تمھارے احساسات بہت نازک اور لطیف سہی، مگر ان میں اتنا ہی زور اور اتنی ہی قوت بھی ہونی چاہیے میری جان! میں خود بعض وقت حالات سے ڈر جاتی ہوں تم میرا ڈر مٹا دیا کرو۔ تم مجھے مضبوط بنا دیا کرو۔ آؤ مجھے اپنے بازوؤں میں کھینچ لو میری قوت ہزار گنا بڑھ جائے گی۔

تمھاری ہی صفو

بھوپال

۵ مارچ ۱۹۵۱ء

میرے بہت ہی عزیز اختر!

تمھارا جمعہ کا لکھا ہوا خط آج پیر کو پہنچا ہے۔ تم فکر مند نہ ہو۔ شوبھا لکشمی نے مرض کی غالباً صحیح تشخیص کی ہے۔ انجکشن ڈاکٹر سلطان لگا رہے ہیں ظاہر ہے تین چار انجکشنوں کے بعد ہی فرق معلوم ہو سکے گا۔ لیڈی ڈاکٹر نے چھ کا کورس بتایا ہے اور اس کے بعد بلایا ہے۔

تم مجھے یوں ہی پیار بھرے خط لکھتے رہو، تمھارا پیار مجھے زندہ، خوش تندرست اور جوان رکھنے کے لئے ضروری اور کافی ہے۔

ساڑیاں جو تم نے میرے لئے خرید ڈالی ہیں، چاہو تو بھیج دو، بلاؤز کے کپڑوں کی جلدی ہی کیا تھی، میرے ہاتھ ہی سلائی کے قابل نہیں ہیں۔ ہاں اگر BERIN تم نے نہ بھیجی ہو تو اچھا ہے کیونکہ BERIN 100 M.G کے انجکشن ہی لگ رہے ہیں اور اگر بھیجی ہے تو خیر! انجکشن کے بعد بھی اس کا استعمال ضروری رہے گا۔

تو اب تم مئی میں ہی ملتے دکھائی دیتے ہو دوست! یہ پچپن دن گن گن کر کاٹنے ہیں، تم خود کو کسی طرح نہ الجھاؤ جس وقت بھی کام مکمل ہو جائے اور موقع ہو بھوپال آجاؤ، ورنہ تعطیل تو سامنے ہے ہی۔

کالج کا کام برائے نام رہ گیا ہے۔ البتہ حاضری ضروری ہے۔ تانگے میں جاتی ہوں اور اسی میں واپس ہو جاتی ہوں۔ بارہ سے امتحان کا چکر ہے تمھارے پاس کچھ رسالے آئے پڑے ہوں تو مجھے بھجوا دو۔

بہت طویل خط لکھو اور ہر ہر بات اپنے متعلق لکھو، آؤ مسکرا دو تم۔

تمھاری اپنی

صفو

بھوپال

۷؍مارچ ۱۹۵۱ء

جان سے پیارے ساتھی!

بہت سی دعائیں، ہزاروں پیار۔ آج دوسرے انجکشن کا دن ہے صبح ڈاکٹر صاحب گھر پر نہ تھے اب دوپہر کو ملیں گے۔ ورم تو بدستور ہے البتہ دوسری تکلیفوں میں کمی محسوس ہوتی ہے، ظاہر ہے دوتین مہینے کا پرانا مرض ایک آدھ دو دن میں تو اچھا ہونے سے رہا۔

کئی دن سے لکھنؤ سے کوئی خط نہیں آیا۔ فکر ہے، ظاہر ہے جادو وہاں مست ہوگا، اویس البتہ بیچارا بہت گھبراتا ہے۔ وہ غریب جب سے پیدا ہوا ہے اسکی زندگی کچھ میری ذات سے ایسی وابستہ ہے کہ دوسرے سہارے اسے بہت کم مل سکے ہیں، روزانہ بمبئی جانے کی ضد کرتا ہے۔ "میں ابی کے سب کام کیا کروں گا۔ مجھے بھیجدو۔"

میری طبیعت اب روز بروز انشاءاللہ بہتر ہوتی جائے گی، تم یقین رکھو یہ دن اور کٹ جکیں پھر تو میں تمھیں دیکھ کر ہی جی اٹھوں گی۔

تمھاری صفو

بھوپال

۸؍مارچ ۱۹۵۱ء

اختر میرے!

بے شمار دعائیں، تمھارا منگل کا لکھا ہوا خط کل بدھ کی شام کو پہنچ گیا۔ بعض مرتبہ ہوائی جہاز کی ڈاک میں خط شامل ہو جاتا ہے تو اتنی جلد ہی آجاتا ہے۔

حسب توقع یا کہنا چاہئے حسب اندیشہ تم فکرمند ہو اور الجھے ہوئے اختر! تم اگر خود کو اس طرح پریشان کرو گے تو میں پھر تم سے حالات چھپاؤں گی اور جھوٹ موٹ کی خیریت لکھ کر بھیج دیا کروں گی، تم گھبراؤ نہیں، فکر اور پریشانی کے زمانے کو استقلال سے گزار لینا ہی بڑائی کی نشانی ہے دوست۔

میری طبیعت اب پہلے سے بہت بہتر ہے ورم تو ابھی نہیں گھٹا البتہ سختی کم ہو گئی ہے، پیسوں کے لئے یہ ہے کہ خرچ کے لئے تو میرے پاس کافی ہیں۔ البتہ تمہارے پاس اگر خرچ کی ضرورت سے زیادہ ہوں تو میرے حصے کے سمجھ کر خلیل صاحب کے پاس رکھوا دو، میں جب بمبئی آؤں گی لے لوں گی۔

کام کی الجھنوں سے مت گھبراؤ، بہت سی باتیں SPORTING طریقے پر لے جانے کی ہوتی ہیں، تم خود کو مبتلا بہت کر لیتے ہو۔ اسی لئے کوفت بھی تم کو زیادہ ہوتی ہے، تھوڑا بہت وقت گپ شپ میں بھی نکالنا ضروری ہوتا ہے اچھا۔

تمہاری صفو

بھوپال

۱۰ مارچ ۵۱ء

اچھے اختر!

خدا کرے تم بعافیت ہو۔

پرسوں خط لکھ چکی ہوں، اب تو یہی جی چاہتا ہے کہ یہ دن کسی نہ کسی طرح کٹ چکیں، میری طبیعت کا حال چل رہا ہے۔ کل لیڈی ڈاکٹر کو پھر

دکھاؤں گی۔

اس دوران میں ناول کی تاریخ و تنقید[1] بھی پڑھ ڈالی۔ ایک دو باب تو بہت ہی فضول ہیں۔ انگریزی ناول نگاروں اور ناولوں کے نام گنوانے سے کیا مقصد حل کیا گیا ہے، سوائے کاغذ کی بربادی کے تنقید میں بھی وہ گہرائی اور گیرائی نہیں، جس کی توقع ہم اس دور کے نقادوں سے کرتے ہیں بس اس اعتبار سے بڑی غنیمت ہے کہ اردو ناول نگاری پر بہت سا مواد ترتیب سے مل جاتا ہے، اختر تم نے ریسرچ کے لئے یہی موضوع تو OFFER کیا تھا، تم نے ڈھیل ہی دے دی ورنہ رشید[2] صاحب کی سفارش پر تمھیں پرائیویٹ طور پر THESIS پیش کرنے کی اجازت مل ہی جاتی۔

اور کیا لکھوں، ادیس غریب پر بڑا ترس آتا ہے، وہ اپنی تنہائی اور بے چارگی کے دن ہنس کھیل کر گزار ہی دیتا ہے، جادو کی خیریت کئی دن سے نہیں معلوم۔

اچھا خط لکھو، خلیل صاحب کو میرا آداب کہو

تمھاری صفیہ

بھوپال

۱۴ مارچ ۱۹۵۱ء

اچھے اختر!

میرا بیمار ہونا تو بڑا راس آیا، تمھارے خط تو مجھے اب لگاتار

---

[1] از علی عباس حسینی

[2] رشید احمد صدیقی صدر شعبۂ اردو، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

ملتے ہیں۔ میری طبیعت دن بدن بہتر ہوتی جارہی ہے۔ آج بھی الکشن کا دن ہے ڈاکٹر سلطان صاحب کے یہاں ہی سے تم کو خط لکھ رہی ہوں۔ میرے کوئی اور حالات ہی نہیں جو لکھوں سوا اس کے کہ اکثر آنکھ بند کئے بستر پر پڑی رہتی ہوں اور تمھارے تصور سے دل کو بہلاتی رہتی ہوں۔ کبھی ذہن میں تلخیاں بھی ابھرنے لگتی ہیں مگر وہ دیر پا نہیں ہوتیں۔ تم نے مجھے ہمیشہ سہارا دیا ہے۔ میں نے جب سے تمھارا ہاتھ تھاما ایک لمحے کے لئے بھی تمھارے سہارے سے محروم نہ پایا خود کو اس سے زیادہ اور کیا چاہئے مجھے۔

کالج میں امتحانات کا چکر چل رہا ہے۔ میں نے ڈیوٹی سے OFF لے لیا ہے ویسے حاضری کے لئے جاتی ہوں۔

بس اختر! کسی طرح یہ مہینہ کٹ چکے، پھر تو دن گننے میں آسانی ہو جائے گی۔ اچھا ہزاروں دعائیں اور بے شمار پیار۔

تمھاری اپنی صفو

بھوپال

۳۰ مارچ ۱۵ء

پیارے اختر!

کل پیر کو تمھارا خط ملا۔ ساز کے گیتوں نے جنوری فروری اور اب مارچ کا مہینہ بھی لے لیا۔ اب دیکھو اپریل میں کیا اور کیسی گزرتی ہے ہونی آ رہی ہے۔ کاش "رات سپنے میں آئے پیا مورے کھیلن ہوری"۔ والی بات ہی پوری ہو سکے۔ میں تو تمھیں خواب میں بھی دیکھنے کو ترس گئی اور دراصل نیند ہی نہیں آتی۔ خواب کا سوال ہی کیا۔

میری طبیعت کا حال کچھ کٹھیر سا گیا ہے، انجکشن کا دوسرا کورس منگوا رہی ہوں۔ اس کے سوا چارہ نظر نہیں آتا۔ موجودہ وقت بہت برا گزر رہا ہے تمھاری بے آرامی کا تصور زندگی کو اور بے کل بنائے رہتا ہے مگر اختر میری خاطر میری محبت کی خاطر اس آزمائشی دور سے اکتا مت جانا ورنہ میں کہیں کی نہ رہوں گی۔

آؤ اچھے دنوں کی امید میں یہ روکھی، بدمزہ اور خشک زندگی بھی جھیل لیں اختر!

تمھاری ہی صفیہ

بھوپال
۱۲ مارچ ۱۹۵۰ء

جان عزیز!

خط ملا، کپڑوں کا پارسل بھی، ساڑیاں اور بلاؤز کے کپڑے سبھی بہت پسند آئے خصوصاً بلاؤز کا وہ PIECE آسمانی والا البتہ ذرا ہلکا تو خلوت ہی میں پہنا جا سکے گا، گو کہ بہت خوبصورت ہے۔ اس مرتبہ ان کپڑوں خصوصاً ساڑیوں کے انتخاب میں تم نے اپنی پسند کو میری خواہش پر قربان ضرور کیا ہے، میں تو سرخ سبز بھی پہننے کو تیار ہوں اگر وہ تمھیں اچھا لگ سکے، اب آنے سے پہلے کوئی اور زحمت مت کرنا۔ البتہ جب آؤ تو ایک ٹکڑا VELVETEEN کا جو مخمل ہی کی طرح ریشہ دار چکیلا اور نرم ہوتا ہے صرف اتنا دبیز نہیں ہوتا، بلکہ جارجٹ کی طرح لچکدار ہوتا ہے ضرور خرید لینا رنگ سیاہی مائل، عنابی اچھا ہوتا ہے، غرض اس کا بہت بڑا ہوتا ہے، اس لئے تھوڑا ہی کپڑا درکار ہوگا۔ یہ بلاؤز کے کپڑے

سب ضرورت سے زیادہ بڑے ہیں، نگر ڈی قسم کی عورتوں کے لئے کافی ہوتے میرے بلاوزسے کپڑا بچے گا، اب اپریل آ رہا ہے، یہ دن کسی طرح کاٹ دینے ہیں، پھر "گھونگھٹ کا پٹ کھول تو ہے پیا ملیں گے" والی منزل بھی آ ہی جائے گی۔

لکھنؤ سے خط آیا ہے، جادو اچھا ہے ابا کے ساتھ ردولی گیا تھا، ابا کی فریفتگی جادو کے ساتھ جنون کی حد تک پہنچی ہوئی ہے، حمیدہ نے لکھا ہے کہ اس کی تختی تک دھوتے ہیں، لکھنؤ سے گھی کا پارسل بھی آیا ہے میں نے لکھ دیا تھا کہ خالص گھی نہ ملنے سے یہ بیماری پیدا ہو گئی ہے۔ ہاں اماں جان کا خط کراچی سے آیا ہے لکھا ہے کہو تو میں واپس آ جاؤں، میری بیماری کی اطلاع ان تک پہنچی ہے شاید۔

بعض وقت بیچ جانو خط لکھنے سے بھی الجھن سی ہونا شروع ہوتی ہے خیال آتا ہے کہ خط لکھنے سے ہوتا بھی کیا ہے، یہ دوری تو نہیں مٹتی کمبخت، لیکن پھر سوچتی ہوں کہ ذہنی ملاپ کی کوئی اہمیت ہے تو ضرور خط سے قربت کا احساس پیدا ہونا چاہئے، تمھارا جو تھا گیت شروع ہوا؟ ممکن ہو تو ایک گانا سدھا[1] کو گانے کے لئے دلوا دو وہ خواہشمند ہے، زیادہ پیار،

تمھاری صفیہ

بھوپال

۲۱ مارچ ۵۱ء

میرے اپنے اختر!

تمھیں ایک خطوں میں لکھ چکی ہوں، اس وقت پھر تم سے باتیں کرنے

---

[1] مس سدھا ملہوترا

کو جی چاہ اٹھا۔ اس طرف تم نے میری کوتاہ قلمی کی شکایت بھی کی تھی، چلو وہ بھی رفع ہو جائے گی۔

تم نے لکھا ہے کہ تمھارے خریدے ہوئے کپڑے میں بانٹ نہ دوں تو اختر تمھاری دی ہوئی چیز میں میرا حصہ دار کوئی ہو یہ تو مجھے خود بھی گوارا نہ ہونا چاہیے۔ تمھارا اکرم اور تمھاری عنایتیں میرے لئے کیسی لذتیں رکھتی ہیں، اس کا اندازہ تم کر سکو گے۔ کیوں کہ تمھیں محبت کے مرز ولی سے آگاہی ہے۔ میرے لئے تمھارا ہر سلوک ایک انوکھا لطف لئے ہوئے ہوتا ہے۔ ماں باپ بھائی بہن کی محبت کا مزا کچھ اور ہے اور تمھارے پیار کی چاشنی ہی اور ہے دوست، مجھے کتنا فخر محسوس ہوتا ہے اور کتنا غرور، کاش تمھارا یہ پیار میری زندگی کی آخری سانسوں تک قائم رہے اختر! میں تم پر کتنا ناز کرنے لگی ہوں اب۔

میری طبیعت پہلے سے یقیناً بہتر ہے۔ آج کل دوپہر ڈاکٹر سلطان ہی کے یہاں گزارتی ہوں، صبح تو دس بجے کی گئی ۵ بجے شام کو واپس ہوتی ہوں ان کے یہاں ایک کمرے کے گوشہ میں میرا بستر لگا ہوا ہے، اسی پر پڑھا جاتی ہوں باجی بیچاری میری بہت کچھ دل داری کرتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب اسپتال سے واپسی پر انجکشن لگا دیتے ہیں غرض کہ یہ ہے دن بھر کا پروگرام۔

مفصل حالات لکھو، جعفری بیچارے کو کہیں کچھ ملا یا نہیں؟ عصمت آپا کے کیا حال چال ہیں؟ انجمن کیسی چل رہی ہے؟ احسان کی ملازمت کا کیا حشر ہوا؟ خلیل صاحب کلکتہ سے لوٹ آئے؟ زندگی کا کیا ڈھنگ ہے؟ چالیس دن اور گزارنے ہیں اختر! پھر تو لطفِ گفتار و گرمیِ آغوش میسر ہو سکے گی نا؟

جادو ہی اگر میرے پاس ہوتا تو میں اس قدر خالی محسوس نہ کرتی اسکی موجودگی سے تمھاری خانہ پری ہو جاتی تھی۔ اب تو مجھے دوہری تڑپ سے دو چار ہونا پڑتا ہے۔ اختر مجھے تو کبھی کبھی تم جادو ہی جیسے معصوم دکھائی دیتے ہو اور کبھی کبھی جادو تم جیسا رنگیلا ۔ THE WELL BELOVED[1] والا قصہ ہے اس میں شبہہ نہیں کہ جادو ہی میری جیت ہے تم پر —

اچھا پیار

تمھاری صفو

بھوپال

۲۲ مارچ ۱۹۵۱ء

میرے اپنے اختر!

بہت سے پیار۔ تمھارا خط ملا۔ اداس مت ہو جایا کرو میری جان، خوش رہو اور یا امید تمھیں شعر نہ کہنے کا بھی غم ہے تو اختر! اس بات کا تو یقین رکھو کہ تم ہر شے کھو کر بھی شاعری نہ کھو ؤ گے "چھین سکتا نہیں مجھ سے میرے نغمے کوئی" تم نے ہی تو کہا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ یہ خاموشی کا دور کبھی تم پر اکثر طاری ہو جاتا ہے اور سچی بات تو یہ ہے کہ اگر یہ گیت تمھارے ذہن کو اس طرح پراگندہ نہ کرتے رہتے تو تم ابتک کوئی شاندار نظم کہہ چکے ہوتے۔ خیر شاعری کو کچھ مئی تک ملتوی سمجھو۔ مئی میں جب میں تمھارے پاس ہوں گی تو میں تمھاری خدمت کروں گی۔ تمھیں آرام و سکون دوں گی۔ تم بے فکر اور مطمئن ہو کر شعر کہنا۔

---

[1] ٹامس ہارڈی کا ناول

تم اگلی فکروں سے بھی خود کو متاثر کرتے رہتے ہو۔ فی الحال جو مسائل سامنے ہیں ان کا حل تلاش کرنا چاہئے۔ دور کی دقتیں خود ہی کسی نہ کسی طرح حل ہو جاتی ہیں۔ بہرحال خود کو خوش اور بے فکر رکھو۔

یہاں ایک پریشان کن خبر سنو، بچاری اختر جمال بچے کی ولادت کے سلسلے میں اندر سے بھوپال آئی ہوئی تھی حکومت نے اسے MATERNITY HOUSE میں گرفتار کر لیا ہے۔ سنا ہے کہ اس کے کمرے پر پانچ پولیس والوں کا مستقل پہرہ ہے۔ بچہ غریب ابھی سات دن کا ہوا ہے دسویں دن زچہ اور بچہ دونوں جیل منتقل کر دیے جائیں گے۔ مجھے اختر جمال اور اس کی حماقت پر غصہ ——— اور غریب بچہ کی حالت پر حد درجہ افسوس ہوتا ہے۔ کتنی بار جی چاہتا ہے کہ وہ لوگ راضی ہو سکتے تو بچے کو اپنی پرورش میں لے لیتی۔ اس کافر حکومت کا استبداد آخر کہاں تک بڑھے گا اختر!

بہرحال بطور نتیجہ یہ ہے کہ تمھیں فرصت بھی ملے تو بھوپال مت آنا یہاں کے حالات ناقابل اعتماد ہیں۔

آج سے چار دن کی چھٹی ہے سوئی کی۔ مگر یہاں تو چھٹی کا ہونا نہ ہونا سب یکساں ہے میری طبیعت کا وہی رنگ ہے مرض کی روک تھام ضرور ہو گئی ہے پوری طرح صحت یابی کی توقع لکھنؤ ہی کے علاج سے کی جا سکتی ہے خیر مئی کا مہینہ اب قریب ہی ہے۔

اور کیا لکھوں اختر! اب تو خطوں سے باتیں کرنے کا مزہ بھی گیا نہ جانے کیوں مجھے خط و کتابت میں اب کوئی زندگی نہیں محسوس ہوتی بس یہی خیال ہوتا ہے کہ تمھارے پاس پہنچ جاؤں لیکن یہ نہ سوچا کہ تمھارے

خطوں کی اہمیت کسی طرح بھی کم ہو گئی ہے۔ تم خط لکھتے رہو برابر، اچھا اختر کل ہولی ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ

"ارے من موہنا تم تو سکھیوں سنگ ہنس ہنس کھیلو پھاگ"

کی روایت زندہ کرنے لگو۔ یہ تو محض چھیڑ ہے اور نہ میں جانتی ہوں کہ تمھاری زندگی مجھ سے بھی زیادہ برباد ہے تم اگر سکھیوں کے سنگ پھاگ بھی کھیلو گے تو تمھیں میری یاد ضرور آئے گی دوست! میرا تمھارا دوستی کا ناطہ ٹوٹنے والا تو نہیں۔

اچھا من موہن آؤ تمھیں چوم لوں، میری دنیا اجیالی ہو جائیگی۔

تمھاری صفو

بھوپال

۲۴ مارچ سنہ ۵۱ء

بہت ہی پیارے اختر!

میں کالج سے واپس ہو کر خط لکھنے بیٹھی ہی تھی کہ تمھارا بائیس کی رات کا لکھا ہوا خط مل گیا۔ تمھاری خیریت کی اطلاع پا کر کیسا اطمینان سا ہوتا ہے اور پھر تمھاری باتوں سے ایک ایسا کیف سا چھا جاتا ہے کہ زندگی جینے کے قابل معلوم ہونے لگتی ہے، اب تو اپریل کا مہینہ اور کاٹنا باقی ہے، پھر تو میں تمھارے پاس ہی ہوں گی۔

یہاں کے حالات کیا لکھوں، بی۔اے کے امتحانات آج سے شروع ہوئے ہیں، میرے اکھشنوں کا دوسرا کورس چل رہا ہے آج شام شو کھا مکھرجی سے ملنے کا قصد کر رہی ہوں۔

تم نے بلاؤز کے کپڑوں میں اضافے کے لئے لکھا ہے، سو کہنا یہ ہے کہ فی الحال یہی بہت زیادہ ہیں، کسی اور سے سلوانے پڑیں گے اور تمھارے آنے تک پہنے نہ جائیں گے۔ البتہ اگر اوس کی خوشی کی کوئی چیز خرید سکو تو وہ بلاؤز سے زیادہ مفید ہوگی وہ ایسا یکطرفہ تحفہ دیکھ کر جل جائے گا! وہ غریب کیسی شاندار فرمائش لکھواتا رہتا ہے یہ بھی جانتے ہو۔

اختر! نواب صاحب کے یہاں شوٹنگ شروع ہو رہی ہے STILLS ضرور لئے جائیں گے۔ اپنی ایک تصویر ضرور اترواؤ عمدہ قسم کی، یہ میری بہت پرانی فرمائش ہے اپنی تندرستی کے بارے میں لکھو۔ بہت دبلے تو نہیں ہو رہے ہو آج کل؟ تمھارے کپڑوں کی حالت کا اندازہ تو مجھے خوب ہے۔ بس مجھ سے ایک غلطی یہی ہوئی کہ تمھارے کرتوں کا ناپ نہ لیتی آئی بغیر ناپ کے سلوانے کی ہمت نہ ہوتی۔

رفیق سے کہو کہ اپریل کے مہینے میں کتابوں کا آرڈر انھیں بھجوادوں گی۔ اپنے سارے ملنے والوں کو میرا سلام پہنچاؤ۔ احسان کی شرافت اور انسانیت اکثر یاد آتی ہے۔ اویس تو آج کل اونچے جا رہے ہوں گے اور کیا رنگ ڈھنگ ہیں بمبئی والوں کے؟

اب کچھ بھی لکھنے کو نہیں ہے اور سچ پوچھو تو اتنا کچھ ہے کہ لکھا بھی نہیں جاسکتا۔ ہاں ایک نگاہ اور چند آنسوؤں سے ادا کیا جاسکتا ہے۔ آج کل بارش ہو جانے سے موسم ایکا ایکی غیر معمولی طور پر خوشگوار ہو گیا ہے رات کو بہت ٹھنڈی ہوائیں چلتی ہیں اور برہ

کی آگ کو بھڑکاتی ہیں۔ میں ایسے میں جادو کو سینے سے لگا لیا کرتی تھی سو وہ بھی دور ہے۔ اویس تو میرا بچہ زیادہ اور تمھارا کم ہے اس لئے اس سے تمھاری تلافی نہیں ہو سکتی۔

اچھا اختر! بہت سی باتیں لکھو، امید اور حوصلے بھری باتیں۔ گھبرا مت جاؤ، اچھے دن ضرور آئیں گے۔

تمھاری صفیہ

بھوپال

۲۷ مارچ ۱۹۵۱ء

جانِ عزیز!

اب اچھی ہوں۔ ورم تیزی سے تحلیل ہو رہا ہے، البتہ کمزوری بڑھ رہی ہے۔ سوئیوں کا سلسلہ چل رہا ہے۔ ہاں BERIN کی جو گولیاں تم نے بھیجی تھیں وہ لیڈی ڈاکٹر کو میں نے دکھا دی تھیں، ٹھیک ہیں۔ تم خط برابر لکھتے رہو۔ اب ہفتہ عشرہ میں بالکل ٹھیک ہو جاؤں گی۔ کل شام شکنتلا کے پاس گئی تھی کچھ دواؤں کا اضافہ کر دیا ہے اور کچھ کم کر دی ہیں اس نے۔ گولیاں ابھی بہت ہیں اور نہ بھیجو۔

ہاں "آج کل" والوں نے بیس روپے تمھارے قطعات کے بھیجے ہیں، میں نے وصول کر لئے اور سنو سورتی صاحب کو جماعتِ اسلامی کا ممبر ہونے کے سبب ملازمت سے برخاست کر دیا گیا۔

تم اس فرصت کے عرصہ میں کچھ شعر و شاعری کی پڑی ضرور جاؤ۔ اچھا ہے کوئی نظم ہو جائے مجموعہ کی طرف سے تو تم ایسے بے فکر ہو گئے جیسے کوئی بات ہی نہ تھی۔

اور کہو، تمھیں تو کیسی کیسی حسین صورتیں اور کیسے کیسے شاداب چہرے دیکھنے کو مل جاتے ہوں گے۔ یہاں دنیا حسن سے خالی اور محبت سے خالی نظر آتی ہے اپنی کوئی ضرورت، کوئی خواہش مجھے لکھ کر بھیجو تا کہ میں محسوس کر سکوں کہ کسی طرح تمھارے کام آ رہی ہوں۔ ہزاروں پیار

تمھاری صفیہ

بھوپال

۳۱ مارچ ۵۱ء

اختر میرے!

کل بھی ایک خط لکھ چکی ہوں، جو لفافہ نہ ہونے کی وجہ سے پوسٹ ہی نہ ہوا۔ اب یہ نیا خط امتحان کے کمرے سے لکھ رہی ہوں۔ دوسٹ ایر بھر ڈائر کا INVIGDATION مجھے کرنا پڑتا ہے۔ آ کر آرام کرسی پر بیٹھ جاتی ہوں اور بس آج اکتیس ہے، کل یکم اپریل ہو گی۔ اپریل کا مہینہ تو رواں دواں گزر ہی جائے گا اور پھر؟

"...... پھونک ڈالیں جو مری کشتِ ہوس"

کتنی مدت گزر گئی پیار کی باتیں کیے ہوئے اختر! بعض وقت تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اپنی ساری صلاحتیں خشک ہو کر رہ گئی ہیں، مگر جانتی ہوں کہ تمھاری جانب سے اشارہ پاتے ہی یہ سوتے پھوٹ نکلیں گے۔ پھر میری جوانی عود کر آئے گی اور یہ زہد کی خشکی دور ہو جائے گی۔

تمھارے کپڑوں پر اودلیس ہر وقت قبضہ جماتا ہے۔ مجھے بلاؤز تک بنانے کی اجازت نہیں دیتا۔ اس کی دعویداری غلط بھی نہیں ہے

اس کا حق تم پر مجھ سے کم نہیں ہے، پھر وہ تمھیں یا مجھے کیوں معاف کردے۔

یہ برمن بہت موذی واقع ہوا ہے، کوئی بھی میوزک ڈائرکٹر دو مہینے میں کام نبٹا دیتا ہے، یہ جان جان کر بھی ستا رہا ہے شاید کے معاملات کس منزل سے گزر رہے ہیں، سدھا کے لئے ایک آدھ گانے کی شکل پیدا کرسکو تو اچھا ہے۔

میرا PURAS اب تم ساتھ ہی لانا۔ پارسل کی جھنجھٹ مت کرو میں آج کل اس کا کروں گی بھی کیا۔

اور کیا لکھوں تمھاری یاد ہے اور تمھارا القصور بس

"یہی کچھ ہے ساقی متاع فقیر"

سچ جانو اختر! گھٹ کر رہ گئی ہوں میں تو اس بھوپال کی دنیا میں FREINDLES ہو کر جینا بھی کیا جینا۔ بس تمھاری اس پالنومیل کے فاصلہ والی دوستی میرا ساتھ دے رہی ہے ورنہ میں تو مرجاتی۔ یہاں تو کسی سے میری دوستی کا امکان ہی نہیں نظر آتا! ورنہ دشمنی کا، بس بے تعلقی اور کم رسمی، اس کے علاوہ کچھ نہیں۔

اچھا پیاروں بھری یاد کے ساتھ

تمھاری صفیہ

بھوپال

۲ر اپریل ۱۹۵۱ء

اختر!

تمھارا خط سنیچر کو اس وقت ملا جب کہ میرا خط پوسٹ ہو چکا تھا
اویس کو میں نے خوشخبری سنا دی، چنانچہ رشید کے استقبال میں
اسٹیشن جانے کو تیار رہتا ہے اور خوشی کی کوئی حد نہیں ہے ابی
ضرور میرے لئے ہوائی جہاز بھیجیں گے، پھر میں اسی میں اڑ کر ان کے
پاس پہنچ جاؤں گا۔"

ہاں تم نے پروگرام میں جو تبدیلی تجویز کی ہے اس سے فکر بڑھ گئی ہے
ایسی صورت میں جبکہ تمھارا آنا ممکن نہیں ہے اچھا ہی ہوتا کہ میں براہ راست
بمبئی آ جاتی اور پھر جون میں لکھنؤ جاتی لیکن میری صحت کے مسئلے نے لکھنؤ
جانا ضروری سا کر دیا ہے پھر اگر لکھنؤ پہلے جاتی ہوں تو اس کا مطلب
یہ ہوا کہ پندرہ بیس دن سے پہلے وہاں سے نکاسی نہ ہو گی پھر بچوں کو
کہاں کہاں لئے پھروں گی؟ موجودہ شکل میں بہترین بات تو یہی ہو گی
کہ میں سیدھی بمبئی آؤں اور پھر جون میں لکھنؤ جایا جائے لیکن یہ بیماری
کی پریشانی؟ اس کے ذمہ دار تم رہنا۔

اور کیا لکھوں انجکشن کا دوسرا کورس بھی پورا ہو گیا ہے تکلیف
بہت کم ہو گئی ہے مگر مجھے یہ بیماری کچھ میعادی سی لگتی ہے، اب تو تقریباً یہی
مرض چھ مہینے تک رہ چکا ہے بہر حال گولیاں اور دوائیں استعمال کر رہی
ہوں کل اختر سعید آئے تھے نوشہ صاحب سے میری طبیعت خراب سن کر
کوفت مت کرنا دوست، تم جیسا چاہو گے ویسا ہی ہو گا، تو نے جو چاہا
ہوا اور جو چاہا نہ ہوا۔

تمھاری

صفو

بھوپال
۳ر اپریل ۱۹۵۱ء
میرے پیارے اختر!
ہزاروں پیار اور بہت سی دعائیں۔

تمہارا اپیلی کا لکھا ہوا خط مجھے آج منگل ہی کو مل گیا۔ حسب اندیشہ تمہاری طبیعت حد سے زیادہ بدمزہ اور مکدر ہلی دوست! تم جانتے ہو کہ یہ دور عجیب خلفشار کا دور ہے بقول شخصے ہر چہرے پر ناآسودہ خوشیوں اور نامرادامنگوں کی کہانی لکھی ہوئی ہے تم اس ناآسودگی کو اپنی ذاتی شکست خوردگی کیوں سمجھو؟ آج دنیا کے مسائل ہی اس طرح الجھے ہوئے ہیں کہ ہمیں فی الحال کوئی روشن حل قریب نہیں دکھائی دیتا اور ہم بھی اس دنیا کا ایک حصہ ہیں۔ ہمیں بھی غیر مطمئن اور ناآسودہ رہنا ہے اور اسی طرح پوری بہادری سے جینا ہے اس لئے کہ ہمارا یقین ہے اور ہمارا ایمان کہ ہم نے اگر یہ FIGHT برقرار رکھی تو جیت ہماری ہی ہوگی۔

دوست! اپنے گرد و پیش نظر کرو۔ بمبئی میں بڑی آسانی سے قریب ہی تم کو ہزاروں مثالیں خود سے زیادہ ناآسودہ اور خود سے زیادہ شکست خوردہ شخصیتوں کی مل جائے گی۔ میں تو شکر کرتی ہوں کہ ہم تو پھر بھی بہتوں سے بہتر حالت میں ہیں۔ تم برسرروزگار ہو۔ خدانخواستہ کسی کے دست نگر نہیں تمہارے بچے آرام سے ہیں اور اچھی طرح پل رہے ہیں مجھے تمہاری محبت تمہاری سرپرستی، تمہارا اعتماد سبھی کچھ حاصل ہے اور تمہیں میری پوری ہستی

لہ یہ خط اپریل فول کے سلسلے میں مذاقاً لکھا گیا تھا۔

میری پوری زندگی پھر ہم اپنے کو ہارے ہوئے انسانوں میں سے کیوں سمجھیں؟ تھک مت جاؤ ساتھی یہ خود فریبی نہیں حقیقت ہے کہ آج نہیں تو کل ایک روشن سویرا کبھی جھلک اٹھے گا۔

تنہائی اور اس طرح کی بے تکی زندگی بہت تکلیف دہ ہے مگر ذہنی سہارے بڑی تسکین کا باعث بن سکتے ہیں اس میں شبہ نہیں اگر میری محبت میری وفاداری اور میرا خلوص تمھیں اس شکست خوردگی کے احساس سے نجات نہ دلا سکا تو میں جان لوں گی کہ ضرور مجھ ہی میں کچھ کمی ہے جسے مجھے ضرور دور کرنا چاہئے آخر تم نے خود کو مجھ سے علیحدہ کیوں کیا اور یوں طبیعت کو بدخط کیوں کیا؟ خوش رہو کھاؤ پیو سنو اور بہت سا کام کرو اس یقین کے ساتھ کہ ایک گرم دل اور نازک دھڑکنیں تمھیں پیار عزت، فخر اور غرور سے اپنا سمجھتی ہیں۔ تم کبھی بچوں کی طرف نگاہ کرو اور دیکھو کہ انھیں تم پر کیسے کیسے ناز ہیں۔ زندگی کی یہ مسرتیں ہمیں ہر مخالفت اور ہر مزاحمت سے ٹکر لینے کے قابل بنا سکتی ہیں۔

گھبراؤ مت جاؤ دوست! میری طرف سے یہ اعتماد پیدا کرو کہ ہر کڑی گھڑی میں میرے لئے تمھارے ہی دم سے راحت ہے اور تمھاری ہی محبت سے تسکین تمھاری بے پناہ دلداریاں اور تمھارا یہ گداز میری ہر چیز سے یہاں تک کہ میری ہستی سے بھی زیادہ ہے میں اس کا بدل تمھیں صرف اتنا ہی دے سکتی ہوں کہ میں تمھاری ہی ہوں اور تمھاری ہر مشکل میری ہے میں ہر مشکل کو راحت میں تبدیل کروں گی اور ہر دشواری کو تمھارے لئے آسان بناؤں گی۔ مجھ پر بھروسہ کرو اور خود پر بھی پھر یہ شکست کا احساس تم میں نہ ابھرے گا ساتھی!

اچھا آؤ معصوم بچوں کی طرح ہر آلودگی سے پاک ہو کر میرے سینے پر سر رکھ دو اختر! میں کبھی کبھی تمھیں وہ محبت بھی دے سکتی ہوں جو بچے کو ماں سے ملتی ہے تاکہ وہ پروان چڑھ سکے، اختر آج سے تم ایسے خراب اندیشے ذہن میں پھر نہ لانا زندگی بہت قیمتی ہے اور عزیز اور پھر تمھاری زندگی، اس کی قیمت کوئی مجھ سے پوچھے، آؤ ہم ایک دوسرے سے مل کر ایک ہو جائیں۔

تمھاری صفو

بھوپال

۳/ اپریل ۵۱ء

اختر میری جان!

دوپہر کو تمھارا خط ملا تھا، اسی وقت جواب لکھنے بیٹھ گئی تھی۔ پھر خط پوسٹ نہ ہو سکا، اب شام کو اسٹیشن بھجوا رہی ہوں تمھاری تو ہر سطر سے سخت وسوسے پیدا ہو رہے ہیں۔ آؤ میری جان دیکھو پیار سے ملامت ہے۔ آج سے میں تمھارے دل میں کبھی ایسے خیالات کا آنا نہ برداشت کروں گی۔ تمھاری زندگی، تندرستی اور مسرتوں کی مجھے ضرورت ہے۔ میرے بچوں کو ضرورت ہے تمھارے ادبی حلقے کو ضرورت ہے خود آج زندگی کی بڑھتی ہوئی تحریک کو ضرورت ہے۔ تم اس طرح جینے کے مفہوم کو بعض وقت نظر انداز نہ کیا کرو۔ خود کے لئے نہیں دوسروں کے لئے جیو، پھر غم تمھارے پاس بھی نہ پھٹکے گا۔

آؤ مسکراؤ! میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر، بڑے آئے قاتل بننے والے میری امانت کے! تمھاری زندگی پر تمھارے علاوہ دوسروں کو

بھی اختیار حاصل ہے۔ اسے بھول مت جایا کرو۔
اچھا کڑوی باتیں سوچنا ترک اور ہنسی خوشی کی گفتگو شروع ہونی چاہئے۔ میں جانتی ہوں تم اداس ہو جاتے ہو۔ میں بھی ہو جاتی ہوں مگر آؤ حوصلہ نہ کھوئیں ہمت نہ ہاریں۔ امید یں رہیں اور فتح مند شکست ہماری ہو نہیں سکتی۔

تمھاری دوست ساتھی
اور دلہن

بھوپال
۴؍ اپریل ۱۹۵۱ء

میرے اپنے اختر!
ایک خط کل شام پوسٹ کر چکی ہوں، آج کالج میں معلوم ہوا کہ تعطیلات ۲۱؍ اپریل سے ہو رہی ہیں۔ تم اپنا بنایا ہوا پروگرام لکھو سوچتی ہوں آسانی اسی میں ہے کہ پہلے لکھنؤ روانہ ہو جاؤں وہاں ڈاکٹروں کو دکھا کر دوا وغیرہ لے لوں پھر چوتھی یا پانچویں مئی تک تمھارے پاس پہنچ جاؤں۔ دونوں بچے بھی آجائیں تو اچھا ہی ہے۔ انھیں تمھارا اور تمھیں ان کا پیار مل سکے گا۔ ویسے تمھارا فیصلہ میرے لئے فائنل ہوگا۔
میری اس تجویز پر غم و غصہ مت پیدا کرنا۔ تمھارے ایک اشارے میں ایسی جس حال میں ہوں ویسی ہی آسکتی ہوں۔

تمھاری
صفو

بھوپال
۱۰/ اپریل ۱۹۳۸ء

اختر میرے!

کل شام تمہارا خط ملا شکر ہے تم اچھی طرح ہو۔ تم اختر مجھے اس طرح دہلا نہ دیا کرو، میں تو تمہارے اس خط سے سہم سی گئی تھی۔

تم نے جو پروگرام لکھا ہے اسی پر عمل کروں گی، اکیس کی شام کو لکھنؤ روانہ ہو جاؤں گی وہاں پہنچتے ہی ڈاکٹر سے مشورہ کرنا ہے گو کہ اب تو اس بات کا یقین سا ہو گیا ہے کہ ڈاکٹر کے علاج سے زیادہ مجھے تمہارا ساتھ راس آئے گا۔ اب تکلیف بہت کم رہ گئی ہے اور وہ تمہیں دیکھنے سے ہی جاتی رہے گی۔

ادریس البتہ کئی دن سے بخار میں مبتلا ہے انفلوئنزا ہو کر جو بگڑا ہے تو اتنک نہیں جاتا دوائی دیتے دیتے جی عاجز ہو گیا ہے اور طبیعت کی فکر مندی سوا الگ اس بار بیماریوں کی کوئی قسم ہم لوگوں سے بچ نہ رہی۔ امتحان دفا کو تو سخت تر ہونا چاہئے۔

جادو کے دو خط تمہارے نام آئے ہیں، بھیج رہی ہوں اس کی پیدائش ہی مجھے چند دنوں کی بات معلوم ہوتی ہے اور اب وہ خط بھی لکھنے لگا مجھے بڑی فاتحانہ مسرت ہوتی ہے اس کی ذہانت اور اس کے دماغ کو دیکھ کر میں نے تمہارا بہترین عنصر تم سے نچوڑ کر اپنا لیا ہے نا؟ لیکن تم نے بھی کچھ نہیں کھویا بلکہ پایا ہے۔ اس کا دوسرا خط پڑھنے میں شائد تمہیں دقت ہو گی۔ لکھا ہے ابی وہ شیر شعر، جو آپ نے لکھا ہے

"اے دل[1] مجھے ایسی جگہ لے چل جہاں کوئی نہ ہو" غلط ہے۔ اس کو گمان ہے کہ یہ مصرع تمھارا ہے اور اس پر تنقید کی ہے اس نے۔ ظاہر ہے وہ تم جیسے رومانی انقلاب لیڈروں سے آگے ہوگا۔ وہ فرار کا قائل نہیں ہو سکتا۔ تم گھبرا جاتے ہو اور شکست محسوس کرنے لگتے ہو وہ ڈٹ کر لڑے گا اور تم سے آگے بڑھ جائے گا۔ ہے نا! آؤ دونوں مل کر اسے پیار کریں اور اپنے جذبات کے دھاروں کا ایک سنگم تلاش کریں۔

موڑوں کا پارسل نہیں پہنچا۔ دکان پر پوچھنا اگر پارسل روانہ نہ ہوا ہو تو خود لے کر رکھ لینا اور اپنے ساتھ لانا۔

اب تو بس یہ خوشی ہے کہ اس قید تنہائی سے نجات ہو گی بہت جلد۔ اور تم کب ملو گے؟ پیار لو۔

تمھاری صفیہ

بھوپال

۱۱ر اپریل ۱۹۵۱ء

میرے اپنے اختر!

کل خط لکھ چکی ہوں۔ تمھارے خط کا انتظار ہے کل بہت دنوں بعد بھولی بسری یادیں تازہ ہو گئیں، سلمیٰ[2] کا خط کراچی سے آیا بہت ہی مفصل سا۔ چار بیٹوں کی ماں بن چکی ہے اور اس پر بہت خوش ہے شان صاحب کے لئے لکھا ہے کہ وہ ہم سب کو بہت یاد کرتے ہیں اس کے خط کا جواب جلد لکھوں گی۔ مجھے اس کا خط پا کر تھوڑی دیر کیلئے ایسا محسوس ہوا جیسے میرا

---

[1] یہ مصرع مجروح سلطانپوری کی ایک فلمی غزل کا ہے [2] سلمیٰ شان الحق حقی

طالب علمی کا علی گڑھ والا دور دوبارہ لوٹ آیا ہے کیسی معصوم اور غیر ذمہ دارانہ زندگی تھی، آج ہر بات پر کتنی سنجیدگی سے غور کرنا پڑتا ہے تب کوئی مسئلے ہی نہ تھے سوچنے کو زبردستی پریشانیاں پیدا کی جاتی تھیں۔ آج ان پر قابو پانے ہی کے لئے زندگی وقف ہو رہی ہے۔ بہر حال زندگی اسی کا نام ہے۔" ہم کیا کریں تم کیا کرو۔"

جادو کے خط تمھیں مل گئے ہوں گے، اسے جواب لکھ دو، چھوٹا سا، خوشی سے پھولا نہ سمائے گا وہ۔ تم تو جانتے ہو وہ مجھ سے کہیں زیادہ چاہتا ہے اویسی غریب کا سارا موٹاپا نکل گیا، کوئی بیس دن سے بخار برابر آرہا ہے۔ اسکی تیمارداری بھی کرنی ہی ہوتی ہے۔ دراصل وہ پرہیز نہیں کرتا۔

بعض وقت تو بڑا عجیب سا محسوس ہوتا ہے کہ چھٹی ہو کر بھی تمھارا میرا یکجا ہونا کھٹکوں میں پڑا ہوا ہے، مگر تم یقین رکھو میں حوصلہ نہ کھوؤں گی اور تم بھی بد دل مت ہونا۔ یہ ساری تلخیاں گوارا بنانا ہی ہیں۔

تمھاری اپنی

صفو

بھوپال

۴ر اپریل ۵۱ء

میرے اپنے اختر!

خط ملا، اور بٹوے بھی پہنچ گئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بٹوؤں کے انتخاب میں تم نے ساریوں کا انتقام ملحوظ رکھا ہے۔ سرخ والا یقیناً ہے خوبصورت لیکن کالج کیسے لے کر جا سکوں گی۔ البتہ چھوٹا بٹوہ صوفیانہ ہے تمھارا خیال میرے حوصلوں کو بہت بڑھا دیتا ہے دوست! تمھاری محبت میں

میں نے نرالا مزا پایا ہے۔

اب تم مجھے بمبئی بلا رہے ہو، میں تیار ہوں، البتہ جاوید کو نہ دیکھ سکنے کا قلق ہوگا۔ تمھیں اس کا بدلہ صرف اس طرح چکانا ہوگا کہ تم جون میں لکھنؤ چلو جاوید کو دیکھنے۔

ہاں ایک بات ضرور لکھو، کمرے میں پنکھا تو شاید ہی ہو، البتہ اگر مکان میں D.C ہو تو پھر اپنا پنکھا لیتی آؤں، بمبئی میں پنکھے کی سخت ضرورت ہوتی ہے۔

خط لکھو ایک مرتبہ پھر اپنے آخری فیصلے سے مطلع کرو، سامان کی تیاری اسی کے مطابق کرنی ہوگی۔ اچھا پیار۔

تمھاری صفو

بھوپال

۱۹؍اپریل ۱۹۵۱ء

اختر میری جان!

خط مل گیا۔ میں بائیس کی دوپہر کو روانہ ہو کے تیئیس کی صبح کو پہنچوں گی اگر تم دادر پر مل گئے تو ظاہر ہے کہ وہیں اترنا ہے، ورنہ V.T. پر ملوں گی۔

تمھیں مکان کے لئے نہ معلوم کیا فکریں جھیلنی پڑ رہی ہوں بہر حال اب تو آ رہی ہوں، آسائش تو مجھے تمھارے ساتھ ہی مل سکتی ہے اور تمھارے بغیر کتنی ہی آسائش کیوں نہ ہو بے مزا ہوتی ہے۔ تم اس کا خیال مت کرو البتہ مجھے جاوید کے چھٹ جانے کا دکھ ہے ایسا معلوم ہو رہا ہے جیسے میری شخصیت نہیں ہے، کوئی چیز کم سی ہو گئی ہے بس، تم جون میں اس کے

پاس چلوگے یہ طے سمجھو۔ اچھا اب باقی پنتیس کو

تمھاری صفو

لکھنؤ

۲۶/جون ۱۹۵۱ء

اچھے اختر!

تم سے رخصت ہو کر یہ ایک ہزار میل کی مسافت طے کر کے لکھنؤ پہنچ ہی گئی۔ تم سے فوراً اپنی خیریت کی اطلاع کرنے کا وعدہ کر آئی تھی، پھر بھی تاخیر ہوئی کچھ تو حالت بہت تباہ تھی، دوسرے گڑو کے ہنگامے نے مہلت نہ دی۔ نہ معلوم تم کیسے ہو کس حال میں ہو اپنی خیریت کے لئے مت ترسانا۔ خط لکھو اور جلد لکھو۔

میں نے یہاں ڈاکٹر بوس کو دکھا دیا ہے۔ ان کی تشخیص کے مطابق میری بیماری محض عصابی ہے ان کا کہنا ہے یا تو مجھے NORMAL LIFE میسر ہونی ضروری ہے یا پھر یہ کہ میں کوئی مختلف PHILOSOPHY OF LIFE اختیار کروں۔ بہرحال یہ تو باتیں ہیں، علاج شروع کیا ہے اور کوشش میں ہوں کہ یہاں کے NENROLOGIST کو بھی دکھا دوں۔

جاوید مجھے پا کر بہت خوش ہے اور بھائی کے ساتھ کھیل میں مست ہے اب اردو تو خوب روانی کے ساتھ پڑھ لیتا ہے اسکے لئے جامعہ کے مکتبہ سے کتابیں ضرور خریدنا، میرے کپڑے دھل کر آجائیں تو انھیں محفوظ کر لینا اور ہاں H ، O ، I ، آرڈر دے دینا بن کر آجائے گا اور لیس مسفیر آگئے تو تمھیں کچھ ان کی معرفت ضرور بھجواؤں گی۔

اچھا پیار اور دعائیں

تمھاری صفو

لکھنؤ

۲۸/ جون ۱۹۵۱ء

اختر میرے!

آج پورا ایک ہفتہ ہو رہا ہے تم سے رخصت ہوئے اور کوئی حال تمہارا نہیں معلوم، جان سکتے ہو کہ دل و دماغ کی کیا حالت ہو سکتی ہے!

یہاں کے حالات:- بی ٹی بہادر کے انگلستان چلے جانے سے عجیب بے بسی علاج کے سلسلے میں محسوس ہوتی ہے، کل میڈیکل کالج کے پرنسپل بھاٹیہ کو دکھایا، انھوں نے فیس وصول کرنے کے بعد یہی کہا کہ مرض پیچیدہ ہے اور اس کا علاج کسی طرح گھر پر ممکن نہیں ہے چنانچہ مجھے فوراً اسپتال میں داخلہ لے لینا چاہئے اور کم سے کم ایک ڈیڑھ مہینہ علاج کی اشد ضرورت ہوگی میں نے کئی بار سوچا کہ بچوں کو چھوڑ کر بمبئی چلی آؤں اور وہاں اسپتال کی جو سہولتیں میسر آ چکی تھیں ان سے دوبارہ فائدہ اٹھاؤں لیکن ایک طرف تو اودیس کی تنہائی کا خیال آتا ہے دوسری طرف بمبئی کی برسات کا بھی لحاظ ہے وہاں کا موسم مرض کو زیادہ نہ بڑھا دے آج سالم کے ساتھ میڈیکل کالج جاتی ہوں، وہاں کا جنرل وارڈ دیکھوں گی، اگر قابل برداشت ہوا تو اسی میں داخلہ لے لوں گی ورنہ پھر پرائیویٹ وارڈ تو ہے ہی۔ البتہ پرائیویٹ وارڈ کے اخراجات بہت اونچے ہیں ایک مہینہ کا صرفہ پانچ سو سمجھو، ملازمت سے چھٹی الگ لینی ہوگی اسپتال کا سرٹیفکیٹ ملنے پر میڈیکل LEAVE تو مل ہی جائے گی۔

تم سب باتوں پر غور کر کے مجھے فوراً خط لکھو۔ بمبئی آنے سے یوں بھی دو کاوٹ ہوتی ہے کہ تم دن رات گھبراؤ گے۔ انھیں سات آٹھ دنوں میں جب وہاں اسپتال میں رہی تم نے اپنا حشر خراب کر لیا تھا۔

اور کیا لکھوں سوا اس کے کہ میرے پیار تم کو ڈھونڈ سنے نہیں سکتی۔

تمھاری صفو

لکھنؤ

۲ / جولائی ۱۹۵۱ء

اختر میری جان!

میں پھر ہاسپٹل میں ہوں۔ معلوم ہوا ہے کہ سرکاری ملازموں کے لئے علاج میں کچھ رعایت ہوتی ہے اسی لئے میں نے پرائیویٹ وارڈ کے لئے کوشش کی تھی۔ لیکن پرائیویٹ وارڈ صرف تین ہیں اور سب گھرے ہوئے ہیں۔ چنانچہ وہی جنرل وارڈ د BED NO) اور ہیں۔ دیکھو کیا شکل بنتی ہے۔

ابھی INVESTIGATION کا سلسلہ چل رہا ہے بعد میں علاج تجویز ہوگا۔ بمبئی کے ہاسپٹل کی یاد آتی ہے۔ یہاں کی بدنظمی کا حال کیا کہوں؟ اسپتال کیا ہے ایک رومانس کلب سمجھ لو۔ دن رات تماشے دیکھنے میں آتے ہیں۔ امید ہے پرائیویٹ وارڈ جلد خالی ہو جائے گا اور میں اس میں منتقل ہو جاؤں گی۔ یہاں کے مقابلے میں سکون ملے گا دوسرے کچھ STATUS بڑھ جانے کی وجہ سے علاج میں سہولت ہوگی ہمارے یہاں سرکاری اسپتالوں میں علاج کے سلسلے میں بھی امیر اور غریب بڑے اور چھوٹے کی تفریق برتی جاتی ہے

البتہ وہاں منتقل ہونے پر تنہائی کا مسئلہ سخت طریقے پر پیدا ہو جائیگا سوچتی ہوں عثمان اور ادریس کو پاس رکھ لوں گی اور یہی سمجھوں گی کہ بھوپال ہی میں ہوں غرض کہ "باید سوخت و باید ساخت"۔
یہاں پرائیویٹ وارڈ میں عام طور پر جوڑے ہی مقیم ہیں۔ ایک پروفیسر شکلا ہیں اور ان کی بیوی۔ وہ MATHS پڑھاتے ہیں اور بیوی بہت ہی ادب نواز واقع ہوئی ہیں۔ ایک کہانی فلم کے لئے لکھی ہے چاہتی ہیں کہ کوئی قبول کرلے۔
خط لکھو اور ہر بات پوری تفصیل سے لکھو۔ آجکل تو تمھیں اور بھی جلدی جلدی خط لکھنے چاہئیں، مجھے زندہ رکھنے اور مجھ میں تندرستی کی خواہش پیدا کرنے میں تمھارا ہی ہاتھ ہو سکتا ہے دوست

تمھاری اپنی صفیہ

لکھنؤ

۳۰ر جولائی ۱۹۵۱ء

اختر میرے!

آج پرائیویٹ وارڈ خالی ہو گیا۔ کوئی دس روپے روز کا صرفہ اوسطاً ہوگا۔ لیکن یہاں کا جنرل وارڈ قطعی ناقابلِ برداشت ثابت ہو رہا ہے خصوصاً اسٹوڈینٹس کے ہنگاموں کی وجہ سے اس لئے منتقل ہو رہی ہوں۔ ایک ڈیڑھ مہینے کا علاج بتاتے ہیں ڈاکٹر۔ ایک ماہ کی چھٹی کی درخواست بھیجوں گی جو کچھ بھی ہو۔
عثمان صبح شام کھانا لے کر آتا ہے۔ اس سے تو بمبئی کا جنرل وارڈ ہی مزے دار تھا۔ تمام دن انتظارِ دوست میں کٹ جاتے تھے

اور چار بجے تم ضرور ہی آتے تھے۔ اب صرف تمھاری یاد ہے جسے سینے سے لگائے ہوئے ہوں۔

احسان کو میری دعائیں کہو۔ خدا کرے اس کی پریشانیاں جلد دور ہوں۔ ہاں عصمت آپا کے یہاں سے زیور اور ایک ریشمی ساڑی ہے وہ ضرور لے لو۔ اچھا بہت سے پیار

تمھاری صفو

لکھنؤ

۴ر جولائی ۱۹۵۱ء

میرے اختر!

ہزاروں پیار، تمھارا تین کا لکھا ہوا خط ملا۔

میں کل شام پرائیوٹ وارڈ میں منتقل ہو کر آ گئی ہوں۔ خرچ ضرور بہت ہے لیکن ذہنی سکون کے لئے یہ بہت ضروری تھا لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ایک بہت لمبا سفر تھرڈ کے ڈبے میں طے کر کے آج ہی گھر پہنچی ہوں سو چو آج چھ دن بعد نہانے کا موقع آیا۔ کمرہ بہت ہوادار اور پر فضا ہے چاہوں تو بچے بھی ساتھ رہ سکتے ہیں۔ لیکن تمھارے بل میں اضافہ ہو گا فی الحال تنہا ہوں، رات اندھیرے کمرے میں کروٹیں بدل بدل کر تمھاری یاد سے خود کو تھپکیاں دیتی رہی۔ عثمان صبح شام کھانا لے کر آتا ہے اور ضروری چیزیں بھی پہنچا جاتا ہے۔

مرض کی تشخیص تقریباً ہو گئی ہے، ایک پنجابی لڑکا اسی مضمون پر RESCARCH کر رہا ہے دو مختلف جانچیں کر رہا ہے کل سے علاج شروع ہو گا چنانچہ کل T.A.B کا انجکشن ہو گا جب سے چوبیس گھنٹے کیلئے تیز

بخار آئے گا۔ آج میں نے گھر پرچہ لکھا ہے کہ خانساماں کو کل کے لئے بھیج دیں، یا پھر عثمان اور ادیس آ کر رہ جائیں گے۔ تم خود کو کسی طرح فکرمند نہ کرنا۔ اب تو مجھے پوری طرح تندرست ہو ہی جانا چاہئے۔ یہ تمام بیماریاں پچھلے ABORTION کا نتیجہ بتائی جاتی ہیں تشخیص تو سمجھو کہ بھوپال کی سوکھا لکشمی اور بمبئی کی لیڈی ڈاکٹر DISA اور یہاں والوں کی ایک ہی ہے۔ البتہ علاج شاید یہاں ضابطے سے ہو سکے۔

فلمستان والوں نے کیا معاملہ لٹکا ہی دیا یا کوئی صورت برآمد ہوتی نظر آتی ہے؟ سب کچھ لکھو۔

یہاں ایک نوخیز نوراکھی موجود ہے گو کہ اس کا نام مس مکرجی ہے اتنے عرصہ بعد یہ تلاش کامیاب ہوئی۔ اتفاق سے میرا ہاؤس سرجن بھی خوبصورت واقع ہوا ہے اور تم جانتے ہو کہ خوبصورتی مجھے کھینچتی ہے البتہ یہ ضرور ہی چاہتا ہے کہ تم بھی میرے خطابیں شریک ہو سکتے کبھی کوئی خوبصورت چیز دیکھوں تو تمہاری موجودگی اور شرکت کی تشنگی ضرور محسوس ہوتی ہے مجھے۔

شاید اب دو ایک دن بخار کی وجہ سے خط نہ لکھ سکوں۔ اچھا خوش رہو تم۔

تمہاری صفو

لکھنؤ

۹ر جولائی ۵۱ء

اختر!

اویس سے مل کر ایسا معلوم ہوا جیسے کہ تم بھی قریب ہی کہیں ہو گے
تم گھبراؤ نہیں۔ میں اچھی ہو جاؤں گی۔ کل پھر انجکشن ہو گا۔ خانامن
میرے پاس ہے فکر مت کرو۔ مجھے اچھے خط لکھو۔

تمھاری صفو

لکھنؤ

۱۰ جولائی ۱۹۵۱ء

جانِ عزیز!

خدا کرے تم بعافیت ہو۔ ایک مختصر سا پرچہ اویس کی معرفت
بھیج چکی ہوں زبانی حال بھی ان سے سنو گے۔ انجکشن کل نہ لگ سکا
آج لگے گا۔ طبیعت ٹھیک ہی سمجھو۔ یہاں ہوسٹل میں علی گڑھ کی پڑھی
ہوئی ایک کا مریڈ ہیں بانو ان سے بہت تقویت رہتی ہے۔ سالم بھی
برابر آتے رہتے ہیں۔ دیکھو اس ساری کاوش کا انجام بخیر ہو۔
ورنہ پھر ساری اچھی توقعات کا خون ہو گا اختر! تم اپنی صحت مت
گرانا کہیں خدانخواستہ یہ دن تمھارے لئے نہ آجائیں۔ کھانے کی طرف
سے تو بے توجہی تمہارا شعار بن گئی ہے۔

سارے حالات مجھے لکھو۔ ساتھ رہ کر تو تم ہر تفصیل مجھے
بتائے بغیر رہ نہیں سکتے۔ پھر؟

اچھا آؤ تمھارے زانوں پر سر رکھ کر آنکھیں بند کر لوں

تمھاری اپنی

صفیہ

❖

لکھنؤ

۱۱ر جولائی ۱۹۵۱ء

جانِ عزیز اختر!

تمھارے دو خط ایک ساتھ ابھی ابھی عثمان لے کر آیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کئی خط میرے جو میں نے کمرہ ۲۰۴ کے پتہ سے بھیجے تھے گم ہو گئے میں نے اسپتال سے تقریباً ہر روز تمھیں خط لکھا ہے۔ تم میرے تنہا رہنے پر ناخوش ہو۔ میرے ساتھ دو ایک دن سے کوئی ملازمہ نہیں رہی۔ بقیہ اس طرف مستقل خانسامن میرے پاس تھی اب سلائی والی عورت میرے پاس موجود رہتی ہے اختر! میں اس طرح تو کبھی اچھی نہ ہو سکوں گی۔ اگر وہاں سے بیٹھے بیٹھے اپنا دل اس طرح کڑھاتے رہوگے۔ مجھے بہت جلد جواب لکھنا، ورنہ میں علاج ختم کر کے گھر آجاؤں گی۔ پھر کچھ بھی ہو۔

پیاروں کے ساتھ

تمھاری صفو

لکھنؤ

۱۸ر جولائی ۱۹۵۱ء

اختر عزیز، میری جان!

تمھارا سولہ کا لکھا ہوا خط کل ۱۷ کی شام کو پہنچ گیا ورنہ عموماً پانچ دن میں بمبئی سے خط آنے لگا ہے۔

میرا یہاں تنہا گزر کرنا تمھارے لئے دورے بہت اذیت انگیز ثابت ہوا، اس لئے کہ ایک تو تمھیں میرے آرام و تکلیف کی فکر ہو گئی۔ دوسرے

یہاں کے پرائیویٹ وارڈ کا انداز تم کو نہیں معلوم ہے، پہلے سے میں دو جہوں سے ملازمہ کا انتظام نہ کر سکی، ایک تو خود اسپتال میں تھی، دوسرے یہ کہ نئی ملازمہ اپنے پاس نہ رکھنا چاہتی تھی، چور نکل جائے بدمعاش نکل جائے مجھے یقین تھا کہ گھر والے کچھ نہ کچھ شکل خود ہی پیدا کریں گے ورنہ پھر جاوید اور ہیں تو کہیں گئے نہیں ہیں، چنانچہ وہی ہوا کہ خانساماں مجھے پانچ سے ہی مل گئی اور جب وقت اس کا جانا ہوا جفو کی ماں آ گئی، لیکن اختر یقین کرو کہ مجھے یہ نہ خیال گزرا تھا کہ تم اس میں اپنی موجودگی اور غیبت کا فرق پاؤ گے اور اسپتال سے واپس جانے کی بات کر کے اختر یہ جانو میں نے تم پر کوئی اثر ڈالنا نہیں چاہا تھا بیں نے اس لمحے ایسا ہی محسوس کیا اور لکھ دیا میں تمھیں چاہتی ہوں اس لئے کہ یہ میری زندگی کی ضرورت بن چکی ہے اور تم بھی مجھے اس وقت تک ضرور چاہو گے جب تک میں تمھاری زندگی میں ضروری رہوں گی، اور جس دن بھی تمھاری ذہنی جذباتی اور جسمانی ضرورتوں کی تکمیل کی اہلیت مجھ میں نہ رہے گی میں یقیناً تمھاری محبت کی مستحق نہ رہوں گی، لہٰذا اثر ڈالنے سے نہ آج تک کوئی اچھا نتیجہ نکل سکا ہے اور نہ نکل سکتا ہے اگر مجھ میں صداقت ہے تو تم اس کی قدر ضرور کرو گے ورنہ میں تمھاری نظروں سے گر جاؤں گی۔

اختر میرے دوست، اب غم و غصہ دور کرو جو کچھ ہوا سو ہوا میں نے ہمیشہ تمھارے قابل بننے کے لئے STRUGGLE کی ہے اور اپنی اس STRUGGLE میں کامیاب بھی رہی ہوں میری PROGRESS کبھی ختم نہیں ہوئی ہے، میں ہمیشہ اسی راستے میں کوشاں رہوں گی، جہاں مجھے

تمھارے ہاتھ کا سہارا مل سکے۔

اور پھر آج میری شگفتگی تو دیکھو اختر۔ گیارہ سال کی ملازمت میں آج پہلا واقعہ ہے کہ اس طرح مجبور ہو کر پڑ گئی ہوں۔ بچوں کی نگرانی سے معذور تمھارے ساتھ سے محروم، اوپر سے خون میں کیسے خطرناک زہروں کی شرکت تشخیص کی جائے۔ بہر حال یہ بھی ایک دور ہے ساتھی۔ میں نے ہر برے وقت کو اب تک بہادری سے جھیلا ہے، مجھے وہ گھڑی یاد آتی ہے، جب مجھے بھوپال میں اکیلی بے سہارا اور تنہا رہ جانا پڑا تھا۔ اور پھر آج کی گھڑی کہ تم مجھ سے ایک ہزار میل کے فاصلے پر پڑے ہو، اور میں یہاں اسپتال میں کس طرح وقت کاٹ رہی ہوں۔ یہ سب وقت گزر جائیں گے۔ اب انجام کار کسی طرح یہ شکل پیدا ہونا ضروری بن چکی ہے کہ میں تمھارے قدموں کے سائے میں اپنی یہ زندگی آسودگی سے گزار سکوں۔ اس سے زیادہ مجھے اور کچھ نہیں چاہیے میرے اپنے اختر!

اختر مجھے ضرور خط لکھو، تمھاری خاموشی بہت بری ہوتی ہے دوست آج پھر مجھے T. A. B. کا انجکشن ہوگا، شدید بخار ہوگا اور عجیب سرسامی حالت ہوگی۔ ابھی نو بجے ہیں، دس بجے تک نرس آکر انجکشن بھونک جائے گی ویسے پنسلین کے انجکشن چھ چھ گھنٹے پر الگ لگ رہے ہیں۔ جادو میرے پاس اتوار کو آیا تھا۔ اُسے میں نے کس کس طرح چمٹایا اور اس پر مجھے کیسا پیار آیا۔ اختر تم نہ جان سکو گے۔ اسے پا کر مجھے یقین آجاتا ہے کہ میں تمھیں کبھی نہ کھو سکوں گی۔ تم مجھ سے برہم بھی ہوگے تو جادو تمھیں منا ہی لے گا وہ تمھاری تصویر، تمھارا نقشہ بلکہ خود تم ہو۔

آؤ میرے پیار اب بھی تمھارے قابل ہیں۔ انھیں قبول کرو میری جان۔

تمھاری اپنی صفیہ

لکھنؤ

۲۲ر جولائی ۵۱ء

میرے اپنے اختر!

ہزاروں پیار،

تمھارا خط کل شام عثمان لایا، تم جانتے ہو کہ تمھاری برہمی مجھے پاگل بنا دیتی ہے، مجھے ایک لمحے کا بھی سکون نہیں رہتا یہ سوچ کر کہ تمھارا احساس میری طرف سے خراب ہے، بہر حال اب قدرے بوجھ ہلکا ہو ا ہے۔

اختر! نہ جانے کتنی بے شمار فکریں اور پریشانیاں مجھے آن گھیرتی ہیں، تم ہی بتاؤ اس تندرستی کے ساتھ میں ملازمت اور اس کی پابندی کیوں کر کر سکوں گی؟ پھر تمھاری پناہ میں آکر تم کو بھی وہ راحت و طرب نہ دے سکوں گی جو تمھیں مجھ سے ملنا چاہئے۔ تم مجھے شاداب دیکھنا چاہتے ہو اور اگر یہ چیز مجھ سے چھن چکی ہو تو؟ کہاں سے لاؤں گی یہ شادابی تمھارے لئے۔ پھر میرے بچے جن کو میں نے اب تک کسی قدم پر دھوکا نہیں دیا اور جنھیں میں نے اس سات سال کے عرصہ میں وہ سب کچھ دیا ہے جو میں انھیں دے سکتی تھی ان کا کیا ہوگا؟ انھیں تم کیونکر سنبھال سکو گے؟ تمھیں تو خود بھی سہارے کی ضرورت رہی ہے آج تمھیں مجھ کو ہر ہر طرح سہارا دینا ہے دوست!

آٹھ مہینے ہو گئے مجھے بیمار ہوئے، میں نے خود کوئی کوشش اٹھا نہ رکھی اب تک سینکڑوں روپیوں کا خون ہو چکا ہے اب اسپتال میں ہر ممکن کوشش ہو رہی ہے، پر مرض جہاں تھا وہیں ہے اور مزید کرید ہونے سے ذہن کو زیادہ پریشان کرنے والی باتیں نکل آئی ہیں۔ بہرحال علاج تو ہو ہی رہا ہے،

لو میں خط لکھ رہی تھی کہ جادو عثمان کے ساتھ آ گیا، اور میرے آنسوؤں کو دیکھ کر بھونچکا سا رہ گیا ہے، اب وہ میرے پاس ہی بیٹھا ہے اور تمھیں خط لکھنے کا ارادہ کر رہا ہے، تم جادو کو کچھ کتابیں ضرور بھیج دو، اردو پڑھنے کا شوق اسے حد سے زیادہ ہو گیا ہے، چنانچہ یہ خط بھی تیزی سے پڑھنے لگا اور اب میں نے اسے دھکا دے کر کرسی پر بٹھا دیا ہے اسے کتابیں ضرور بھیجو اور لکھو کہ تمھیں پیسے ملے یا نہیں نہ ملے ہوں تو پریشان نہ ہونا اختر!

تمھاری اپنی
صفو

لکھنؤ
۳۱/ جولائی ۵۱ء

اختر میرے!

اس عرصہ میں تمھارے تین خط ملے تم نے اپنی محبت بھری باتیں میرے لئے لکھ ڈالیں کہ میں مر کر پھر جی اٹھی ہوں، میں جانتی ہوں اختر کہ تمھاری برہمی اور خفگی بھی تمھارے چاہنے کی شدت ہی سے پیدا ہوتی ہے پھر بھی تمھیں ناخوش دیکھ کر میرا جی لرز سا جاتا ہے، آہ میرے دوست!

میرے دل کی ہر دھڑکن تمھیں پیار کرتی ہے۔

آؤ، اب میں سکون سے تمھیں اپنا پورا حال سناؤں۔

یہاں داخلے کے بعد مجھے T.A.B کے انجکشن لگے تھے جس سے مجھے افاقہ تھا، ورم وغیرہ گھٹا تھا اور جوڑوں کے درد میں بھی کمی تھی۔ البتہ ایک تازہ تکلیف جو کچھ نہ کچھ پہلے سے چل رہی تھی زیادہ نمایاں ہوگئی یعنی ہاتھوں کی اور چہرے کی کھال سخت ہو کر جیسے گوشت سے چمٹ سی گئی ہو۔ اس کے بھاٹیہ نے THYROID تجویز کیا اور ساتھ ہی پنسلین کی سوئیاں شروع کرا دیں۔ چنانچہ چالیس لاکھ UNIT پنسلین چودہ تاریخ سے لے کر چوبیس تک پہنچائی گئی اور ساتھ ہی THYROID بھی جاری رہا۔ THYROID سے مجھے بہت تکلیفیں پیدا ہوگئیں۔ اس کے خلاف میں PROTEST کرتی رہی پر ڈاکٹر نے نہ سنی۔ یہاں تک کہ چوبیس کو مجھے ہلہلا کر بخار چڑھ آیا۔ بخار چھ دن تک پوری شدت سے قائم رہا۔ اس دوران میں سب دوائیں بند کر دی گئیں۔ چھ دن بعد بخار خود بخود اتر گیا اور مجھے نہایت زدہ حالت میں چھوڑ گیا۔ بھاٹیہ کا کہنا ہے کہ چار تاریخ کو کالج کے تمام بڑے PHYSICIANS کی میٹنگ ہوگی اس میں بلا کر مجھے دکھائیں گے اور بقیہ سب کے مشورے کے بعد مجھے دوا دے سکیں گے۔ ظاہر ہے کہ اس طرح بغیر دوا علاج کے اسپتال میں MARK TIME کرنے سے مجھے کس قدر وحشت ہوتی ہوگی۔ میں نے بار بار یہی طے کیا کہ گھر ہی چلی جاؤں اور ڈاکٹر عبدالحمید کو دکھا دوں گی۔ مگر اباں، ابا، حمیدہ سب کا یہی کہنا ہے کہ سنیچر تک ٹھہر کر یہ آخری مشورہ بھی دیکھ لو۔ اس کے بعد تو ظاہر ہے کہ اسپتال ٹھہرنا

بے معنی ہوگا۔

میں نے سارے حالات تم کو لکھے ہیں تم اپنے کو UPSET نہ کرلینا اب سنیچر کو اسپتال چھوڑ دینا ہے اور یہاں کا تجویز کردہ نسخہ لے کر ڈاکٹر عبدالحمید سے ملنا ہے اور انھیں سے اگلا علاج تجویز کرانا ہے۔ اس کے بعد میری خواہش یہی ہے کہ بھوپال روانہ ہو جاؤں اپنے موجودہ حالات میں ملازمت کی جانب سے تغافل کی کوئی ادنیٰ سی گنجائش بھی نہیں ہے۔ علاج وہاں بھی جاری رکھوں گی۔ البتہ JOIN کرنا ضروری ہے وقت برا ہے یہ روٹی کا ٹکڑا نہیں کھونا چاہئے۔ ورنہ ہم دونوں کی فکریں بہت بڑھ جائیں گی۔

تم مجھ پر، میرے پیار پر اور میری جد و جہد پر بھروسہ رکھو دوست بمبئی کے حالات تمھارا ساتھ نہیں دیتے تو کیا غم ہے جب تک میری آخری سانس باقی ہے میری ہر کوشش تمھارے سکون کے لئے ہوگی اب اس بیماری کو کیا کروں وہ تو آ گئی۔

آؤ مجھے اپنے سینے سے لگا لو ساتھی، میرا ہر دکھ درد دور ہو جائے گا۔

تمھاری اپنی صفیہ

لکھنؤ

۷ر اگست ۱۹۵۱ء

اختر میرے!

تمھارے محبت نامے ملتے رہے، میں نے واقعی تمھیں اس طرف کوئی خط نہیں لکھا۔ اس لئے بھی کہ اپنی الجھنوں سے

تمھیں زیادہ پریشان کرنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ جانتی ہوں کہ ویسے ہی تم فکر مند رہتے ہو۔

اب میرے حالات سنو:۔ بہ ہزار خرابی ہسپتال سے ہفتہ کو چھٹکارا حاصل کر کے شام کو گھر آئی۔ اتوار کی صبح کو ہی جا کر ڈاکٹر عبد الحمید سے ملی اور تمام X RAY اور TEST کی رپورٹیں ان کو دکھائیں۔ انھوں نے کوئی دو گھنٹے اپنے یہاں رکھ کر سب تحریری حالات لئے اور بہت توجہ سے دیکھا۔ اس کے بعد شام کو پھر بلایا۔ شام کو اسرار بھائی کے ساتھ گئی۔ اسوقت انھوں نے نسخہ لکھا اور اطمینان دلایا کہ انکی تشخیص کی رو سے کوئی خطرناک بات نہیں ہے البتہ علاج وقت لے گا۔ جو دوائیں انھوں نے تجویز کیں ان کا استعمال ایک دو ماہ ہونا چاہئے۔ اس کے بعد پھر مشورہ ضروری ہوگا۔ میں نے ان سے یہ بھی کہا کہ ضرورت ہو تو تعطیل میں توسیع کراؤں اور ٹھہر جاؤں۔ بولے اس کی ضرورت نہیں چنانچہ خدا پر بھروسہ کر کے ان کی تجویز کردہ دوائیں منگا لی ہیں۔ اب نو کو کالج JOIN کرنا ہے۔ کل صبح روانگی کا ارادہ رکھتی ہوں جاد و کو بھی لے جا رہی ہوں۔ تین سو روپے میں نے حمیدہ سے لئے ہیں۔ کچھ بچا کھچا ہم لوگوں کے پاس ہو تو ایسے وقت کاہے کو آیا کریں۔ بہر حال اپنی روش ہی یہی رہی ہے اس لئے اس پر افسوس کرنے کا سوال ہی نہیں ہے۔

قلمدان والوں نے پھر سہاروں پر زندہ رکھنے کی شرارت چھیڑی نتیجہ کیا ہوا؟ احسان میرے پاس اسپتال آئے تھے، چیزیں دے گئے، کوئی آدھا گھنٹہ ٹھہر سکے۔ احسان کو دیکھ کر مجھے رونا ہی آگیا "بوئے دوست" کا اندازہ تو تم کو ہے۔ اب تم جلد ہی بھوپال خط لکھنا، میرے اتنے دن خط نہ لکھنے کا انتقام نہ لینا۔ میرے ناز اٹھانو دوست! کیا پتہ میں زیادہ عرصہ تمھارا ساتھ نہ دے

سکون۔ پیار لو۔

تمھاری صفو

بھوپال

۱۰ / اگست ۱۹۵۱ء

اختر میرے!

لکھنؤ سے آٹھ کی صبح روانہ ہو کر کوئی گیارہ بجے رات کو یہاں پہنچی حسب دستور بارش ہو رہی تھی، بہر حال اس مرتبہ بلّہ خاصا بھاری تھا اس لئے زیادہ وحشت نہ ہوئی جادو اور حمانی بھی ساتھ ہیں۔ سنگر مکان خالی کر گئے۔ اب اس فلیٹ میں ڈاکٹر جین آ گئے ہیں۔ اچھا ہی ہے تنہا آدمی ہے نہ جھگڑا نہ فساد۔

کل کالج JOIN کر ہی لیا گو کہ مجھے معلوم نہ تھا کہ FITNESS رپورٹ بھی لانی ہے ورنہ JOIN کرنے کی اجازت نہیں ملتی۔ اس کے لئے آج لکھ رہی ہوں۔ موسم یہاں کا بہت خنک اور سحر آگیں بنا ہوا ہے۔ جادو اس مرتبہ خلاف توقع بہت خوش ہے۔ دن بھر سارے رسالے نکال نکال کر پڑھتا رہا۔ اب بس اسے پڑھنے کا جنون سا ہو گیا ہے رات کے گیارہ بجے تک مطالعہ نہایت ضروری ہے ورنہ نیند نہیں آتی۔ سچ ہے "باپ پر پوت"۔

کل نفیس کا ایک خط ملا کوئی صاحب پاکستان سے آئے تھے۔ ان کے ہمراہ چند تحفے مجھے اور بچوں کو بھیجے ہیں۔ آج اسے بھی خط لکھوں گی۔

تم اپنے مفصل حالات مجھے لکھو۔ اپنی صحت کی طرف سے تم ہمیشہ حد سے زیادہ غیر متوجہ رہتے ہو۔ اب میری گرتی ہوئی حالت دیکھ کر تم کو باہوش ہونا چاہیے۔ نہ معلوم اختر، تم بغیر زندگی کیسی سنجیدہ، خشک اور کھردری بن جاتی ہے میں اپنے کو تمھارے بغیر کسی طرح تازگی اور مسرت نہیں دے سکتی۔ اچھا زیادہ پیار۔

تمھاری اپنی صفو

بھوپال

۱۴ اگست ۱۹۵۱ء

میرے اپنے اختر!

نامۂ شوق ملا۔

کالج میں آج کل سب پر پندرہ اگست کا بخار چڑھ رہا ہے کل FUNCTION ہوگا۔ کیا جی چاہتا ہے کہ کل کوئی ہمت کرکے اسٹیج پر "چڑھ چلی کی چھوری" والا گیت چھیڑ دے۔ تمھیں یاد ہے بھوپال کانفرنس کے زمانے میں کالج کے ملازم چھوٹے تک اس گانے کو کس شان سے گاتے تھے اب کس کی مجال ہے۔ ادھو کمار کا کیا حال ہے؟ فلم انڈسٹری انھیں بھی غالباً ہضم کر بیٹھی۔ بعض وقت تو مجھے تم سب کا انجام سوچ کے ڈر معلوم ہونے لگتا ہے۔ ساحر[1] تو اپنی شاعری کا تاج محل سونا ہی کر گئے۔ بندگی بیچارگی کی مثال دیکھو۔ کل مجھ سے اس موقع کے لئے "چنا جور گرم" کی تک بندی کرائی گئی ہے۔ سوچ سکتے ہو۔

---

[1] ساحر لدھیانوی

کل جادو کے ماسٹر صاحب کو پھر مقرر کر دیا ہے، سوچتی ہوں کہ سترہ تاریخ سے کیمبرج میں داخل کر دوں، پڑھائی میں خاصا نکل گیا ہے۔ اب اسکول ہی کی ضرورت ہے، اونیں کی پڑھائی بھی شروع کر دی ہے۔

سردی کی وجہ سے یہاں میری طبیعت لکھنؤ کے مقابلے میں زیادہ گری رہتی ہے، پر کیا بھی کیا جائے۔ دوائیں، احتیاط سب کچھ جاری ہے لوگ دیکھنے کو آتے رہتے ہیں، شہاب کی۔ اہل خانہ، آئی تھیں، پھر عالیہ[1] اور زہرہ[2] بھی آئیں، مہدی[3] یہیں ہیں، شاید آج ملنے آئیں۔

ہاں کل رات کوئی نو بجے ڈ ّ ُو میاں تشریف لائے مع اپنی بھابی اور دلہن کے، یہ حادثہ بھی پیش آہی گیا، جادو چونکا ہوں سے دلہن کو دیکھتے رہے جب وہ چلی گئیں تو میں نے پوچھا کہ "بھئی تم کو پسند آئیں؟ بولے "ویسے تو صورت اچھی ہے مگر دبلی ہیں، اگر بانو کی طرح (بانو میڈیکل کالج میں ایک اچھی خاندار لڑکی تھی) موٹی ہو جائیں تب کہیں مزہ آئے گا" میں نے پوچھا کہ "بھئی تم کو کیا مزہ آئے گا؟" بولے "اب آپ موٹی ہو جائیں تو ہم آپ کو بتا سکتے ہیں۔ سنا اپنے بیٹے کا لفنگا پن آپ نے؟

تم خط جلدی لکھو، حالات لکھو، خلیل صاحب کو آداب کہو، ان کی بے غرضی اور بے نفسی کا قائل ہونا پڑتا ہے، تمھاری بسر بمبئی میں انھیں کے ساتھ ممکن ہے۔

سچ جانو اختر! بعض وقت تو مجھ پر ایسی مشکلیں آجاتی ہیں کہ دامانِ خیال

---

[1] عالیہ عسکری [2] زہرہ مہدی [3] محمد مہدی ایڈیٹر عوام حیدرآباد دکن

یا رچھوٹا جائے ہے مجھ سے" والا احساس پیدا ہو جاتا ہے۔

آؤ مجھے پیار تو کر لو۔

تمھاری صفو

بھوپال

۲۲ راگست ۱۹۵۱ء

میرے اپنے اختر!

بہت سی دعائیں اور ہزاروں پیار۔

تمھارے خط مجھے برابر مل رہے ہیں۔ میری ہی طرف سے خطوط میں کمی رہی ہے۔ تم کو کوفت ضرور ہوتی ہوگی۔ لیکن حالات ایسے ناساز گار رہے ہیں کہ ان کا لکھنا تمھارے لئے اور کوفت کا باعث ہوتا کل سے آج لفافہ ٹکٹ حاصل کرنے کی کوشش میں گزر گیا۔ بھوپال کی پابندیاں بعض وقت جان لیوا بن جاتی ہیں۔ کوئی اور جگہ ہوتی تو خود ہی جا کر خرید لاتی۔ لیکن یہاں ایسا ممکن ہی نہیں ہے۔

عثمان جب سے لکھنؤ سے آیا ہے مستقل بیمار رہے اور پلنگ پر پڑا ہوا ہے اس کی تیمارداری اور اس کا علاج بھی اپنے ذمے ہے۔ ادھر تین دن سے اویس کو بخار ہے۔

میرا حال ٹھیک ہی جانو۔ دواؤں کا باقاعدہ استعمال رکھ رہی ہوں مالش سے کھال کچھ ملائم پڑی ہے۔ البتہ جوڑوں کی تکلیف قائم ہے ڈاکٹر عبدالحمید نے خود ہی بتایا تھا کہ دو ماہ دوا کا استعمال کر کے نتیجہ دیکھنا چاہیے۔ اب اکتوبر میں ان سے دوبارہ مشورہ ہو سکے گا۔ مجھے RHUMICAIL ACERIVISTS اور ساتھ ہی SKIN DISERSES

تجویز کیا ہے۔

حامد کے ساتھ آنے سے مجھے بہت ڈھارس ہے۔ اس کی باتیں بہت ہی عزیز ہیں مجھے۔ میں نے ایک دن تمھارا خریدا ہوا سرخ بلاؤز پہن لیا بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ "اس بلاؤز نے تو سارے کپڑوں کو پیٹ دیا امی! جب میں کالج جاتی ہوں تو خود کپڑے نکال کر مجھے دیتا ہے۔ اب اس کے لئے مجھے سنگار کرنا بھی ضروری ہو گیا ہے۔

کل رشیہ یعقوب کی موٹر میں صبح سویرے اسے لے کر کیمبرج گئی تھی، آج سے اس کے اسکول جانے کا انتظام کر دیا ہے۔ چنانچہ گیا ہے تم اس کے آنے جانے کے بارے میں متفکر نہ ہونا۔ میں اس کے تحفظ کا پورا خیال رکھتی ہوں۔ وہ مجھے ایک محبوب کے طریقے پر پیارا ہے۔ ویسے تو اویس بھی میرا بچہ ہے۔

تنخواہ اس مرتبہ یہاں بھی خرات بن گئی ہے کل بمشکل تمام کتنی بار ٹیلیفون کرنے کے بعد بل منظور ہو کر آئے ہیں تو آج کیش کرانے کے لئے بھیجے ہیں۔ تین سو لکھنؤ کے اور سو ٹھیکیدار کے فوراً ادا کر دوں گی۔ اس کے بعد اپنا معاملہ رہ جائے گا۔

قلم تمھارا پھر کھو گیا۔ میں اس کے متعلق آج تمھارے خط کے آنے سے ایک گھنٹہ پیشتر ہی سوچ رہی تھی، بہت سی باتوں کی خبر خود بخود ہو جاتی ہے۔ اچھا۔

تمھاری اپنی

صفو

بھوپال
۲۵ر اگست ۵۱ء

اختر میرے!

میرا پچھلا خط تم کو ملا ہو گا۔ اب تو کارڈ لفافے میں نے اکٹھے منگوا لئے ہیں۔ پھر بھی خط پوسٹ کرانے کی دقت ہر کام سے بڑھ کر ہوتی ہے، غیر ذمہ دار آدمیوں کو خط دینے کی ہمت نہیں ہوتی، زیادہ تر لوگ خطوں سے دلچسپی ہی کیا کرتے ہیں۔ عثمان کو ٹائیفائڈ ہو گیا ہے۔ اب ایسی حالت میں اس کا ساتھ دینا ہی ہے۔ دوا، پرہیز، ہر چیز کا خیال رکھنا ہوتا ہے مگر وہ بہت ہو گیا ہے، خیر۔

جادو اور سب ٹھیک ہیں، جادو اسکول بہت شوق اور سرگرمی سے جاتا ہے۔ کل تمہارے کمرہ میں اگربتیاں سلگا رہا تھا بولا کہ ابی کے کمرے میں خوشبو کر دوں، میں نے کہا ابی تو ہیں نہیں تم خوشبو بے کار سلگا رہے ہو، کہنے لگا ابی کی چیزیں تو ہیں۔ اس کی عقیدت کی داد دو۔

میرا وہی اگلا سا حال ہے کبھی سست، کبھی چست۔ دواؤں کا استعمال رکھو رہی ہوں۔ مالش کبھی پابندی سے ہوتی ہے اور کیا کیا جائے اور کیا لکھوں ساتھی؟ —— اب کے تو تمہارے نام کے کئی رسالے یہاں ٹھیک پڑے ہیں۔

ہزاروں دعائیں۔

تمہاری اپنی
صفو

❖

بھوپال

۲۷/اگست ۵۱ء

اختر عزیز! میری جان!

تمھارا خط ہفتہ بھر سے مجھے نہیں ملا۔ تم غالباً اس لئے چپ رہے کہ میرے خطوں میں دیر ہوئی۔ میری مجبوریوں کا صحیح اندازہ تم اتنی دور سے نہیں کر سکتے۔ خط ڈلوانا بھی ایک مہم ہوتا ہے۔

عثمان کا بخار اب کم ہے البتہ دماغ اپنا اس نے عرش معلی پر کر رکھا ہے دراصل وہ ایک عرصہ سے اس ملازمت سے FED UP ہو گیا ہے زبردستی کا سودا کہاں تک چلایا جائے۔ دیکھو۔

میں دواؤں کا استعمال پوری باقاعدگی سے رکھ رہی ہوں۔ امید ہے کہ برابر علاج جاری رکھنے سے افاقہ قائم رہے گا میں اپنا دل یقین اور امید سے خالی نہیں رکھتی۔ گو کہ آج کل زندگی اور موت میں بھی امتیاز کرنا بعض وقت مشکل ہو جاتا ہے۔ کالج پانچویں گھنٹے میں جاتی ہوں۔ اس وقت تک وہاں کا بازار سرد پڑ چکتا ہے۔ اس کے بعد گھر آکر میں ہوتی ہوں اور بچے ہوتے ہیں جاوید تو اسکول سے ساڑھے تین بجے کے بعد آتا ہے اویس دن بھر کھٹ پٹ کرتا رہتا ہے۔ تم سے ایک موٹر کی فرمائش ہر روز کرتا ہے۔

اب تو طبیعت پر وہ خشکی اور بے رنگی سی طاری رہتی ہے کہ رونا چاہوں تو رونا بھی نہیں آتا۔ بس دن رات عجیب MECHANICAL انداز میں گزرتے ہیں۔ گزر جاتے ہیں یہی کیا کم ہے۔

تمھاری مسکراہٹ اور مٹھاس کو ترس کر رہ گئی ہوں۔

رات سارے وقتوں سے فراغت پا کے اپنے تصور کے ذریعہ خود کو تم سے ہر طرح قریب کرنا چاہا مگر بس سب جھوٹ سا معلوم ہونے لگتا ہے اور اپنی شکست عجیب مضحکہ خیز بن کر رہ جاتی ہے، بہرحال ساتھی جسم کی دوری اذیت انگیز ضرور ہے، مگر شکر ہے کہ ہمارے دماغوں کی رفاقت میں کوئی دوری نہیں پیدا کر سکتا۔

پرسوں "خیابان" کے دو پرچے ملے تھے۔ تمھاری اور جعفری کی نظم ایک ہی عنوان[1] پر ہے، دونوں نظمیں میں نے اپنی لڑکیوں کو پڑھ کر سنائیں تم نے نظم شاندار لکھی ہے اور بہت ہی شاندار، لیکن دوست کہیں کہیں بمبئی کا رنگ بھی اس میں آگیا ہے، ذرا خود پڑھ کر دیکھو اسے، بہرحال تمھاری نظم جعفری سے اونچی ہے، اس میں شبہ نہیں۔

کالج جانے کا وقت آگیا ہے، اب تیاری کرنا ہے، ممانی بچاری میری خدمت بہت کرتی ہیں۔ پھر کھانا وغیرہ بھی ان کو پکانا پڑتا ہے اور کیا لکھوں اپنا حال "شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک" احان اور اویس کو دعائیں اور پیار، خلیل صاحب کو میرا داب، جب اپنے سارے حالات لکھو۔

تمھاری صفو

بھوپال

۲۸ر اگست ۵۱ء

میرے اچھے اختر!

کل ایک خط لکھ چکی ہوں جو بعد از ہزار دشواری پوسٹ ہو سکا

---

[1] سجاد ظہیر کی گرفتاری کے موقع پر یہ نظمیں لکھی گئی ہیں۔

تنخواہ کے پیسے شام کو مل گئے ہیں۔ ٹھیکیدار کا قرض فوراً چکا دیا۔ آج ڈاکٹر سلطان صاحب لکھنؤ جا رہے ہیں، ان کے ہمراہ حمیدہ کی رقم بھی بھیج دوں گی۔

ہاں، رفیق کے یہاں کے پیسوں کا چک رجسٹری شدہ ۹ر اگست کو روانہ ہوا ہے۔ غالباً میری صورت دیکھ کر اکاؤنٹنٹ کو اسکی یاد آئی ہوگی اب رفیق سے ملنا ہو تو کہو کہ وہ مزید فہرست بھجوا دیں تاکہ کتابوں کا آرڈر جا سکے۔ ادائیگی میں اس مرتبہ اتنی تاخیر نہ ہوگی۔

تانگہ کالج لے جانے کے لئے آگیا ہے۔ پیدل تو جا سکتی نہیں اس مرتبہ تانگوں پر ہی پیسہ اٹھے گا۔ کیا کیا جائے۔

جی چاہتا ہے کہ روز تم کو خط لکھے سکوں لیکن اس طرف حالات ایسے الجھے رہے کہ نوبت نہ آسکی۔ ادھر تمھاری طرف سے ضرور ڈانٹ آنے والی ہوگی۔ مجھے ہر لمحہ اندیشہ ہے اس کا۔ اختر، مجھ پر غصہ نہ کیا کرو۔ میں جانتی ہوں کہ تم مجھ سے زیادہ بے چین ہو، لیکن مجھے بھی تو تم سے ہی چین ملتا ہے۔

آؤ مجھے اپنے سینے سے لگا لو۔

تمھاری صفو

بھوپال

۳۰ر اگست سنہ ۵۱ء

اختر میرے!

خط ملا حالات معلوم ہوئے "شاہین پکچرز" کا انجام بھی معلوم ہوا تم خود کو کسی طرح فکر مند نہ کرنا۔ آج تک جو بات کبھی زندگی میں ہوئی

ہے، کسی بہتر نتیجے ہی کے لئے ہوئی ہے بے کار کی توقعات اور بے مطلب کی پابندی سے یہ کہیں بہتر ہے کہ یکسوئی ہو گئی۔ اپنی کوششیں سلامت ہیں تو کوئی نہ کوئی شکل بیدار ہو کر رہے گی "دیر یا سویر" البتہ جذبات کم کر کے عمل پسندی سے کام لینا ہے اور STRU GALE کر کے تھوڑی سی گویائی پیدا کرنی ہے۔ تم اپنی بے زبانی سے اکثر موقعوں پر نقصان اٹھا جاتے ہو اس کا احساس رکھو بہرحال پریشان مت ہونا ساتھی۔ تمھارے بچے ہم میں کسی قیمتی امانت کی طرح محفوظ کر کے رکھو رہی ہوں۔ ان کی نگہداشت میری آخری سانسوں تک میرا فرض ہو گا تم مجھے سہارا دیتے رہو۔

تازہ حادثہ یہ پیش آیا کہ عثمان کو میں نے کل شام علیحدہ کر دیا۔ یہ کوئی غصہ غضب کی بات نہ تھی، بلکہ انہیں نے اپنے طرز عمل سے اب گذارا ناممکن کر دیا تھا۔ فی الحال ایک چھوٹی سی چھوکری ہے جو ہاتھ بٹا رہی ہے، اب تلاش شروع کر دوں گی، مرد ملازم تو سوچ سمجھ کر ہی رکھا جا سکتا ہے، عورت کے رعب میں مرد کا آنا ایسا آسان نہیں ہوتا۔ پھر بھوپال کی مخلوق ویسے بھی بہت مشتبہ معلوم ہوتی ہے آج رشید کو تلاش کراؤں گی ورنہ پھر کوئی بڑی بی کو دیکھ کر کام چلانا ہو گا۔ تم الجھنا مت۔

جادو اسکول جا رہا ہے اور خوش ہے، سوچتی ہوں اب اُردو کا سلسلہ بھی باقاعدہ شروع کرا دوں۔ پانچ سال کا ہو گیا وہ میں نے رئیسہ یعقوب کو پابند کر دیا ہے کہ اگر کبھی تانگہ کی گڑبڑ ہو تو وہ اپنی موٹر میں بچوں کو پہنچا دیا کریں۔ بہرحال کام سبھی چلتے ہیں تازہ تبدیلیوں سے ڈرنا نہیں چاہئے۔

سارے حالات لکھو اور ذہن کو منتشر مت کرو۔ میرا پیار تمھارے
ساتھ ہے اور تمھارے پیار سے میری زندگی ہے۔ بس۔

تمھاری صفیہ

بھوپال
۶؍ستمبر سنہ ۵۱ء

اختر میرے!

کل تمھارے دو خط اکٹھے ملے اور کتابیں بھی مل گئیں۔ میں
نے ادھر دو تین دن سے پھر تمکو خط نہیں لکھا۔ کم فرصتی سے نہیں، بلکہ
کالج سے آنے کے بعد کوئی کام ہی نہیں بن پڑتا۔ سوائے اس
کے کہ بچوں پر چیخ چلا لیتی ہوں۔ کچھ بھی کرنے کی امنگ نہیں
پیدا ہوتی۔

جادو اپنی کتابیں پاکر حد سے زیادہ مغرور ہے اور مست، دو کتابیں
کل سے آج تک پڑھ لی گئی ہیں۔ رات کے گیارہ بجے تک مطالعہ جاری
رہا اور پھر صبح سات بجے ہی سے آنکھ کھل گئی اور پڑھائی شروع ہو گئی۔

رات میں نے تمھیں خواب میں دیکھا، ردولی کا گھر تھا اور مہمانوں کا
ہجوم، خلوت کی تلاش کی مگر میسر نہ آئی۔ آنکھ کھل گئی، بہر حال

"خوشا مراتب خوابے کہ بہ ز بیداریست"

عثمان کے جانے کا خاصا دکھ ہوا، تقریباً چار سال کا ساتھ تھا اس
کا، لیکن کیا کیا جائے۔ نوشہ صاحب سے معلوم ہوا کہ وہ سنگر کی اردلی
میں ہو گیا ہے۔ رشید آیا تھا وہ بھی ونیکو بارائے کے یہاں ملازم ہے کہہ گیا ہے
کہ کوئی آدمی تلاش کر کے لائے گا۔ کوئی نہ کوئی شکل نکل ہی آئے گی۔ تم اس

بارے میں خود کو فکرمند نہ کرو، میں نے لکھنؤ بھی لکھ دیا ہے۔

تمھارے خط پر احسان کی کمپنی کا بلاک دیکھ کر میں پہلے ہی چونکی ہوئی تھی سنا ہے کہ مسلمانوں کو تجارت راس آتی ہے رسول اکرم بھی تاجر تھے احسان سے کہو کہ اسلام کو مضبوطی سے پکڑیں بھئی یہ PLASTIC کا کپڑا کیسا ہوتا ہے ابھی تو اگر پیسے مل بھی جائیں تو تم کوئی بیکار چیز مت خریدنا میری خواہش ریڈیو لینے کی ہو رہی ہے، کچھ پیسے میں بچاؤں گی، کچھ تم دیدینا، اور ریڈیو لے لیا جائے گا۔ کچھ تو اے خانہ خراب اس دل کے بہلانے کی طرح۔

ایس، ایم، نواب تو "وہ دکان اپنی بڑھا گئے" کے زمرے میں آہی گئے، ادیس بچارے کا کیا عالم ہے اور اختر الایمان کے سنہرے سپنوں کی تعبیر اب کیا ہوگی؟

ہاں "ظ" انصاری کو خط لکھنے کا ارادہ کر رہی ہوں، تین خریدار "خیابان" کے لئے پیدا کئے ہیں، ان کے پتے بھیجوں گی چونکہ اپنے نام بھی رسالہ جاری کرالوں گی۔

آج کل جادو "آج تو مقید ہے اور میں سوچ رہی ہوں کہ انسان ہونا بھی کوئی خطا ہے"، پڑھ پڑھ کر ناک میں دم کرتے ہیں، تختۂ دار کیا ہے ایسی سازشوں کا کیا مطلب ہے اب تاتے بتاتے عاجز ہوجاتی ہوں۔

تم خوش رہو اور باحوصلہ بیویوں کی فکر تم کو بہت ہلکان کر دیتی ہے، کچھ تو بدلو اپنا رویہ تم سے گھنٹوں باتیں کرنے کو جی چاہتا ہے بس خاموش رہ کر دل ہی دل میں باتیں کرتی رہتی ہوں، اور کھوئی کھوئی

ملہ سجاد ظہیر کی گرفتاری پر جاں نثار اختر کی نظم "تختۂ دار سے جھیلیں گے" مصرع

سی رہنے لگتی ہوں۔
ہاں آج کل گروشیپھرڈراموں کے درپے ہیں، ان کا ستارہ دوبارہ چمکا ہے۔ مجھ سے تعاون کے لئے کہہ رہے تھے۔ میں نے معذرت کرلی ہے یہ جنجال میرے بس کا نہیں۔
آؤ تمھیں بہت سے پیار کرلوں
تمھاری صفو

بھوپال
۶ر ستمبر ۱۹۵۱ء
بہت ہی پیارے اختر!
تمھارا خط آج دو دن سے نہیں ملا۔ تمھیں میری دیر نویسی کی شکایت رہتی ہے اور مجھے تمھاری ایک دن کی خاموشی بھی برداشت نہیں ہوتی بس تمھارے خطوں کی روشنی اور گرمی مجھے یہاں زندہ رکھے ہوئے ہے ورنہ تم کیا جانو کہ کتنی بے رنگ ہے یہ زندگی۔
میں داؤں کا استعمال رکھ رہی ہوں، افاقے کی صورت بھی ہے، تم فکرمند نہ ہونا۔ فی الحال کوئی مناسب نوکر نظر نہیں آیا ہے محمد علی تاج بیچارا آیا تھا۔ وعدہ تو کر گیا ہے نیا ملازم لانے کا دیکھو میرا جی چاہا کہ تاج سے اس کی نئی غزلیں سنوں، لیکن تمھارے بغیر کچھ عجیب سے معلوم ہوا۔ بڑی اچھی صلاحیت ہے اس میں، مجھے تو اس کے شعر بہت پسند آتے ہیں۔
جادو اداس اچھے ہیں، تمھاری بھیجی ہوئی چاروں کتابیں جادو نے

لہ پروفیسر سندی، حمیدیہ کالج بھوپال

پڑھ ڈالیں، ظاہر ہے کہ ابھی دوبارہ پڑھی جائیں گی سب سے زیادہ دلچسپی تختہ دار سے قائم ہے، تمھارا لہجہ بنا کے نظم پڑھنے کی کوشش ہوتی ہے سنا ہے کہ پندرہ ستمبر سے کیمبرج میں بس چلے گی۔ اس وقت اویس کو بھی بھیجنا شروع کردوں گی، اطمینانی شکل ہوجائے گی۔

ہاں کل چھٹی کا دن تھا، عبید اللہ اسکالرشپ ٹرسٹ کے بورڈ کی میٹنگ تھی دلی[1] کا وظیفہ ماہانہ طے کرادیا ہے اب سمجھو کہ یہ وظیفہ اگر دلی پاس ہوتے رہے تو تین سال جاری رہ سکے گا۔ سوچتی ہوں اطلاع کا خط باجی[2] کو لکھ ڈالوں۔

اب تم اپنے بہت سے حالات لکھو، غلمتان کی دوڑ کا کیا انجام ہوا؟ احسان کا کاروبار کیسا چل رہا ہے؟ اویس کا کیا رنگ ہے؟ تمھارے پاس پاجامے بہت کم ہوں گے، لٹھا یہاں ملتا ہی نہیں، کوشش میں ہوں کوئی ذریعہ نکل آئے تو اچھا ہے۔ زیادہ پیار۔

تمھاری صفو

بھوپال

۱۰ ستمبر ۵۱ء

عزیز از جان!

خط مل گیا تھا، میں نے اسی دن خط لکھنا چاہا تھا لیکن کچھ چکر ایسے نکل آئے کہ پھر نہیں لکھا۔ اپنا حال کیا لکھوں، رس سے خالی رنگ سے خالی زندگی، بہرحال میں ناامید نہیں، کبھی تو تجھے اور میرے تمنائی بچوں کو تمھارا

---

[1] محمد ولی میڈیکل کالج بمبئی کے طالب علم [2] محمد ولی کی ہمشیرہ

ساتھ ملے گا۔ جب تمھارا خط آتا ہے تو وہ لفافہ لیکر بھاگتی ہوا آتا ہے اور لفافہ سونگھتا جاتا ہے کہ اس میں سے آپ کی خوشبو آتی ہے۔

جادو کی ایک اسکول ٹیچر سے ملاقات ہوئی تھی، بولیں کہ "صفیہ آپا آپ کا بچہ عنقریب جیل جانے والا ہے۔" میں نے سبب دریافت کیا۔ پتہ چلا کہ ڈرائنگ کلاس میں بچوں سے ان کا جھنڈا بنانے کی ہدایت کی گئی۔ سارے بچوں نے ترنگے بنائے اور جادو صاحب نے سرخ جھنڈا مع HAMMCE H& SKKLE بنا کر پیش کیا کہ یہی ہمارا جھنڈا ہے بچ ہے۔" یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے؟"

پنکھے کی کھونے کی اطلاع سے کوئی خاص رنج نہیں ہوا کیونکہ تمھاری سپردگی میں جو چیز بھی ہو اس کے کھو جانے کے لئے ذہن پیشتر ہی سے تیار رہتا ہے! غم مت کرو ضرورت پڑی تو پھر خرید لیا جائے گا ایسی کوئی بات نہیں۔

آج بزم ادب کا پہلا جلسہ ہے۔ خود کی خواہش اس درجہ زور پکڑ چکی ہے کہ بیگم صاحبہ بھوپال کو مدعو کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ حضرت شعری بھوپالی تشریف لائیں گے۔ ڈاکٹر جین کی ذمہ داری میں ہے بزم ادب کو اور کیا لکھوں تم کو؟

کل پرانے کاغذات کی دیکھ بھال کے سلسلے میں اکثر وہ خط نظر سے گزرے جو شادی کے پہلے سال میں نے تم کو لکھے ہوں گے یقین نہیں آتا وہ میں نے ہی لکھے تھے! کیسے کیسے رنگین شکوے اور کیسی کیسی دلچسپ توقعات آج ہم دونوں دوستی کا دعویٰ کر سکتے ہیں جس کی ابتدا ۱۹۲۸ء کے رومانس سے ہوئی تھی

لیکن اختر تم بعض وقت اس پکّی دوستی کو بھی لحظہ بھر میں شکست آشنا کر دیتے ہو۔

ہاں! کتابیں بھیجنا تو آٹو گراف ہی سمیت بھیجنا، تم اپنی نازک مزاجی سے کبھی باز نہیں آتے ساتھی آؤ میں کبھی تم سے لڑ لوں! ابھی دو چار دن ہی کی بات ہے کہ تم نے لکھا ”نشہ نہیں شراب ہیں۔ اور اس کے بعد ہی والے خط میں ”خمارِ شبانہ“ کا تذکرہ موجود تھا۔ یہ کیوں کر؟ اور میری ذرا سی بات کی ایسی سنجیدہ گرفت کہ معذرت ممکن نہ ہو دوست! قلب کی وسعت، اس کی گرمی کے برابر ہی ضروری ہوا کرتی ہے۔

اویس پاس بیٹھا اپنی موٹر کی فرمائش دوہرا رہا ہے۔

آؤ اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دو ساتھی، جس طرح بن پڑے جلد ملنے کی شکل نکالو۔

تمھاری صفو

بھوپال
۱۱ ستمبر ۵۱ء

آج صبح تمھارا خط مل گیا شکر ہے کہ تم اچھی طرح ہو۔

جوش صاحب کی صحبت تمھیں میسر آہی جاتی ہے تم نے پیشتر سے لکھا ہوتا تو میں ان لوگوں کو ضرور ازوا لیتی۔ سو دو سو روپیہ تو بزمِ ادب اس سلسلے میں برداشت کر سکتی تھی خیر۔

پلاسٹک والے کپڑے ایسی کیا عجلت تھی اب تک تو وہ پہلے ہی والے کپڑے سل نہیں سکے ہیں، پرائی محتاجی بڑی چیز ہے۔ خود تو سی نہیں

سکتی۔ شکر ہے کہ سوشل کلچر والوں سے تمھاری بات پٹ گئی
تم خلیل صاحب کا قرضہ چکا کر سو ڈیڑھ سو انھیں کے پاس ڈال
دو تا کہ گرے پڑے وقت میں پیسہ کام آجائے۔ مجھے ظلمتان سے
بقیہ رقم پانے پر پیسے بھیجنا، شاہین کلچر سے تو پیسے وصول ہونے کی
مجھے ذاتی طور پر کوئی امید نہیں ہے۔ آگے حالات پر ہے۔
اکتوبر میں سولہ سے چھٹیاں ہونا طے پائی ہیں۔ پانچ نومبر کو پھر
کالج کھلے گا۔ میں بمبئی شوق سے آؤں گی "وہ بھی تری طرف سے
تری التجا کے بعد" لیکن یہ مری نارسائی طبع جو ہے اس کا کوئی
مناسب حل تم کو سوچنا ہوگا۔
اور کیا لکھوں سوا اس کے کہ زندگی سونی ہے۔ ہزاروں دعائیں۔

تمھاری اپنی

صفیہ

بھوپال

۱۴ ستمبر ۱۹۵۱ء

اختر میرے!

آج کئی دن سے پھر میں نے تم کو خط نہیں لکھا۔ تمھاری تاکیدوں
کے باوجود، مجھے اپنی کوتاہ قلمی پر خود کوفت ہوتی ہے۔ لیکن یہ جانو کہ خواہش
اور ارادے کے بعد بھی اکثر ہمت نہیں پیدا ہوتی۔ جتنی دیر خط نہیں لکھتی
تمھیں پہلے سے کہیں زیادہ یاد کرتی ہوں۔
کل بقرعید تھی۔ بچوں کو کپڑے پہنا کر ڈاکٹر سلطان صاحب کے
ہمراہ مسجد بھیج دیا تھا۔ میں نے کل کا پورا دن پلنگ پر لیٹ کر کاٹ دیا

پوری دوپہر بچوں سے چھپ کر آنسو بہاتی رہی۔

جادو اور اویس تمھاری ایک ایک ادا یاد کر کے خوش ہوتے رہتے ہیں موٹی کی خبر سنکر اویس پھولے نہ سمائے اور جادو کی VANITY کو اس درجہ صدمہ پہنچا کہ فوراً اردو پر آ پڑے، مصرعہ بازی بھی جاری رہتی ہے پرسوں رات اویس بستر پر ادھم کر رہا تھا اور کسی طرح نہ سوتا تھا میں نے عاجز ہو کر تخت پر بیٹھے بیٹھے کہا "سو جاؤ میرے پیارے" اور جادو صاحب مسہری پر لیٹے ہوئے تھے وہاں سے برجستہ بولے "کیا ٹھاٹھ ہیں تمھارے" جادو اگر شاعری کے چکر میں پڑ گیا جس کا پورا امکان ہے تو پھر جان لو کہ اپنی سات پشتیں نہ پنپ سکیں گی سوا اس کے کہ سرخ انقلاب ہی تباہی سے بچالے۔

اور یہاں کے حالات مجھے کچھ بھی نہیں معلوم ہو پاتے، صبح و شام ہی نہ ہوئی "والی کیفیت طاری رہتی ہے، کل گروجی اور شہاب عید مبارک کہنے آئے تھے، اے۔ این۔ گپتا آج کل اسپتال میں پڑے ہیں، ان کی ٹانگ کا فریکچر FRACTURE ہو گیا ہے۔

تم نے شاعری سے ایسا سوتیلا رشتہ کیوں پیدا کر لیا ہے، کچھ تو کہو انجمن کی میٹنگ میں مستقل شرکت کرتے ہو یا نہیں؟ احسان کی بزنس کیسی چل رہی ہے اویس کی ختنہ اب اور زیادہ ترقی کر گئی ہوگی دونوں کو میری دعا کہنا، خلیل صاحب کو آداب۔

آج اگر سکت رہ گئی تو ظ انصاری کو بھی خط لکھ ڈالوں گی اچھا ہزاروں دعاؤں کے ساتھ

تمھاری اپنی

صفیہ

بھوپال
۱۷ ستمبر ۱۹۵۱ء

اختر میرے۔

خط ملا تمھارا پرسوں۔ پلاسٹک کا پارسل بھی پہنچ گیا۔ رنگ بہت حسین ہے اس کا لیکن مجھے یہی خیال ہوتا ہے کہ یہ جلد جاتا ہوگا ورنہ اویس اور جادو کی بش شرٹیں بن سکتی تھیں۔ میں نے بطور تلافی مافات کل شام بمبئی سے پچھلے خریدے ہوئے کپڑوں کی قطع و برید کی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ تم بن زندگی میں کوئی ارمان باقی نہیں رہتا۔

جادو اویس مست ہیں۔ جادو صاحب کل شام اپنی انگریزی کے کورس کی کتاب لائے اور بولے "امی کمال ہو گیا کورس کی کتاب اور اس میں ایسے ایسے میٹھے میٹھے گیت کہ آپ حیران ہو جائیں اور وہ میٹھے میٹھے گیت کیا تھے۔

MARCH MARCH MARCH

WE MARCH BY THE MARCH

اس پر گھنٹوں رٹ ہوتا رہا۔ اور ناچ گانے کے بعد پھر وہی روزانہ کے مشغلے شروع ہو گئے۔

میری طبیعت ایک دو دن سے بحال ہے۔ خود بخود یہ اُبھار اور گراؤ کے دور آتے رہتے ہیں اور یہاں کے حالات ہی کیا۔ موسم خنک ہے۔ رات کو رضائی اوڑھ کر کمرے میں سونا ہوتا ہے ممانی بچاری میری خدمت میں جان لگائے رہتی ہیں۔ تمھارے پاجاموں کے لئے لٹھا حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ چنانچہ آج

کلائنٹ کنزرڈ ولنگ آفیسر کو ٹیلیفون کردوں گی، گزشتہ بار جب شملہ گئی تھی تو بیگم رشید الظفر سے پتہ چلا تھا کہ وہ بچیوں کی تعلیم کے سلسلے میں بہت فکر مند رہتی ہیں۔ میں نے کہا تھا کہ میں ہفتہ میں ایک بار انھیں مشورہ دینے کے لئے آسکتی ہوں، سوچتی ہوں جب کالج میں صرف ایک پیریڈ پڑھانا ہوا کرے تو چلی جایا کروں۔

تم پیسوں کی تنگی نہ اٹھانا۔ مجھے بھیجنے کی ایسی عجلت نہیں اور کیا لکھوں دوست! تین مہینے ہو رہے ہیں تم سے بچھڑے ہوئے نہ معلوم تم پر اور مجھ پر کیا کیا بیت گیا اس عرصہ میں اب کب آن ملوگے؟

تمھاری اپنی صفو

بھوپال

۲۰ ستمبر ۵۱ء

حفظ ملا شکر ہے کہ تم اچھی طرح ہو، یہاں کے حالات پوری وضع داری کے ساتھ چل رہے ہیں، میری طبیعت کا وہی رنگ ہے مستقل علاج پر یہ عالم ہے، اب تو یہ جی چاہتا ہے کہ کسی حکیم کا نسخہ پی کر دیکھوں یا پھر تم بہادر انگلستان سے واپس آگئے ہو تو ان سے مشورہ کیا جائے تم نے تعطیل میں بمبئی آنے کے بارے میں لکھا ہے تو میں پہلے بھی لکھ چکی ہوں کہ میری خود کی عین خوشی یہی ہوگی، لیکن چند باتیں ضرور غور طلب ہیں۔ پہلی بات میری صحت کی ہے ان میں دن کی چھٹیوں میں کچھ نہ کچھ کوشش اس کے لئے ضروری ہے کہ میں اچھی طرح کالج کا کام چلانے کے قابل بن جاؤں دوسری بات پیسے کی ہے۔ بمبئی آنے اور رہنے کے سلسلے

میں یقیناً پانچ سو کا صرفہ کہیں گیا نہیں ہے۔ تمہیں اس وقت تک پیسے مل بھی گئے تو اب حالات اتنے UNDERATION ہو گئے ہیں کہ انھیں دریا دلی سے پھینک نہیں چاہیے، پھر قیام کا مسئلہ میں جانتی ہوں کہ تمہیں اکتوبر میں فراغت نہ مل سکے گی ورنہ تم بخوشی لکھنؤ آجاتے۔ بہرحال اس سلسلے میں میرے ذہن میں جو دشواریاں آئی ہیں وہ میں نے تمہیں مختصراً لکھدی ہیں، اب تم جیسا بھی چاہوگے میں ویسا ہی کروں گی۔

مجھے اب کالج جانا ہے تانگہ آنا ہی والا ہوگا۔ یہ خط کالج کے پھاٹک پر لگے ہوئے لیٹر بکس میں خود ہی ڈالوں گی۔ پھر نہ معلوم کس طرح اڑتا ہوا تم تک پہنچ جائے گا اور مجھے تم سے ملا دے گا اور یوں تو تم کتنی ہی بار میرے پاس ہوتے ہو۔ اپنی گرمی اور گھلاوٹ سمیت۔

آؤ مجھے اس طرح چمٹا لو کہ میرے سر کا بوجھ ہلکا ہو جائے۔

تمہاری اپنی صفو

بھوپال

۲۲ ستمبر ۵۱ء

اختر میرے!

میں پرسوں بھی تم کو لکھ چکی ہوں، دراصل میں اپنی اس بیماری سے پریشان ہو گئی ہوں۔ ویسے تو ہاتھ پیروں کی معذوری یا جسم کا درد اس درجہ نہیں کہ میں یہ کہوں کہ مجھے تکلیف بہت ہے، لیکن پھر بھی کام کرنا مشکل بن جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ کالج کی زندگی میں

تندرستی اور FITNESS ضروری ہے۔ یہ ایک ڈیڑھ مہینہ تو ممانی کی تیمارداریوں کے سہارے کٹ گیا۔ اب بیس دن کی چھٹیوں میں دوبارہ ایک کوشش ہونی چاہئے کہ طبیعت راہِ راست پر آجائے۔ تم خود کو زیادہ فکرمند نہ کرو۔ اس سے نتیجہ بھی کیا نکل سکتا ہے سوا اس کے خدانخواستہ تمھاری تندرستی بھی گرے اور میں بالکل ہی بے سہارا محسوس کروں۔

تم نے جوش صاحب کے بارے میں لکھا تھا کہ وہ بمبئی رک گئے ہیں ملازمت سے چھٹی پر ہوں گے۔ اگر پندرہ اکتوبر سے قبل ان کی واپسی کا پروگرام ہو تو ان سے طے کرو کہ وہ مع اپنی بیگم صاحبہ ایک دن کے لئے بھوپال اتر جائیں اور میرے مہمان ہو جائیں۔ بزم کی طرف سے سو ڈیڑھ سو روپیہ انھیں پیش کر دیے جائیں گے۔ میرے بچے ان کے دوبارہ دیدار کے حد درجہ مشتاق ہیں۔ اگر وہ رضامندی دکھائیں تو پھر میں بھی انھیں خط لکھوں۔

ہاں رفیق نے بہت پریشان کر رکھا ہے۔ ۹ اگست کو انھیں چیک بھجوا دیا ہے، اس دوران میں انھوں نے اپنا ٹھکانہ بدل دیا چنانچہ چیک لوٹ کر آگیا۔ جو خط حال میں آیا ہے اس میں انھوں نے اپنا تازہ پتہ لکھنے کی زحمت نہیں کی ہے۔ اب تم ان کا پتہ بھجوا دو تاکہ میں انھیں چیک بھجوا دوں۔

خلیل صاحب کو میرا سلام کہو۔ بچے تم کو صبح و شام یاد کرتے ہیں اور میں؟ میں تو تمھیں نہ پا کر کیسی اداس رہتی ہوں یہ تم اگر چھپ کر ہی دیکھ سکو تو جان سکتے ہو۔ اچھا پیار لو۔

تمھاری صفو

بھوپال
۲۶ ستمبر ۱۹۵۱ء

اختر م!

بہت سے پیار، تمھارا خط ملا۔ میں خود تمھیں خط لکھنے کی نیت کر رہی تھی، لیکن اس طرف گھر پر خاصی گہما گہمی رہی۔ ممانی کے کچھ عزیز آشٹہ سے آ گئے تھے۔ میری زندگی غم دوست میں گزر رہی ہے البتہ بچوں کی معصوم مسرتیں اکثر مجھے بہلا لیتی ہیں۔ سو جادو کا دیا تمھارا سا حال ہے کہ کچھ دیر مست ہو کر خوش رہنا تو بقیہ وقت BOOM رہی کر لینا۔ ادھر دو تین دن سے اس کی آنکھیں آشوب کر آئی ہیں، چنانچہ اسکول بھی جانا بند ہے۔

ہاں پیسوں کے لئے فکر مند نہ ہو۔ میرے پاس مہینہ پورا کرنے کے پیسے ہیں پھر دو چار دن بعد تنخواہ مل ہی جائے گی۔ تم جانتے ہو کہ میں جتنی چادر ہو اتنے ہی پیر پھیلانے کی عادی ہوں مجھے قرض لینے یا آمدنی سے باہر خرچ کرنے کی عادت ہی نہیں ہے۔ لہٰذا دن کٹتے رہتے ہیں، البتہ تم ان کمینیوں سے پیسے کی وصولیابی میں ڈھیل مت ڈالنا ورنہ وہی شاہین بکچرز والا معاملہ ہوگا۔

چھٹیوں کے بارے میں پروگرام لکھو۔ جوش صاحب سے ملے؟ اور بس یہی کہ خط لکھتے رہو، میں کالج سے اسی توقع سمیت لوٹتی ہوں کہ تمھارا خط مل جائے گا۔ آؤ پیار کریں، ہم ایک دوسرے کو۔

تمھاری اپنی

صفیہ

بھوپال
یکم اکتوبر ۱۹۵۱ء
اختر اپنے بہت سے پیار

خط ملا۔ کتابوں کا پارسل بھی ملا "نقوشِ زنداں" پوری دوپہر پڑھتی رہی "جو پڑھتا ہے" اسی کی داستان معلوم ہوتی ہے" کا معترف ہونا پڑا، کم سے کم مجھے۔

پرسوں رات کالج میں ایک بوگس قسم کا مشاعرہ تھا۔ اختر سعید اور تاج وغیرہ بھی آئے تھے، جادو اور ادیس کو بھی ساتھ لے گئی تھی، جادو نے اختر سعید کو دیکھا تو مجمع کو چیرتا پھاڑتا ہوا ان کے پاس جا پہنچا۔ میں تو ان لوگوں سے نہیں ملی۔ البتہ قمر جمالی ملے تھے، بھوپال کی رجعت پرستی کا رونا شروع کرنے ہی والے تھے کہ میں نے سلسلۂ کلام ختم کر دیا۔ ان لوگوں کو دیکھ کر مجھے گزرے دن کی یاد ضرور آ گئی جب میں اپنے کو زندہ کہہ سکتی تھی زندہ تو اب بھی ہوں لیکن "اب وہ رعنائی خیال کہاں" ہاں تمہیں پا کر آج بھی میں اپنی ہر کھوئی ہوئی شئے پا لیتی ہوں۔

اختر! میں تو شاید تڑپنے ہی کے لئے تم سے منسوب ہوئی تھی لیکن تمہاری زندگی کون سی آسودہ ہے؟ مجھ سے زیادہ ہی تشنہ تم نے مجھے ایسے پیارے بچوں سے بھر پُر دیا اور خود بھر تنہا ہی ہو یہ سب آخر کب تک؟

تم خفا مت ہونا اختر! اگر میں سوچتی ہوں کہ تم لکھنؤ آ سکو تو پھر میں اسی طرف کا رخ کر دوں۔ وہاں مجھے علاج کے سلسلہ میں اطمینان رہے گا۔ اور تم بھی ہفتہ عشرہ آرام سے گزار لوگے

زیادہ پیار۔

تمھاری اپنی صفو

بھوپال
۱۰/ اکتوبر ۵۱ء

اختر عزیز میری جان!

میں نے ادھر تمھیں خط ہی نہیں لکھا، صرف اس لئے کہ میرے درد کی تکلیف بہت بڑھ گئی تھی، تم مجھ سے ناراض تو نہیں اختر؟ تمھاری خیریت سُنے ہوئے بھی دن گزر گئے، خدا کرے تم تندرست ہو، آنکھ اوٹ پہاڑ اوٹ والی بات ہے۔

آج کل کالج بند ہے پانچ دن بندرہ کر پندرہ سولہ کو پھر کھلے گا اور سترہ سے پانچ نومبر تک پھر چھٹی رہے گی، تم نے اب تک ان چھٹیوں کی بابت کوئی مختتم فیصلہ نہیں لکھا، میری خواہش یہی ہے کہ بچوں کو لیکر لکھنؤ روانہ ہوں، اور تم موقع نکال کر دس بارہ دن کے لئے میرے پاس وہیں آجاؤ وہاں ڈاکٹر ٹی بہادر کو بھی دکھا دوں گی اور ڈاکٹر عبدالحمید سے دوبارہ مشورہ کروں گی، میری موجودہ حالت ایسی نہیں کہ زیادہ عرصہ کالج کے فرائض کی انجام دہی کی متحمل ہو سکوں آخر تھوڑی کوشش تو جاری رکھنی چاہیے، شکست ماننے کو ابھی سے جی نہیں چاہتا خاص طور پر تمھارے اور تمھارے بچوں کے خیال سے۔

پیسے میرے پاس واجبی رہ گئے ہیں، یا کچھ پیسے مجھے بھیج سکو تو میں قرض لینے سے بچ جاؤں گی، بہرحال اپنی خیریت لکھو اور حالات بھی، ہر لمحہ یہی سوچتی رہتی ہوں کہ خدا جانے یہ وقت تمھارا کیسا کٹ رہا ہے؟

تم میری یاد سے غافل تو نہیں دوست!
مجھے چند سطریں لکھ کر پریشانی سے نجات دلاؤ، ہزاروں پیار۔
تمھاری اپنی صفیہ

بھوپال
۱۳/اکتوبر ۱۹۵۱ء

میرے اپنے اختر!
ہزاروں پیار، خط تمھارا ملا، شکر ہے بخیریت ہو۔ تمھاری خاموشی پر نہ جانے کیا کیا وہم آنے لگتے ہیں۔ تم نے مجھے لکھنؤ جانے کی اجازت دیدی مصلحتوں کا تقاضا بھی یہی تھا تم اس سلسلہ میں پیسے کی کمی کا احساس پیدا مت کرو ساتھی! اس وقت اگر میری تندرستی مجھے پریشان نہ کر رہی ہوتی تو بچوں کو چھوڑ کر تنہا تمھارے پاس پہنچ جاتی اور سب کچھ بھول کر یہ دن تمھارے بازو کی گرمی میں گزار دیتی مگر مسئلہ تو اس منحوس بیماری سے نجات پانے کا ہے۔ میں لکھنؤ پہنچتے ہی ڈ بہادر سے ملوں گی، عبدالحمید سے دوبارہ مشورہ کروں گی اور پوری کوشش کروں گی کہ ایک بار پھر تمھاری خدمت کے قابل ہو جاؤں۔

تم اس عرصہ میں لکھنؤ ضرور آؤ اختر! تم نے میری اکثر خواہشیں اس خوبصورتی سے پوری کی ہیں کہ ان کا لطف کبھی بھول نہیں سکتی۔ اس مرتبہ بھی میری ترستی، سسکتی زندگی میں یکبارگی چمک پیدا کر جاؤ، تمھیں بھی اتنی مسلسل جد و جہد کے بعد تھوڑا سا سکون مل سکے گا۔ گھو کی زندگی کا خرابی کچھ اور ہوتا ہے ایک دس دن کے لیے بمبئی سے چلے آنے میں ایسا بہت نقصان نہ ہو جائیگا

اختر! تم نہ آؤ گے تو مجھے ہر لمحہ ایک جرم کا احساس پریشان رکھے گا اور میں کھوئی کھوئی سی اداس اداس سی رہوں گی۔ ایسی حالت میں کیا دوا اثر کر سکتی ہے اور کیا مجھے صحت نصیب ہو سکتی ہے۔

ہاں اور سنو، کل یہاں دن دوپہر باورچی خانے کے سامنے سانپ نکلا۔ چھپکلی کو پکڑے ہوئے خود تو مارنے کی ہمت نہ ہوئی کھا گی کھاگی بچے گئے اور منو جا کے بھائی کو بلا کر لائی شکر ہے کہ مارا گیا ادلیں غریب بال بال بچ گیا۔

عثمان کبھی کبھی بچوں کے پاس آتا ہے۔ آج صبح آکر جادو اور ادلیں کو محرم دکھانے لے گیا تھا۔

کالج پیر کو کھلے گا اور منگل کو پھر بند ہو گا۔ منگل کی شام کو جانا چاہتی ہوں دیکھو اپنے ہاتھ پیر اس درجہ نکمے ہو چکے ہیں کہ خود پر اعتماد باقی نہیں ہے بہرحال ضرورت ہوئی تو ڈاکٹر صاحب کے یہاں سے کسی کو تھانسی تک لیتی جاؤں گی تم فکر مت کرنا۔

ہاں تم نے پیسے بھیجنے کو لکھا ہے، میرا کام سو روپیوں میں آسانی سے چل جائے گا۔ خدا کرے تم سو ہی بھیجو ورنہ تمھیں تنگی اٹھانا پڑے گی اور پھر سوال تمھارے آنے کا بھی ہے۔

اختر! تمھیں جادو کو دیکھے پورا سال ہو جائے گا وہ تمھارے لئے تڑپتا ہے تم آ ہی جاؤ۔

تمھاری منتظر
تمھاری اپنی صفو

بھوپال

۱۸/اکتوبر ۱۹۵۶ء

اختر میرے!

تمھارا خط ملا اور تار بھی۔

میرے لئے بمبئی تمھارے پاس آنے سے بڑی خوشی اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی، لیکن حالات پر نظر کرتے ہوئے میں نے پچھلے خط میں لکھ دیا تھا کہ مجھے لکھنؤ جانا چاہیئے۔ چنانچہ حمانی کو آٹھ روانہ کر دیا اور اب یہاں میں ہوں اور بچے ظاہر ہے اگر میں دونوں بچوں کو لے کر بغیر ملازم کے تمھارے پاس پہنچ جاؤں تو ہم میں سے کسی کو سکون میسر نہ آئے گا۔ میں نے میرٹن کو راضی کرنا چاہا کہ وہ چند ہی کو ساتھ کر دیں لیکن وہ کسی طرح تیار نہ ہوئیں۔ اپنی بے بسی اور تنہائی پر آنسو بہا کر لکھنؤ ہی کی جانب رخ کر رہی ہوں گو کہ اب دل تو یہی چاہتا ہے کہ کہیں نہ جاؤں۔

تم نے پہلی تجویز لکھنؤ جا کر وہاں سے آنے کی لکھی ہے تو اختر چار ماہ ہو گئے تمھیں مجھ سے چھوٹے ہوئے اس لئے تم کو میری طبیعت کا اندازہ نہیں ہے۔ میں ہر خط میں کچھ نہ کچھ اپنی تندرستی کے بارے میں تمھیں لکھتی رہی ہوں، پر اختر تم میری حالت کو سمجھ نہیں سکتے مجھے اٹھ کر بیٹھنے اور بیٹھ کر اٹھنے میں بھی تکلیف ہوتی ہے۔ یہ میرا عزم اور میرا حوصلہ ہے کہ میں سارا جنجال گھسیٹ رہی ہوں آج تمھارے حالات سازگار ہوتے تو یقیناً سارے دھندے چھوڑ کر بھوپال کو خیر باد کہتی اور تمھارے پاس آن پڑتی، لیکن جب سوچتی ہوں تو یہی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جب تک بس چلے اس جدوجہد کو جاری رکھوں

اس کیفیت کے ساتھ میرے لئے دوہرا سفر کرنا ناممکن ہے دوسرا برابر کا اہم مسئلہ اس سلسلہ میں اویس کا پیدا ہوتا ہے۔ وہ بغیر میرے لکھنؤ نہیں ٹک سکتا۔ چنانچہ یہ سوچنا ہی غلط ہے کہ میں لکھنؤ پہنچنے کے بعد بمبئی آسکتی ہوں تمھارا پہلا خط نہ آیا ہوتا تو میں ممانی کو ساتھ کھینچ لاتی۔ لیکن ان کے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد میرے لئے کوئی تدبیر باقی نہیں رہ گئی ہے، سوا اس کے کہ اب لکھنؤ روانہ ہو جاؤں۔ بہرحال میری ذہنی اذیت کا اندازہ اگر تم کر سکو گے تو تم مجھے مجرم قرار نہ دو گے تم مجھے آکر دیکھو اور تم افسوس کرو گے آخر کہ مجھے اتنے دنوں میں کیا ہو گیا ہے تم جس طرح بن پڑے لکھنؤ آجاؤ۔

بہرحال آخر میری محرومی ہے کہ اس وقت تمھارے تار کے بلاوے پر بھی میں تم تک نہیں پہنچ پا رہی ہوں۔ تم حالات کو صحیح روشنی میں دیکھنا اور میرے نہ پہنچ سکنے پر غم یا غصہ ست کرنا میرا تم تک نہ پہنچ سکنا میرے لئے کچھ کم اندوہناک نہیں، مگر آخر کیا کروں؟

میرے ترسے ہوئے پیار قبول کرو ساتھی!

تمھاری صفو

لکھنؤ

۲۴ر اکتوبر ۱۵۱ء

میرے اپنے ہی اختر!

ہزاروں پیار! جس دن سے لکھنؤ پہنچی ہوں تمھارے انتظار میں گھڑیاں گن رہی ہوں، تمھارے خط کے نہ آنے سے بھی دل کو یقین سا ہو چلا تھا کہ تم ضرور آنے کی کوشش کر رہے ہو اور اسی لئے میں بھی خط لکھنے

میں تساہل برتتی رہی کہ اب تو کبھی نہ کبھی شام آ ہی جاؤ گے۔ حد ہے کہ مغرب کے وقت سے میری اداسی اور افسردگی کم ہونی شروع ہو جاتی تھی کہ اب تو آٹھ بجے تک تم آ ہی رہے ہو۔

آج تمھارا منی آرڈر پہنچا۔ جس کے پہنچنے سے میری امیدیں پست ہو گئیں۔ اب وہ لذت بھی زندگی میں نہ رہی جو انتظار سے پیدا تھی۔ سوا اس کے کہ خاموش بھی ہوئی اور نیم مردہ زندگی بسر کرتی رہوں۔ اگر مجھ میں سکت ہوتی تو میں خود اڑ کر تم تک پہنچ جاتی۔ لیکن یہاں تو اٹھنا بیٹھنا بھی دشوار ہے۔

ڈاکٹر ٹی بہادر کو دکھا دیا ہے۔ ان کی تشخیص میں بھی میری بیماری کا سبب NORVUS SHOCKS ہیں۔ اپنا دکھ درد اپنے ہی تک رکھنا میرا شیوہ رہا ہے۔ میں نے جو کچھ کہا ہے تم ہی سے کہا ہے اور تمھیں بھی اکثر بچانے کی خواہش میں میں نے سب کچھ خود ہی جھیل لیا ہے آخر میں نے اپنے پیار سے تمھیں جیتا ہے۔ تم بھی مجھے ایک بار زندہ کر دو۔ تم آ جاؤ تو شاید میرا علاج کارگر ہو جائے۔ تم نہیں آ رہے اور خط بھی نہیں لکھ رہے۔ میں چپ رہتی ہوں اور ہر لمحہ BROOD کرتی ہوں نہ جانے انجام کیا ہو گا؟ بچے الگ صبح و شام تمھاری آمد کے متعلق مجھ سے پوچھتے رہتے ہیں۔ تم آ جاؤ مجھے میری زندگی واپس مل جائے گی۔

تمھاری اپنی

صفیہ

❖

لکھنؤ
۲۶ر اکتوبر ۱۹۵۱ء

اختر جان عزیز!

آج کی ڈاک سے بھی تمھارا کوئی خط نہیں آیا، نہ جانے دل کتنی بری طرح مسوستا ہے۔ خدا کرے تم اچھے ہو۔

میں ڈاکٹر بی بہادر کی دوا پی رہی ہوں اور ان کی ہدایت کے مطابق مالش کا سلسلہ بھی جاری ہے، بس تیل میں تر رہتی ہوں لیکن کھال کے کسی قسم کا فرق نہیں آتا، پورا جسم دن بدن سخت ہوتا جا رہا ہے SELFERA DERMIS کہتے ہیں اس بیماری کو نیز۔

میرا دل رہ رہ کے یہی کہتا ہے کہ تم میرے بمبئی نہ آنے سے ناراض ہو لیکن اختر کبھی میں نے تمھارے لئے کوئی کمی کی ہے جو آج ایسا ممکن ہوتا؟ میری مجبوری اور بے بسی کا یقین کرو اور اس اعتماد کو نہ مٹاؤ جو ہمارے آٹھ سال کے ساتھ کی پیداوار ہے، تم مجھ پر اعتماد پیدا کرو دوست، میں تم سے باہر کبھی نہ ہو سکوں گی۔ میرا ہر قدم تمھارے لئے ہی آگے بڑھتا ہے لیکن میرا حوصلہ تمھاری برہمی سے پست ہونے لگتا ہے۔ مجھے کسی طرح اس بیماری کے چکر سے نکال لے جاؤ اختر میں اس کے لئے کسی کی منت کش ہونا نہیں چاہتی، آؤ سب کچھ بھول کر مجھے اپنے سینے سے لگا لو۔

تمھاری
صفیہ

☆

لکھنؤ

۲۷ر اکتوبر ۱۹۵۱ء

اختر عزیز میری جان!

آج مجھے بھوپال چھوڑے ہوئے ہفتہ سے زیادہ ہو گیا اور مجھے تمھاری خیریت نہیں معلوم۔ صبح سے شام تمھارے خط کے انتظار میں ہوتی ہے اور ہر روز مایوس ہونا پڑتا ہے۔

شروع میں مجھے یقین سا تھا کہ تم ضرور آؤ گے پھر تم نہ آسکے تھے تو خط تو آتا۔ تم جانتے ہو میں کن مجبوریوں کے تحت لکھنؤ آ گئی، دونوں بچوں کو لے کر اس بیماری کی حالت میں تنہا بمبئی آنا کیسے مناسب ہوتا پھر میری حالت ایسی نہیں ہے کہ یہاں بچوں کو چھوڑنے کے بعد دوبارہ بمبئی روانہ ہو سکتی۔ تم مجھ پر غصہ کر سکتے ہو، برہم ہو سکتے ہو، مگر ایسی طویل بے تعلقی میری برداشت سے باہر ہے۔ میں جانتی ہوں اختر کہ تم ان گھڑیوں کے انتظار میں تھے جب ہم تم یکجا ہو جاتے۔ تم ہر طرح کی کوشش بھی اس کے لئے کر رہے تھے، لیکن یہ نہ ہو سکا اگر تم درمیان میں اپنا فیصلہ نہ بدل دیتے تو میں کاہے کو بھائی کو روانہ کرتی اور کیوں نہ سیدھی بمبئی ہی آجاتی۔ اب وہ تو گزری بات ہو گئی اختر تم اگر خود ہی آجاتے تو یہ دن کیسے ہلکے پھلکے اور کتنے چین سے گزر جاتے۔

تم نہ آسکے تھے تو مجھے اپنی خیریت کی اطلاع دیتے، اپنا پیار تو مجھے پہنچاتے۔ تمھارے اس طرح سے بے نیاز رہنے سے تو یقیناً میں کل کی مرتی آج مر جاؤں گی۔ کیوں چپ ہو سا تھی؟ کچھ تو کہو؟ تم سے محروم ہو کر میں خود کو پوری دنیا کی نظروں میں گنہگار تصور کرتی ہوں۔

اختر! اب بھی آجاؤ۔ میری طبیعت کا رنگ ٹھیک نہیں ہے میری معذوریاں بڑھتی ہی جارہی ہیں۔ نہ جانے اب تندرستی مجھے مل بھی سکے یا نہیں۔ مجھے اکثر محسوس ایسا ہوتا ہے کہ قبر میں دفن سی ہو گئی ہوں۔

تمھاری اپنی صفو

لکھنؤ

۳۰ر اکتوبر ۱۹۵۱ء

اللہ اختر! تم اتنے کٹھور بھی ہو سکتے ہو؟ آخر کس لیے؟ جانتے ہو کتنی مجبوریوں اور پریشانیوں کا مقابلہ کرکے لکھنؤ آئی اور کتنی توقعات کے ساتھ بھی بہادر کو دکھایا ہے۔ میرے ہاتھ پیروں کی طاقت مجھے واپس نہ ملی تو کیوں کر کھبتو گے مجھے؟

تمھاری اس خاموشی کا نتیجہ کیا ہے؟ مجھے نیند نہیں آتی۔ دل اس طرح دھڑکتا ہے جیسے میں نے چوری کی ہے یا جھوٹ بولا ہے۔ تم اگر مجھ سے خفا ہو گئے تو اسی بات پر کہ بچوں کو لکھنؤ چھوڑ کر تمھارے پاس کیوں نہ پہنچی۔ لیکن سوچو، کبھی میں نے کوئی کسر تمھارے سکون کیلئے اٹھا رکھی ہے؟ اور پھر میری کتنی بڑی تمنا یہ تھی کہ یہ دن تمھارے ساتھ گزار سکوں لیکن تم آکر میرا حال تو دیکھو! تم اندازہ کر سکتے تو کبھی مجھ سے برہم نہ ہو سکتے تھے۔ ڈاکٹر نے مرض بہت پیچیدہ بتایا ہے یہ تو گویا مرض کا آغاز ہے۔ مجھے ایسے میں بے سہارا نہ کرو اختر! تمھاری محبت مجھ میں شکتی پیدا کر سکتی ہے اور زندہ رہنے کی آرزو، مجھے نہ بسراؤ، میں تم کو خوشیاں دے سکوں گی، میں تمھاری راحت کا ذریعہ بن سکوں گی، مجھے اپنے سینے سے لگا کر محفوظ کر لو ساتھی!

اخط لکھو!

تمھاری ہی صفو

لکھنؤ

یکم نومبر ۵۱ء

اختر میرے!

خدا کرے اب تم بہتر ہو۔

تمھارا خط ملا، مجھے کبھی کبھی یہ وہم ضرور ہوا کہ خدانخواستہ بیمار تو نہیں لیکن سچی بات یہی ہے کہ زیادہ خیال تمھاری ناراضگی ہی کا تھا۔ خدا جانے اب تمھاری طبیعت کا کیا رنگ ہے؟ بازار کا کھانا اور ہر طرح کی بے توجہی کا یہی نتیجہ ہو سکتا ہے خدا کرے اب بخار جاتا رہا ہو تم میرے پہنچنے کے بعد ہی آجاؤ، کچھ دن تم کو وہاں آرام تو مل سکے گا۔ خیال ہوتا ہے کہ تمھیں کہیں پیسوں کی تنگی نہ ہو۔ دو سو تو تم نے مجھ کو ہی بھیج دیئے تھے، مجھے بھوپال اس بارے میں فوراً لکھنا میں تمھیں تنخواہ پاتے ہی پیسے بھیج دوں گی۔

تم بیمار ہو کر اور زیادہ حساس ہو جاتے ہو۔ تمھیں آرام و سکون کی ضرورت ہوتی ہے۔ بمبئی میں تمھیں کیا مل سکا ہوگا۔ تم سب کچھ ٹھکرا کر کچھ دن کے لئے بھوپال چلے آؤ۔ اب اپنا ارادہ تبدیل نہ کرنا۔ میں سنیچر کو صبح کی گاڑی سے روانگی طے کر رہی ہوں۔ غالباً عالیہ عسکری کا ساتھ ہو جائے، وہ بھی لکھنؤ آئی ہوئی ہیں۔ رات کو ڈاکٹر سلطان صاحب کے یہاں اتر جاؤں گی۔

کل ڈاکٹر بی بہادر کو بلا کر پھر دکھا دیا تھا۔ میری صورت امید افزا بتاتے ہیں۔ یہ DRIM DISEASE کے وہ ماہر ہیں۔ کہہ رہے تھے کہ میں نے

اپنے پورے تجربے میں صرف بیس مریض اس بیماری کے دیکھے ہوں گے۔ اس مرض کا صرف ہے، محض ذہنی آسودگی اور اچھی غذا مدد کر سکتی ہے۔ جو ممکن مفید دوائیں اس مرض کی ہو سکتی ہیں۔ وہ سب تجویز کی ہیں۔ دسمبر میں دوبارہ آکر دکھانا ضروری بتاتے ہیں۔ دیکھو۔

خط میں کمی نہ کیا کرو، میں احتیاطاً احسان کو بھی خط لکھ رہی ہوں کہ وہ مجھے فوراً تمھاری خیریت سے مطلع کریں تاکہ کبھو بال پہنچنے ہی تمھارا حال تو معلوم ہو جائے۔

میں نے اس عرصہ میں تمھیں خطوں میں جانے کیا کیا لکھ ڈالا ہے۔ میں اپنی بدگمانی پر اختر بہت شرمندہ ہوں لیکن تم اس بات کو خوب جانتے ہو کہ تمھارے خط سے میں زندہ ہو جاتی ہوں اور تمھاری محبت کے برابر ہی مجھے تمھارا خوف بھی ہے۔ تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ میں تم سے کتنا زیادہ ڈرتی ہوں۔ بالکل اتنا ہی جتنا ایک مومن خدا سے ڈرتا ہے۔

اسرار بھائی کشمیر گئے ہیں اور کیا لکھوں

تمھارے پائجامے تین عدد بن گئے ہیں۔ یہ غنیمت ہوا۔

اب تو سفر کے خیال سے وحشت ہے، یہ مرحلہ بھی آسان ہو چکے۔

تمھارا پیارا ہی ہے دوست!

تمھاری صفیہ

لکھنؤ

۵ر نومبر ۵۱ء

اختر میری جان!

اس پورے عرصہ میں ایک تحریر تمھاری ملی جس سے یہی معلوم ہو سکا کہ تم بیمار رہو۔ اب تمھاری دوبارہ خاموشی سے دل کو پورا اندیشہ ہے کہ تمھاری طبیعت اب تک ٹھیک نہیں ہے، کیسے ہو؟ تمھاری خیریت نہ معلوم ہونے سے دل کیسا اداس رہتا ہے یہ تو سوچو۔

تمھیں میری ذات سے کوئی راحت میسر نہیں ہے کیا کروں؟ اگر تمھیں میرے پیار سے کچھ سکون مل سکتا ہے دوست تو سچ جانو کہ میرا وہ پیار بھی جو بچوں کے لئے ہے تمھارا ہی ہے "ہمیں مرکزِ خیال رہا کس کے واسطے" والی بات ہے۔ آج بھوپال روانہ ہو رہی ہوں تم مزید غور و خوض کے بغیر ایک پندرہ دن کے لئے بھوپال آجاؤ بھوپال آتے ہوئے تم دل میں کسی طرح کے اندیشے کو جگہ مت دو میری آغوش تمھیں ہر بلا سے محفوظ رکھے گی۔ اگر ذرا بھی کھٹکا محسوس ہوا جس کا امکان نہیں ہے تو کہیں منتقل ہو جائیں گے۔ زیادہ وقت تو تمھیں میرے پاس گزارنا ہوگا زیادہ کیا سارا وقت۔

تو آخر اب تم آہی جانا۔ اب کہیں ارادہ مت بدل دینا ورنہ مجھ پر وہی اداسی طاری ہو جائے گی جس نے زندگی میں زہر سا گھول دیا ہے۔ تم اچھے ہوگئے ہو ــــ خدا کرے اپنے آنے کی تاریخ مجھے بھوپال کے پتے پر لکھو اور کیسی دل کش بات ہو اگر "نامہ بر راہبر نہ ہو جائے" والی بات اختیار کر سکو۔

میرے بہت ہی میٹھے اور گرم ساتھی، آؤ میں تم میں جذب ہو کر خود کو کھو دوں۔

تمھاری اپنی
صفو

بھوپال
۷ر نومبر ۱۹۵۱ء

جانِ عزیز!
تمھارے خط اور تمھاری خیریت کا ہنوز انتظار ہے۔ کاش تم صحت مند اور خوش و خرم ہو۔ اب تو یہی جی چاہتا ہے کہ لکھنؤ جانے سے توبہ کروں۔ جب کبھی بھی لکھنؤ جاتی ہوں، تمھارے خطوں کو ترسنا پڑتا ہے پھر تمھاری بیماری کے خیال سے بھی جی ڈرسا جاتا ہے۔
اب تم جس طرح ہو جس حال میں ہو بس مستعد ہو کر بھوپال کا ٹکٹ خرید و اور ایک صبح جب میں بستر پر پڑی کسمسا رہی ہوں تم میرے سیہ خانے کو روشن کر دو۔ آخر اب کسی طرح نہ مانوں گی۔ تم کو آنا ہی چاہیئے۔
میرے اور بچوں کے بے شمار پیار لو۔
تمھارے انتظار میں مست
تمھاری صفیہ

بھوپال
۸ر نومبر ۱۹۵۱ء

میرے مالک!
کیوں خاموش ہو؟ تمھارا جی کیسا ہے؟
میرا دم انتظار سے گھٹ چلا ہے۔ ایسی طویل جدائیاں بھی برداشت

کرنی پڑتی ہیں۔ ہر صبح اس توقع میں آنکھ کھلتی ہے کہ شاید تم آہی جاؤ گے پھر دن ویسا ہی اداس اور سپاٹ گزر جاتا ہے اور شام سے یہ دھڑکن شروع ہو جاتی ہے کہ ضرور تمھاری طبیعت ابتک ٹھیک نہیں ہے۔

خط فوراً لکھو اور جس طرح بن پڑے چلے آؤ۔ میں جی اٹھونگی تمھارے بچے جی اٹھیں گے۔ میری زندگی! میری جان۔

میرا پیار لو

تمھاری صفیہ

بھوپال

۶ر دسمبر ۵۱ء

اختر میرے!

خط ملا۔ فلمستان کی روداد سنی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمھارے اس بھوپال کے قیام سے تمھارے حالات میں کوئی فرق نہیں آیا یہ اُن کا سرپھرا پن ہے کہ وہ بنے ہوئے گینئوں کے کھی TIME مد لینے والے ہیں۔

سالم کو اب تک خط نہ لکھ سکی۔ اتوار کا دن تو بس نہ پوچھو کیسی سوگواری میں گزرا سہ پہر کو عالیہ عسکری کے یہاں سے نہایت نفیس چنے کا حلوہ آیا تمھارے لئے اسے پاکر اور بھی چوٹ لگی۔ جادو کی حرارت اب تک قائم ہے دو شب میں ایسی ضرور گزریں کہ ٹمپریچر نارمل رہا۔ اس نے تمھیں ایک خط لکھا تھا جس سے اس کی خیریت تم کو معلوم ہوئی ہوگی۔

کشمیر کے متعلق ہر ممکن معلومات سالم کے ذریعہ ہفتہ عشرہ میں حاصل ہو جائے گی۔ بھوپال پر تو درحقیقت میری نیت خود نہیں جمتی۔ جن خرخشوں سے بچ کر تم بمبئی گئے دوبارہ انھیں میں گھرنا ہوگا۔ گھر اگر بن سکتا ہے تو اسی

طرح کہ یہ پودا جڑ سے اکھاڑ کر کسی اور ہی زمین میں بویا جائے۔

اور کیا لکھوں ساتھی۔ تم سے تمھاری ہی باتیں کر کے کیا مزا آسکتا ہے اور کوئی دوسری بات میرے ذہن میں آتی ہی نہیں۔

جادو اور ادیب تم کو دن رات یاد کرتے ہیں۔ گھر پھر ایک بار سونا ہو گیا اور میری زندگی پھر سراپا ویران ہو گئی۔ بس تمھاری یاد اور تمھارے پیار کو سینے سے لگائے ہوئے ہوں تم میری بیماری اور اپنی پریشانی سے بے حوصلہ مت ہوا اور دل کو کسی طرح چھوٹا مت کرو۔ تمھیں بہت سی معصوم محبتوں کا سایہ حاصل ہے اپنے ارادے سے برابر اطلاع دیتے رہو۔ مجھ سے چھپا کر پیسے کی تکلیف کبھی مت اٹھانا میں تمھارے لئے ہر وقت پیسہ بچا سکتی ہوں۔

اور کیا لکھوں؟ منگل کے دن فاطمہ[۱] بہن آئی تھیں۔ عزت سے انھیں میری بیماری کی خبر معلوم ہوئی تھی۔

اب تم خط جلدی لکھو اور مفصل۔ خلیل صاحب کو بہت بہت آداب کہو۔ اور کہو کہ وہ میرے ساتھ احسان کریں گے اگر تمھارے ساتھ شفقت اور دوستی کا حق ادا کرتے رہے۔

ہزاروں دعائیں اور سرگرمی اور گداز

تمھاری اپنی صفیہ

بھوپال

۱۳ دسمبر ۵۱ء

اچھے اختر!

---

[۱] بیگم فاطمہ زبیر

ہفتہ بھر سے تمہاری تحریر دیکھنے میں نہیں آئی، خدا کرے تم اچھی طرح ہو
گزری رات میں نے خواب دیکھا جیسے مجھے سلاخوں کے پیچھے بند کر کے کوئی زود و کوب
کر رہا ہو، آنکھیں کھلیں تو میں بری طرح رو رہی تھی، تم مجھے خط لکھتے رہو ورنہ
میری پریشانیاں بڑھ جاتی ہیں۔

کل جادو کی فرمائش تھی کہ میلاد شریف کیا جائے، چنانچہ دس
پندرہ روپے ان کی فرمائش پر صرف کر کے یہ گناہ بھی کر ڈالا، آج
کل دن رات وہی تمہاری لائی ہوئی ڈکشنری ہے اور جادو ہے
لکھائی کی مشق ہوتی رہتی ہے اور جملے رٹے جاتے ہیں دراصل کتاب
میں VARIETY بہت ہے۔

اگر تم وہاں کے قیام کو دشوار پا رہے ہو تو بلا تکلف آؤ، پھر یہاں
بیٹھ کر تدبیریں سوچیں گے، خود کو میری خاطر تنومند اور توانا رکھو، تمہارا
گھٹنا میری موت کا باعث بن جائے گا۔

بے شمار پیار، میرے اور میرے بچوں کے۔

تمہاری صفو

بھوپال

۱۴ر دسمبر ۱۹۵۱ء

اخترم!

خط ملا، میں تمھیں کل ہی لکھ چکی ہوں۔

تم خود کو بمبئی کے اس قیام میں اس درجہ پریشان نہ کرو اب جبکہ یہ
بات طے ہے کہ تم کو بمبئی نہیں رہنا ہے تو پھر کسی ذہنی کشمکش کی گنجائش باقی
نہیں رہتی، نہ کسی جذباتی ردعمل کی ضرورت ہے پہلی اور سب سے ضروری بات تو

یہ ہے کہ اگر تمھیں مجھ سے اور بچوں سے کچھ بھی پیار ہے تو یہ "زنجیری" کیا بلا ہے اس کا استعمال قطعی بند کردو۔ اس سے تمھارا دل اور کمزور ہوتا جا رہا ہے اور اعصاب پر اثر پڑ رہا ہے اگر طبیعت میں صحت مندی ہو تو بڑی باتیں بھی چھوٹی اور کم اہم بن جاتی ہیں، خود کو اس طرح تباہ کرنے سے نہ آج تک کوئی مفید نتیجہ نکلا ہے اور نہ نکل سکے گا۔ دوسری بات یہ کہ جب تم بمبئی چھوڑ ہی رہے ہو، مجبوراً یہ دن کاٹنے پڑ رہے ہیں تو اس کے ساتھ مجبوری کا احساس شامل نہ کرو۔ البتہ اب جو تم دوبارہ جنوری میں جانے کا سلسلہ لگا کر دت آؤ۔ اس کا کوئی تک نہیں آتا۔ خواہ ابھی تم کو دو چار دن زیادہ ہی کیوں نہ ٹھیرنا پڑ جائے۔ لیکن آؤ تو بس WIND UP کر کے آؤ۔

"اے دوست کسی روز نہ جانے کے لئے آ"

تیسری بات تو یہ ہے کہ تم زبانی تو نہ کہہ سکو گے راحان کی معرفت نواب صاحب کو رقعہ لکھ کر بھیجو اور DEMAND ایسی زوردار رکھو کہ وہ مجبوراً کچھ نہیں تو پانچ سو تو دیں۔ تمھارے بمبئی چھوڑ دینے پر تو ایک پیسہ بھی وصول ہونا ناممکن ہے۔

یہ سب باتیں اس لئے لکھ رہی ہوں کہ PRECTICAL پہلو انہی باتوں کا متقاضی ہے۔ تمھاری شرافت اور طبیعت کی لطافت بمبئی کی فطرت سے سازگار نہ ہوئی۔ بمبئی رہنا ہے تو تھوڑی سی ڈھٹائی کی ضرورت ہے۔

آتے وقت اپنے دونوں صندوق ساتھ لانا، جو کچھ وہاں چھوڑ آؤ گے وہ پھر ادھر اُدھر ہی ہو جائے گا۔

سب سے زیادہ ضروری بات یہی ہے کہ میری وفاداری، میرے پیار اور میرے بچوں کی قسم ہے جو تم "زنجیری" کا ایک قطرہ بھی پیو اختر۔ مجھ سے یہ تباہی قطعی برداشت نہ ہو سکے گی بہادر بنو اور باحوصلہ" یوں زندگی سے بھاگ کر جینا نہیں ہے زندگی" تم نے ہی تو کہا ہے۔
آؤ ساتھی میری آغوش تمھاری منتظر ہے۔
تمھاری صفیہ

بھوپال
۲۲ر دسمبر ۱۹۵۱ء
میرے اختر!
تمھارے خط ملے۔ ادھر میری طبیعت خراب سی رہی اسی لئے تمھیں خط بھی نہ لکھ سکی۔ اس کے بعد کالج جانے پر معلوم ہوا کہ الیکشن کے سلسلے میں مجھے PRESIDING OFFICER بنایا گیا ہے مردوں کے ساتھ کام کرنا ہوگا۔ بہرحال اس کے لئے دو تین دن پریشان ہونا پڑا اور بمشکل جان بچی اب میرا نام لیڈیز BOOTH کے لئے کر دیا گیا ہے۔ پہلے امکان اس کا تھا کہ باہر جانا پڑے، اب غالباً یہیں کام کرنا ہوگا۔
الیکشن کے اعزاز میں کل یہ اجازت کمشنر صاحب" تعطیلات بھی کٹ گئیں۔ اب کالج صرف ستائیس سے دوسری تک بند رہیگا تم نے لکھنؤ جا کر میرے دوبارہ مشورہ حاصل کرنے کے لئے لکھا ہے تو جی ضرور چاہتا ہے۔ لیکن اختر جھنجھٹ بہت ہے۔ جیسے تیسے یہ دن گزر ہی جائیں گے۔ دوا کا استعمال جاری ہی ہے میں ڈاکٹر بہادر کو اپنا تفصیلی حال لکھ کر ہی مشورہ

لے لوں گی اور سچی بات تو ہے کہ جب تک زندگی کی یہ الجھنیں دور نہ ہوں گی میں لاکھ دوائیں پیوں انجام کچھ نہ ہوگا۔ آج تمھیں اور تمھارے ساتھ مجھے اور میرے بچوں کو سکون میسر ہو، پھر میں بغیر دوا کے ہی اچھی ہو جاؤں گی۔

سالم نے خط کا جواب اب تک نہیں دیا۔ خدا جانے کیا بات ہوئی وہ جواب کے بارے میں عام طور پر بہت ہی مستعد رہا ہے دیکھو تم نے جون تک آنے کو لکھا ہے۔ آج بالمیں ہے۔ نہیں معلوم وہاں کی مصروفتیں تم پر کیسی گزر رہی ہیں۔ میرے خیال سے تو اچھا ہے کہ فلمستان کے معاملے کو انجام تک پہنچا کر آؤ، ورنہ ذہن کی وہی اگلی سی حالت رہے گی اور کسی اور طرف ہاتھ پاؤں نہ چلا سکو گے۔ اگر فلمستان کے معاملات گرم ہوں تو پھر چند دن اور ٹھہر جانا۔

اور کیا لکھوں۔ زندگی کا ایک ایک لمحہ تمھاری یاد اور تمھارے خیال کے لئے وقف ہے۔ نہ جانے کیسی کیسی ترکیبیں ذہن میں تراشتی رہتی ہوں کہ یہ دور گزر سکے اور ہم تم دونوں اپنے سایے میں ان بچوں کو ہنسنے کھیلنے کا موقع دے سکیں۔

اچھا اب تمھارا راستہ دیکھوں یا تمھارے خط کا ساتھی۔

تمھارے پریم کی بھوکی
صفیہ

⁂

بھوپال

۲۷ر دسمبر ۱۹۵۱ء

اختر میرے!

خط ملا۔ اس طرف میرے خط مستقل تمھیں دیر سے مل رہے ہیں مگر کیا کروں کہ آئے دن نئی پریشانیوں کا سامنا ہے۔

ادھر جاوید کے لئے کوٹ کا کپڑا خرید ڈالا کفار، موجا کے ہمراہ کوٹ سلوانے شہر گئے۔ واپسی میں جو تیز بخار چڑھا تو چار دن اسی چکر میں گزرے میں تو سمجھی کہ غلطی RELAPSES ہو گیا ہے۔ ڈاکٹر سلطان صاحب کی مدد شامل حال رہتی ہے بس یوں ہی دن رات گزرتے ہیں۔

تمھارے خط سے پتہ چلا کہ جگر کی تکلیف تمھاری پھر تازہ ہو گئی ہے "رگ وپے میں جب اترے زہر غم تب دیکھیے کیا ہو" والی بات ہے اختر! اس تکلیف کا سبب تو تم کو خود معلوم ہے کھلا ہوا اس زنجیری کا مجھے اسی طرح کے خدشے تھے اس سے۔ اب تم میری التجا کی خاطر اس سلسلے کو بند کردو اور کیلے اور سنترے کا استعمال کرو، یہ مفید ہیں۔

اب کالج چھ دن کے لئے بند ہے دن بھر بچے ہیں، گھر ہے اور میں ہوں پرسوں اختر ہماری شادی کی آٹھویں سالگرہ تھی۔ تم ہوتے تو میں کیا کچھ جشن نہ مناتی لیکن تم آج کے دن بھی مجھ سے دور ہو، ہاں حیدری میں تمھارے آنے کا آسرا ہے۔

کل دن بھر سلائی سے دل بہلاتی رہی گو کہ ہاتھوں سے ٹھیک کام نہیں ہو سکتا پھر بھی ذہن تو مشغول رہتا ہے، پھر تمھارے آنیکا خیال جو ہے

"دل میں ہے خوش سلیقگی بیدار" گاؤ تکیہ کا غلاف، ٹی کوزی کا کور تخت کی چادر سبھی چیزیں ضروری معلوم ہونے لگی ہیں اختر۔ تم یہ دن سکون سے گزار کر اور ظلمستان کے جھگڑوں سے فارغ ہو کر میرے پاس آجاؤ میں تمہیں بہت سا آرام دوں گی۔

ہاں ایک فرمائش جو فی الحال بے موقع ضرور ہے لیکن "دنیا امید پر قائم ہے" کے تحت کر رہی ہوں، آتے ہوئے یاد رکھنا ایک چائے کا سیٹ WHITE METAL کرافورڈ مارکیٹ سے ضرور خریدتے لانا اور آدھا درجن چینی کی پیالیاں اور چمچے، بس ایک پچاس روپے کا صرفہ سمجھو، یہاں سیٹ پائیدار زیادہ ہو اور نفاست زدہ کم، غصہ مت کرنا اختر کہ یہاں تو پیسے پیسے کی دقت ہو رہی ہے اور بیگم صاحبہ اس قدر اونچے سے بول رہی ہیں، دوست یہ بیوی کی جہالت بھری فرمائش نہیں ہے دوستی کی باتیں ہیں تم آتے ہو تو گھر کی فضا جاگ جاتی ہے تمہارے دوست احباب کو بڑے برتنوں میں چائے پلانی بری لگتی ہے خیر۔

جادو اویس نے سن لیا ہے کہ تم آنے کا ارادہ رکھتے ہو بس پھر کیا ہے پھولے نہیں سماتے "ہمارے ابی آنے ہی والے ہیں" "ان کو آنا ہی پڑے گا" "وہ تو آ ہی رہے ہوں گے" دن بھر تمہارے آنے کا اعلان کرتے رہتے ہیں کل جادو کہہ رہا تھا کہ "امی گھبراؤ نہیں اگر ابی نہیں آئیں گے تو میں خود انھیں جا کر لاؤں گا" اس کی ایسی معصوم اور بھولی باتوں سے میرا کلیجہ کٹنے لگتا ہے۔

اپنا حال کیا لکھوں "تیری آمد کا تصور، تیرے خط کا انتظار" اپنے سارے حالات لکھو، اپنی تندرستی کی طرف سے مزید غفلت کی گنجائش نہ سمجھو بہرحال

مزور رکھو اور کھیل میری فرمائش سے کھاؤ۔ اچھا

تمھاری ہی صفو

بھوپال

۳۰ر دسمبر ۱۹۵۱ء

اختری میری جان!

تمھارا صرف ایک خط اس دوران میں ملا اب تو مجھے تمھارے آنے کی آس بندھی ہوئی ہے رگھو کے کانوں میں میرا جی چاہتا ہے کتنی ہی چھوٹی چھوٹی سلائیاں کرتی رہتی ہوں۔ جی چاہتا ہے کہ ہر شے درست ہو اور جب تم آؤ تو تمھیں راحت مل سکے۔

آج شام کو عالیہ عسکری کے یہاں جانے کی نیت کر رہی ہوں کچھ گپ شپ ہوسکے گی یہاں تو تم جانتے ہو کہ ان لوگوں کا محفظ ہے۔

بمبئی کے مفصل حالات لکھو، جگر کی شکایت کا کیا حال ہے انجکشن لگوا ڈالو میں دواؤں کا استعمال کر رہی ہوں۔ مرض ٹھہر گیا ہے اور بہت سی باتوں میں افاقہ بھی ہے۔ تم کب تک آسکو گے روپیوں کے لئے بھی جیسا کچھ ہو لکھو۔

جادو اور ادیس ہر لمحہ تمھارے منتظر ہیں

ہزاروں پیار

تمھاری صفو

بھوپال

۹ر جنوری ۵۲ء

میرے اپنے اختر!

ہزاروں پیار۔

تمھارا خط ملا، ادھر میرا کوئی خط تمھیں نہیں ملا ہوگا، تمھیں اس بات پر غصہ بھی ہوگا۔ لیکن یقین کرو پورا ہفتہ شدید کرب کے عالم میں گزرا، ایکا ایکی میرے کان میں ایسا درد اٹھا کہ تکیہ سے سر اٹھانے کی ہمت نہ تھی اسی حال میں کئی بار الیکشن کی مصروفیت کے سلسلے میں دوڑنا پڑا۔ گو کہ کالج سے چھٹی لے لی تھی شکر ہے اب ڈاکٹر کی دوا سے درد کم ہے ایسے حال میں تمھیں کیا لکھتی ادھر لکھنؤ بھی پورے پندرہ دن سے کوئی خط نہیں لکھا ہے میں نے، وہ سب پریشان ہوں گے۔ بہرحال تم فکرمند نہ ہونا، ہر بات تمھارے ہی سہارے سے آسان ہو جاتی ہے یہ بے خواب راتیں بھی تمھارے تصور ہی میں کٹ جائیں۔

تم نے فلمستان اور نواب صاحب کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے تو بھئی فلمستان والے حصے سے تو مجھے اتفاق ہے البتہ نواب صاحب سے جب تم نے اتنی حد تک نبھایا ہے تو آخیر میں مروت مت توڑو حالانکہ ان کی حد درجہ زیادتی ہے کہ تمھارے تقاضے کو انھوں نے در خورِ اعتنا نہ جانا۔ بہرحال EE اور ال سے کام لو، ان کے گانوں کی تکمیل تمھارے ہی ہاتھوں ہونی چاہئے، ادیس کیا کہتے ہیں اس بارے میں۔

حادو اب ٹھیک ہے اسکول جاتا ہے اور کلاس کلاس نظمیں اور اشعار سناتا پھرتا ہے اب بھی پاس بیٹھا ہوا "وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی" "عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی" "نئی اک لگن سب کے دل میں لگا دی" کی رٹ لگائے ہوئے ہے۔ اسکول کی طرف سے بیس ہزار کی ایک نہایت نفیس بس خریدی گئی ہے اس پر شیخیاں مارتا رہتا ہے سوچتی ہوں ادیس کو بھی بھیجنا شروع

کردوں۔ تم نے اویس کا نام بدلنے کے لئے لکھا ہے، سو نام بھی تمہیں تجویز کرد
میں نے اویس سے کہا کہ اس کا نام اسکول میں سلمان لکھوا دوں تو نہ اس بات
پر اویس راضی ہے نہ حماد۔

حماد کا کوٹ سلوا دیا ہے اب ایک گرم پتلون کی فکر اور باقی رہ گئی ہے
بچوں کے لئے ماسٹر بھی رکھ دیا ہے، شام کو آتے ہیں پڑھانے کو۔

اب خط جلدی لکھو، گولیوں کا استعمال ضرور رکھو۔ انجکشن کے لئے
تم سے نہ کہوں گی۔ ولی کو لکھوں گی، وہی اس بارے میں مدد کر سکتے ہیں۔

اب بچے بہت ستا رہے ہیں اس لئے فی الحال خدا حافظ۔

تمہاری صفو

۱۴ر جنوری ۵۲ء

اختر میرے

تمہارے کئی خط اکھٹے ملے تمہارے جگر کی تکلیف سے اب تو سنجیدہ
قسم کی فکر پیدا ہو رہی ہے، کیا سوچتا ہے؟ آخر، تم شروع میں پرہیز نہیں
کرتے اور بعد میں علاج سے تغافل برتتے ہو۔ انجکشن نہایت ضروری ہیں
میں ساتھ ہوں یا نہیں، اس کا خیال نہ کرو۔ ولی کمرے میں آکر تمہیں
انجکشن لگا جایا کریں گے۔ تم بس ایک بار ولی سے مل لو بلکہ اس کے
ساتھ کسی ڈاکٹر کو بھی دکھا دو۔ تلخ اور مایوس نہ ہو، بیماریاں،
زندگی کے ساتھ ہیں، دیکھو میں ہی سال بھر سے ایسے موذی مرض
سے کشمکش جاری رکھ رہی ہوں۔

اختر! تم پریشانیوں کو ہنس کر ٹالنا سیکھو اس اعتماد پر کہ کوئی تمہارا
شریک بھی ہے اور اگر تم بمبئی میں وقت گزارنا دشوار پا رہے ہو تو بلا تاخیر دو تا مل

وہاں سے چلے آؤ۔ اپنے ذہن و دماغ کا خون نہ کرو اور نہ خود پر کسی طرح شکستگی طاری کرو۔ انقلاب پسندی موت سے رغبت نہیں دلاتی زندگی کا حوصلہ بیدار کرتی ہے، آؤ زندہ رہیں ایک روشن مستقبل کی امیدوں میں سانس لیں!

میری طبیعت جیسی تیسی چل رہی ہے۔ دوا کا بار استعمال کر رہی ہوں، حال میں نے لکھنؤ لکھ کر بھیج دیا ہے۔ ڈاکٹر جی بہادر کے علاج سے مرض ٹھہر گیا ہے، ہاتھوں کی تکلیف بھی کم ہے۔ سلائی وغیرہ بھی کر لیتی ہوں، البتہ ٹانگیں قطعی بیکار ہیں۔

ہاں اختر سعید سنا ہے زوروں پر الیکشن لڑ رہے ہیں۔ شاکر علی خاں کی زیر قیادت، ادھر آصف شاہمیری صاحب نے بمبئی سے ایک نہایت فحش قسم کا پوسٹر ان لوگوں کی مخالفت میں نکلوا بھیجا ہے مجھے تو عالیہ عسکری سے پتہ چلا۔

حامد و اویس تمہاری یاد سے مسرور رہتے ہیں۔ ہم نے انہیں تمہاری طبیعت کے خراب ہونے کا حال نہیں بتایا، خواہ مخواہ انہیں اداس کرنے سے فائدہ۔ یہ فکریں ہم تم ہی مل کر جھیل لے جائیں تو اچھا ہے۔

بمبئی کے قیام میں کوئی مصلحت نہ ہو تو فوراً آنے کا ارادہ کر لو۔

زیادہ پیار

تمہاری اپنی

صفو

بھوپال

۱۸؍جنوری ۵۲ء

اختر میرے!

آج تمھارے خط کا شدید انتظار ہے۔ تمھاری طبیعت ٹھیک نہ ہونے سے فکر زیادہ بڑھی ہوئی ہے۔ خدا کرے اب تم کو کچھ سکون ہو تم اپنی خیریت کی اطلاع میں تاخیر نہ کیا کرو۔ میرے لئے اس حالت میں تمھارے خط ٹانک کا کام کرتے ہیں۔

کل جادو کی سالگرہ تھی۔ میں نے صرف دو گلاب جامن منگا کر ایک جادو کے منہ میں رکھ دی اور دوسری اونیس کے منہ میں اور جادو کو ان کی پیدائش کی تفصیلات سنا کر خوش کر دیا۔ دن بھر امی کس قدر وابستگی اور کتنا قرب ہاں کبھی جادو بھی جوان ہو کر مجھ سے چھوٹ جائے گا اور پھر ہم تم دونوں اپنے بڑھاپے کے دو پہلے دن ایک دوسرے ہی کے سہارے سے گزار سکیں گے۔

گھبراؤ مت ساتھی، بد دل مت ہو، اچھے دن آکر رہیں گے۔

تمھاری چاہنے والی

صفیہ

بھوپال

۲۴؍جنوری ۵۲ء

میرے عزیز اختر!

آج بارہواں دن ہے کہ تمہارا کوئی حال مجھے نہیں معلوم، سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا سوچوں تمہاری طبیعت کی خرابی، پیسے کی تنگی اور ذہنی پراگندگی یہ سب چیزیں اتنی دور سے میرے لئے کتنی اذیت انگیز بن سکتی ہیں، سوچو تو؟ تمہارے خطوں کے بغیر میں یہاں کیوں کر رہوں اور کیسے ان بچوں کی کشتی کو تنہا کھیتی رہوں ان کو تو میں نے آج تک ہر سرد و گرم سے بچائے رکھا ہے تم مجھے بے سہارا نہ کرو میں حد سے زیادہ فکر مند ہوں۔

تمہاری اپنی صفیہ

بھوپال

۲۹/جنوری ۵۲ء

جانِ عزیز!

کیوں بھولے ہوئے ہو مجھے؟ میں تو تمہاری یاد سے خالی نہیں ادھر دو چار دن الکشن کی حد درجہ سرگردانی جھیل کر جو بستر پر پڑی ہوں تو کل سے اٹھنے کے قابل ہوئی ہوں، میری زندگی بے کار ہو کر رہ گئی ہے۔ دسمبر کا مہینہ تکلیفوں کے اعتبار سے ذرا ہلکا گزرا تھا، میری ڈھارس بندھ گئی تھی، جنوری پھر مصیبت ہی رہی اب دیکھو لطف پر ستم یہ کہ ہفتے ہفتے نکل رہے ہیں کہ تم مجھے خط نہیں لکھ رہے۔ میری حالت کا اندازہ کرو، کل پیروں میں پٹیاں کس کر کالج گئی تھی۔ بہ مشکل وقت کاٹ کر واپس آ گئی، آج اور جانا ہے کل نسبت کی چھٹی ہے۔

جاوید اور لیس اچھے ہیں اور خوش، صبح شام تمہارے انتظار میں رہتے ہیں روزانہ ادھورے خط لکھ کر چھوڑ دیتے ہیں۔

تمھاری صحت کا حال بھی تو مجھے نہیں معلوم، درد کیسا ہے؟ گیتوں کی مصروفیت کا کیا حشر ہوا؟ تم فروری کے پہلے ہفتہ میں ضرور آجاؤ کچھ دن تو سکون سے گزر سکیں گے۔

ہاں الیکشن کی نامبارک اطلاعات یہ ہیں کہ نئی راہ[1] کا ایک ایک نمائندہ بری طرح پٹ گیا۔ شاکر علی خان ہار گئے۔ اختر سعید کی ضمانت ضبط ہو گئی، شنکر دیال کا حریف بھی ہارا۔ مسلمانوں میں بس وہی نمائندے آئے ہیں جو کانگریسی ٹکٹ پر کھڑے ہوئے تھے، چنانچہ میمونہ[2] کے منسٹر ہونے کی خبر گرم ہے" آگے آگے دیکھئے ـــــ" بہرحال اپنے دن رات تو ویسے ہی اندھیرے ہیں کہ جیسے تھے۔

آجاؤ دوست، آج کل زندگی کا احساس مٹ سا رہا ہے مجھے مرنے سے بچا لو۔

تمھاری صفیہ

بھوپال
یکم فروری

اختر میرے!
بہت پیارا سا خط ملا، شکر ہے کہ تم بخیر ہو
البتہ یہ "نیچرل کیور" کی ہرگز نہ سنی جائے گی۔ تم ذرا بھی میرا خیال کر سکتے ہو تو ایک قطرے کی بد پرہیزی نا روا سمجھو، ورنہ ظاہر ہے کہ اپنی مرضی کے

---

[1] بھوپال میں ترقی پسند خیالات رکھنے والی پارٹی نئی راہ پارٹی کے نام سے منسوب تھی
[2] بھوپال میں مزدور تحریک کے لیڈر مسز میمونہ سلطان۔

مالک ہو میں بچاری کون ؟

ہاں کل مصداق[1] کا خط آیا تھا کہ وہ بھوپال سے گزر رہی ہیں۔ اگر میں اسٹیشن پر مل سکوں تو اتر جائیں گی، چنانچہ ہزاروں دشواریاں جھیل مقابلہ کر کے صبح اسٹیشن پہنچی۔ ان کی ایک نند بھی موجود تھیں فی الحال وہ شہر ان کے گھر گئی ہیں شام سے میری مہمانی میں آ جائیں گی۔ تم نے میرے خطوں کی خشکی کی شکایت کی ہے "تجھے اے زندگی لاؤں کہاں سے"؟

آخر میرا رنگ روپ تو تمھیں سے ہے۔ جب تم نہیں تو پھر زندگی کا دعویٰ بے سود ہے بہر حال عورت "انتظار" جیتی ہوں اور جیوں گی۔

تمھارے ارادے تلون آشنا ہوتے ہیں۔ آنے کا ارادہ رکھتے رکھتے ڈوری ڈھیلی کر دیتے ہو۔ آخر کوئی بات بکی تو کرو، جس کے سہارے یہ دن کاٹ سکوں۔ کب آؤ گے ٹھیک لکھو۔ تمھاری شاعری سے مجھے پیار ہے مگر اس درجہ نہیں کہ اس کے پیچھے ہم سب کو بھول بیٹھو، بچے تمھارے لئے بری طرح تڑپتے ہیں۔

آؤ میں تمھارے پیاروں کو ترستی ہوں۔

تمھاری صفیہ

بھوپال

۵/ فروری ۵۲ء

جان عزیز!

خط ملا۔ تم میری فکر میں خود کو اس طرح نہ گھلاؤ آخر! تم تو جانتے ہو کہ

---

[1] بیگم صالحہ عابد حسین

مجھ میں عزم اور حوصلہ ہے اور آج بھی میں نے ہتھیار نہیں ڈالے ہیں میں تمھیں اپنے دکھڑے سنا کر کبھی کبھی پریشان کر دیتی ہوں، لیکن کیا کروں دوست مجھ پر جو گزرتی ہے اس کا ذکر تمھارے سوا کسی اور سے ممکن بھی تو نہیں ہے دسمبر میں میری تکلیفیں نمایاں حد تک کم رہیں اب پھر انھوں نے سر اٹھایا ہے جب تک یہ سلسلہ چلے، چلانا ہی ہے، اب تعطیل میں پھر جم کر علاج کی فکر کرنی ہوگی اور طریقہ بھی کیا ہے؟

تم کہتے ہو کہ بمبئی چھوڑ کر آبھی گئے تو بیکار رہ کر بھی گزر مشکل ہو جائے گی لیکن تمھاری طبیعت اور مزاج کو جانتی ہوں تم بے روزگاری کا صدمہ ضرورت سے زیادہ کرتے ہو، پھر تم کیا سوچتے ہو؟

میں تو اتنا ہی جانتی ہوں کہ ان حالات میں تمھیں میرے لئے اور مجھے تمھارے لئے اور ہم دونوں کو مل کر بچوں کے لئے زندہ رہنا ہے۔ ان بچوں کی نظریں ہماری ہی طرف اٹھتی ہیں اور ہم انھیں فریب نہیں دے سکتے۔

تم بارہ فروری تک آجاؤ لیکن ایک ہفتہ کے لئے نہیں کم سے کم دو ہفتوں کے لئے پھر کچھ آئندہ کی بات سوچیں گے۔

مصداق آئی تھی، جاوداس کے گلے پڑ گیا، اپنی نوٹ بک میں اس سے ایک کہانی لکھوا کر ہی چھوڑی اور کہانی کے عنوان پر ایسی بصیرت افروز تنقید یں کیں کہ مصداق دنگ رہ گئی۔

اب تو اویس بھی اسکول جانے لگا ہے، جاود کی قیادت میں، کل جاود نے بتایا کہ اویس تین غلطیاں کرتا ہے جن کا دور ہونا ضروری ہے اور جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ گھنٹی کی آواز کو سمجھ لیتا ہے کہ گھر جانے کی گھنٹی

بچ گئی ہے۔

بچے تمھاری آمد کی خبر سے اس قدر خوش ہیں کہ رات کو نیند آنی مشکل ہوتی ہے انھیں ہر خط جلدی جلدی لکھا کرو۔ مجھے تو جنوری بھر الیکشن اور بیماری دونوں نے خاصا پریشان رکھا۔ سو الیکشن کا نتیجہ تو سامنے آگیا "نئی راہ" کا ایک نمائندہ بھی منتخب نہ ہوا۔ آخر نہ جانے یہ لوگ کچھ کام کرتے بھی ہیں یا نہیں مجھے تو بڑی مایوسی ہوئی۔ بھوپال کے حالات تو بہت سازگار ہیں لیکن دراصل یہاں اچھے ورکروں کی بڑی کمی ہے۔ اب رہی میری بیماری سو اس کا انجام ابھی دیکھنا ہے۔

بمبئی کی انڈسٹریل نمائش کی تعریفیں مصداق سے سنیں، جی چاہنے لگا کہ دو چار دن کے لئے بمبئی آ نکلوں لیکن صحت اور پیسہ دونوں کی اجازت نہیں ہے۔

یہ خط کالج سے لکھ رہی ہوں۔ لڑکیوں کی آمد و رفت سے مسلسل ذہن برہم ہو رہا ہے۔ گھر جا کر لکھتی تو ڈاک بس ڈالنے والا کوئی نہ ہوتا، حامد اور ادریس تو اسکول ہوں گے۔

اچھا ہزاروں پیار۔ آمد کی تاریخ سے اطلاع دو۔

تمھاری صفیہ

بھوپال

۸ر فروری ۵۲ء

جان عزیز!

کئی دن سے تمھارا خط نہیں ملا۔ تم میرا علاج یہ سمجھ کر مجھے برابر خط

لکھتے رہا کرو اختر! مجھے تمھاری تھوڑی سی بات کا سہارا بھی بہت ہوتا ہے
اپنے حالات عزائم اور پروگرام سے جلد کیا فوراً مطلع کرو کب آرہے ہو
مجھے بھروسہ ہے کہ تم ضرور ہی آؤ گے۔

یہاں کے حالات کیا لکھوں جبکہ کوئی بات ہی نہیں ہوتی، زندگی ہیں
کالج کا چکر، بچوں کے ہنگامے، گھر کی مصروفتیں اور بس رہا آنے جانے کا
مسئلہ سو فیض کی نظم[1] آپ بیتی بن کر رہ گئی ہے۔

اختر سعید سے بے وجہ بڑی ہمدردی سی محسوس ہوتی رہتی ہے بچارے
پر وہی عالم گزر گیا کہ دونوں جہان تیری محبت میں ہار کے ۔۔۔
میونسپلٹی کے ڈیڑھ سو ماہوار سے بھی محروم ہوا اور بھوپال میں
رسوائی کے سوا اور کچھ بھی ہاتھ نہ لگا۔ ملاقات تو کیوں ہوگی؟
وہ آنے ہی کیوں لگے، بہرحال مرا احساس اپنی جگہ پر ہے کیا ضروری
ہے کہ اس کا اظہار بھی ہو۔ ادیب کو آج کل اردو پڑھنی سکھا رہی
ہوں بہت بد کتے ہیں۔ رجاود کو تو اپنے عالم فاضل ہونے پر بڑی
طرح ناز ہے اسے ہر وقت کچھ کہتے رہتے ہیں۔

خلیل صاحب کو میرا آداب کہو۔ میں ان کی ہر طرح سے شکر گزار
رہتی ہوں۔ ایسی بے نفس ہستیاں آجکل کم نظر آتی ہیں۔

زیادہ کیا لکھوں، زندگی کی ایک ایک رمق تمھاری یاد سے
آباد اور لبریز ہے آؤ تمھیں پیار کروں۔

تمھاری صفو

---

[1] "تنہائی" فیض احمد فیض کی نظم

بھوپال

۸ر مارچ ۵۲ء

اختر میرے!

آج ساتواں دن ہو گیا تم سے جدا ہوئے، میں نے تم کو خط بھی نہیں لکھا۔ بس اسی دن سے جو متلی کا سلسلہ لے کر پڑی ہوں تو سر اٹھانے کی مہلت نہ تھی، بہر کیف!

اکثر تمھاری یاد بھی غم میں تحلیل ہونے لگتی ہے میں تمھارے سکھ سے اور تم میرے سکھ سے محروم ہو دوست! تمھارے بچے مجھے زندہ رکھ رہے ہیں، ورنہ میرا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔

کل کیمبرج میں نمائش وغیرہ تھی، جادو کو بچوں کے مشاعرہ میں شریک کیا گیا تھا، سکینڈ پرائز ملا ہے، نہ پوچھو کس درجہ نازاں ہے وہ خطوں میں کبھی نہ کرو، میں تو کبھی کبھی اس لئے نہیں لکھتی کہ پریشانی سے تم کو بچا لینا چاہتی ہوں۔ تم اپنے حالات تو لکھتے رہا کرو، تمھارے جاتے ہی گھر پر اداسی مسلط ہو گئی کوئی جھانک کر بھی دیکھنے والا نہیں اور سچ تو یہ ہے کہ "ترا خیال ہے ترا جمال ہے تو ہے" اس کے آگے مجھے کسی اور بات کی فرصت بھی تو نہیں ہے۔ آؤ میرا سر اپنے شانے پر ٹک جانے دو، میرا ہر غم بھول جاتا ہے اس طرح

تمھاری اور صرف تمھاری
صفو

بھوپال

۱۴ر مارچ ۵۲ء

اختر م!

تمھیں گئے ہوئے کتنے دن ہو گئے اور اس عرصہ میں مجھے تمھارا صرف ایک ہی خط ملا۔ تمھاری خیریت اور تمھارے حالات کی طرف سے فکر رہتی ہے گھڑی گھڑی کی خیر منا کر یہ جدائی کا عرصہ کٹتا ہے، تم نے حکیم صاحب سے مشورہ کرنے کو لکھا تھا، ابھی تک اس کی نوبت نہیں آسکی ہے۔

یہاں کی منسٹری کے سلسلہ میں سنا ہے کہ کل آفیشل اعلان ہو گا، شنکر دیال چیف منسٹر ہوئے ہیں، کانتا پرشاد ڈپٹی منسٹر اور طرزی تعلیمات کے محافظ خبر یہی ہے۔

رفیق کا پوسٹ کارڈ آیا ہے اس نے آنے کو لکھا ہے۔ آئے تو اچھا ہی ہے، اس مرتبہ میں بھی کچھ تمھارے ساتھ نہ کر سکی، اب کی تم نے یہ سارا عرصہ اس بری طرح سے بھوپالیوں کے نذر کیا کہ مجھے تو محسوس بھی نہ ہو سکا کہ تم میرے پاس ہو، آخر دن تو سمجھو کہ زبردستی میں نے تمھیں اپنے اور بچوں کے پاس گھیر گھار کر ٹھیرا لیا تھا۔

تمھارے کپڑوں کی طرف سے فکر ہے، ہاتھ پیر تو لکھنؤ ہی جا کر چل سکیں گے، پائجامے کس طرح کے سلواؤ گے؟ اب تمھارا جی کرتوں سے بھی بھر گیا ہے تو کیا پھر قمیصوں ہی کی فکر کی جائے؟ اپنی مصروفیت کے بارے میں لکھو چین والا حصہ نظم کا شروع کیا یا نہیں؟

یہاں جادو اور سلمان کے ہنگامے ہیں اور میری جان ناتوان ہے لکھائی پڑھائی، کھیل، لڑائیاں، مقدمے، فیصلے یہ ہے حکمران کی زندگی کا اور اسی چکر پر میں بھی گھوم رہی ہوں "تمھارا عطیہ تمھاری نشانی" والی بات ہے صبح سے شام تک کوئی ایسی بات نہیں ہوتی جس میں ان کا ذکر نہ آجائے ہاں وہ لال موڑ والی نظم کہہ ڈالو۔ پر ایسی ہو کہ بچے آسانی سے سیکھ سکیں انھیں

ارمان ہیں تمھاری نظم سیکھنے کے۔

جوش صاحب تو اللہ رکھے آج کل پاکستان براج رہے ہیں، ایک خط ان کی واپسی پر انھیں لکھ کر اپریل میں ان کے پاس پہنچنے کی دھمکی تو دے ہی ڈالو، ان چھٹیوں میں کچھ تو ایسے ہاتھ پیر چلاؤ کہ مجھے تمھاری قربت حاصل ہو جائے، ورنہ آئندہ سال یہ گاڑی چلانا میرے لئے قطعی مشکل بن جائیگا اور تمھاری زندگی برباد ہے سو الگ، یہاں دو چار دن رہ کر بھی تمھارا چہرہ بحال ہو گیا تھا، کھانے کی طرف سے اتنی غفلت نہ برتو۔

اور کیا لکھوں دوست؟ میں نے تمھارے اور تمھارے بچوں کے لئے اپنی زندگی میں اب تک عزم پیدا کر رکھا ہے۔ آج مجھے تمھاری ہمدردی اور تمھارے سہارے کی ضرورت ہے تم اپنے میں دگنی طاقت پیدا کر کے میری مدد کو اٹھ کھڑے ہو اختر! آؤ میں تمھارے گلے سے لگ جاؤں۔

تمھاری صفو

بھوپال

۲۰ر مارچ ۵۲ء

میرے اختر!

خط مل گیا میں تمھیں بہت دیر دیر سے لکھ رہی ہوں، پر کیا کروں جی ہی اچھا نہیں ہے، کالج کی ذمہ داریاں بھی ساتھ چل رہی ہیں انٹرمیڈیٹ کے امتحانات میں نگرانی کی ڈیوٹی بھی لگ گئی ہے ادھر ممانی بہت بیمار ہیں اُن کی دیکھ بھال بھی ضروری تھی، شکر ہے کہ اب حالات اچھے ہیں۔ تم خود کو زیادہ متفکر نہ کیا کرو، یہ سب باتیں اگر میں لکھ ڈالتی ہوں تو اسلئے کہ کسی

اور کو تو لکھتی نہیں تم جانتے ہو کہ ہمت اور حوصلہ مجھ میں بہت ہے حالات کا مقابلہ کر لیتی ہوں۔

تم نے پرنسپل کے خط کے بارے میں لکھا تھا آج تک اس کی نوبت نہیں آسکی۔ تمھارے کاموں میں میں نے کبھی اتنی تاخیر نہ کی تھی لیکن تم جانو کہ ؎

وہ بھی دن ہو کہ اس ستمگر سے
ناز کھینچوں بجائے حسرت ناز

کام حلہ زندگی میں آسا گیا ہے۔ کل ہی کہوں گی ان سے۔

کلکتہ جانے کو لکھتے ہو ضرور جاؤ اور واپسی پر میرے پاس ہو تے جاؤ۔ البتہ مجھے فی الحال تم پیسے نہ بھیجو۔ اول تو خلیل صاحب کے پیسے چکا کر تمھارے پاس کیا بہت رہ جائے گا؟ دوسرے کچھ سفر وغیرہ کا بھی قصد ہے پیسے کے سلسلہ میں تم پر سدا سختی کا دور رہتا ہے۔ ایسے کافر شہر میں رہ کر خالی جیب سے گزارا کرنا اور اپنے MORALE کو برقرار رکھنا یہ کوئی ایسی آسان بات تو نہیں ہے۔

نفیس کا اور اماں جان کا خط دوبارہ آیا ہے۔ سنتوشی[1] نے ان لوگوں کو میری بیماری کی خبر سنا دی۔ چنانچہ پریشان ہیں۔ خط لکھوں گی۔

لکھنؤ سے کوئی خط نہیں آیا ہے۔ پریشانی ہے۔ اسرار بھائی[2] گھر بلا لئے گئے ہیں۔ دماغی حالت ٹھیک نہیں ہے ہر طرف سے ذہن پر پریشان کن اثرات ہی مرتب ہوتے ہیں۔ آخر دماغ کو کیوں کر سخت بنایا جائے

---

[1] سنتوشی بھوپالی [2] اسرار الحق مجاز

تم مجھے کیوں کر ملو گے؟ میں کیسے تمھارا ساتھ پا سکوں گی میری
زندگی کا یہ دکھ سوکھا پن کیسے ختم ہوگا کچھ تو بتاؤ اختر! تمھارے
مشاغل اور تمھارے ACHIEVEMENTS کی اطلاع ہی سے مجھ
میں زندگی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ تم زندہ دل اور خوش رہو۔ اس سے
میری زندگی بڑھتی ہے کوئی بات نہیں، آداب صوفیائے کرام کی طرح
عشقِ حقیقی کی منزل طے کرنے کی کوشش کر ڈالی جائے، دوری کا احساس
شاید یوں ہی مٹ سکے دوست،

سلمانہ اور حامد ہر لمحہ تمھاری یاد میں محو رہتے ہیں، پیار کہہ رہے
ہیں تم کو، حامد کہہ رہا ہے کہ میرا انگریزی پیار لکھ دو۔

تمھاری صفو

بھوپال
۲۴ مارچ ۵۲ء

اچھے اختر!

سینکڑوں پیار، خط ملا۔

یہاں کے حالات کیا لکھوں اپنا تو وہی رنگ ہے۔ البتہ بھوپال
کا رنگ بدل سا رہا ہے۔ وزارت کی تفویض کے بعد ہی پرنسل کا بنگلہ
ضبط ہوا اور آئے دن کسی نئی شامت کی اطلاع ملتی ہے۔ آجکل شنکر بھی مورد
عتاب ہیں۔ تعلیم کا محکمہ شنکر دیال نے اپنے ہی پاس رکھا ہے۔

تم اپنا پروگرام لکھو، کلکتہ کب روانہ ہو گے؟ واپسی پر یہاں ہوتے
جانا۔ وقت کس طرح گزر رہا ہے، کہیں میری طرف سے بے تعلقی کا دور نہ
شروع کر لینا، میں مر جاؤں گی۔ مجھے یہ اعتماد ہی اس خشک اور ویران دنیا

میں زندہ رکھ رہا ہے کہ تمھارا پیار مجھے حاصل ہے ساتھی۔ نظم کس منزل سے گزر رہی ہے۔

ہاں تمھارے خبطی مقصود عمرانی نے ایک رپوتاژ حمیدیہ کالج کی ادبی شام سے متعلق "نیا کھوپال" میں چھپوا دیا ہے۔ جس میں تمھیں نہایت تیز سرخ رنگ میں ڈبو کر پیش کیا ہے۔ مبارک ہو۔

ابھی کالج سے لوٹی ہوں۔ آج طبیعت خاصی ہلکی پھلکی محسوس ہو رہی ہے بس ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایسی ہی رہوں گی مگر کیا بھروسہ؟ اس عارضی اچھائی کا۔ مجھے تو تمھارے ساتھ کی گرمی ہی صحت بخش لگتی ہے اور بس۔ مسکرا دو دوست! تمھاری مسکراہٹ میری زندگی کو بڑھاتی ہے۔

تمھاری اپنی صفو

کھوپال

۲۸/مارچ ۵۲ء

اختر میرے!

خط ملا۔ تم کلکتہ سے واپسی پر میرے پاس نہ آسکو گے تو اس کے معنی ہوئے کہ بات اب تعطیل پر گئی۔ بہرحال میں انتظار دوست میں جی لونگی لیکن تعطیلات کا پروگرام تم پورے طور سے سوچ سمجھ کر ابھی سے بنا ڈالو ورنہ تم رہ رہ کے رائے بدل دیتے ہو اور معاملات سب UPSET ہو جاتے ہیں۔

تم کلکتہ سے واپسی پر مجھے فوراً ہی خط لکھنا اور کانفرنس کی کی تفصیلی کارروائی بھی۔

آج کل میری طبیعت بہت کچھ سنبھل گئی ہے۔ اس طرف کچھ لکھائی پڑھائی بھی کرتی رہی۔ کتابیں گھر ہی میں اتنی جمع ہیں کہ پورے طور سے انھیں کے مطالعہ کو ایک عمر چاہئے۔ اس عرصہ میں احتشام صاحب اور سرور صاحب کی چند تازہ تنقیدیں بھی نظر سے گزریں۔ سرور صاحب کا حال تو بس "یوں بھی ہے اور یوں بھی" والا ہے۔ اور احتشام صاحب ٹھہرے شریف نقاد۔ دراصل ہمارے ادب کو ایک "بلنسکی" کی ضرورت ہے جو لگی لپٹی نہ رکھے نقاد کا ATITUDE یقیناً مصنف کی طرف ہمدردانہ ہونا چاہئے۔ لیکن تنقیدی اصولوں کو نرم کر دینے کی چھوٹ تو نہیں دی جا سکتی۔ تمھیں یاد ہوگا تم نے "جلال و جمال" پر ایک تبصرہ لکھا تھا لیکن تم خود اس میں بڑی حد تک مروتوں کا شکار ہوئے ہو۔ میں تو ندیم کو شاعر سے زیادہ افسانہ نگار مانتی ہوں۔ میرے خیال میں وہ اپنا زورِ قلم افسانہ نگاری کے لئے وقف کر دیں تو ان کے پاکستان کے کرشن بن جانے میں کوئی شبہ ہی نہیں۔ بہرحال "قاضی جی کیوں دبلے شہر کے اندیشے سے" والی بات ہے۔

اچھا اختر۔ اب تمھاری خیریت مجھے بہت دن ہوئے تک نہ معلوم ہو سکے گی دوست۔ کلکتہ خیریت سے پہنچنے کی اطلاع تو دے ہی دینا جادو اور سلمان اچھے ہیں، خوش اور مگن۔

تمھاری اپنی صفو

۱؎ روسی ادب کا مشہور نقاد

۲؎ احمد ندیم قاسمی

بھوپال

۱۴ر اپریل ۵۲ء

میرے اپنے اختر۔

ابھی ابھی تمہارا خط ملا، کلکتہ والا خط معلوم ہوتا ہے کہ کلکتہ ہی رہ گیا۔ شکر ہے کہ تم بعافیت واپس آ گئے، دن رات یہی فکر تھی۔ خط میں نے اس لئے نہیں لکھا کہ تمہاری رسید پا لوں، جب ہی لکھوں گی، لیکن "تیرے خیال سے غافل نہ رہا" کا یقین رکھو۔

ادھر کے حالات:- رزمی[1] صاحب کو میں نے اپنے ایک شاگرد کے ذریعہ سے پیغام کہلوایا تھا کہ میں ان سے ملنا چاہتی ہوں۔ لہٰذا اس کے لئے وقت دیں۔ انھوں نے مجھے آنے سے روک دیا اور خود کل یا پرسوں شام کو آنے کا وعدہ کر لیا۔ اس کے بعد انتظار ہی رہا اور وہ نہ آئے۔

ہاں تازہ خبر یہ ہے کہ پانچ مضامین میں ایم اے جولائی سے کھلنے والا ہے۔ یونیورسٹی کو سفارش چلی گئی ہے اس میں اردو بھی شامل ہے۔ پرنسپل نے مجھے بلا کر کہا کہ کام مجھے ہی چلانا ہوگا۔ مزید تقرر نہ کیا جائے گا۔ بہرحال اس بارے میں کوشش کی گنجائش ضرور ہے۔

کالج ابھی سے بند ہے اور حامد کا امتحان اکیس سے شروع ہے کیا خرابی ہے کہ ستائیس اٹھائیس تک ضرور ٹھہرنا ہوگا۔ میری رائے تمہارے پروگرام کے بارے میں یہ ہے کہ تم آخر اپریل ہی میں بھوپال آؤ اور یہاں ضروری ملاقاتیں وغیرہ کر کے لکھنؤ چلے آؤ۔ یہاں اگر اب تم آئے بھی تو بہت سی باتیں ابھی

---

[1] مولانا احمد سعید رزمی ایم۔ اے

سو جائیں گی اور بے فکری نہ تم کو میسر آسکے گی نہ مجھے، میرے خلوص پر شبہ نہ کرنے لگنا ساتھی! تمھارا کوئی ٹھیک نہیں!

بھئی تمھارا "امن نامہ" کیسا پسند کیا گیا ہے؟ "نرم نظروں کے تیر" سے گھائل ہو کر بنگال سے نہ لوٹے ہو یہی غنیمت ہو گا لیکن کیا پتہ کلکتہ کا ذکر تمھارے لئے کبھی "سینے پر تیر مارنے" کے برابر ہو۔

اس طرف ایک اچھا ناول STEEL & STAG ہاتھ لگ گیا تھا سات سو صفحے بغیر رومانس کے، نگرایا IMPRITING جیسی زندگی خود اسٹالن پرائز حاصل کرچکا ہے، پڑھ ڈالا تم اس مرتبہ دو ایک اچھے ناول ضرور لانا۔

اچھا کل پھر لکھوں گی۔

تمھاری اپنی صفو

بھوپال
۱۵ اپریل سنہ ۵۲ء

اختر م!

کل تمھیں خط لکھ چکی ہوں، خدا کرے یہ دن تمھارے ٹھیک سے گزرے ہوں، ضروری حالات تو تمھیں تقریباً سب کل ہی لکھ دیئے ہیں البتہ یہ لکھنا زیادہ ضروری ہے کہ ہر وقت یاد آتے ہو، آج کل کالج کی مصروفیت بڑھی ہوئی ہے، انیس سے فراغت ہو گی اور ایک پورا ہفتہ تمھارے جادو کی خاطر کاٹنا ہو گا، کیسی مشکل ہے۔

تم اپنا پروگرام لکھو، میری خواہش پوچھو تو یہی ہے کہ اب تم لکھنؤ میں میرے پاس آؤ یہاں سے تو جی بس ہر طرح اچاٹ

ہو چکا ہے۔

یہ خط امتحان کے کمرے میں گھسیٹ رہی ہوں، ذہن آزاد نہیں ہو رہا پھر بھی تمھیں پیار کر لینے کی آزادی تو مجھے شرعاً قانوناً اور اخلاقاً ہر جگہ حاصل ہے نا؟

تمھاری صفو

بھوپال
۲۶ر اپریل ۵۲ء

اختر میرے!

اس مرتبہ پھر میں نے حسب دستور تمھیں خط لکھنے میں دیر کی ہے اس طرف اکٹھی تین مصیبتیں نازل رہیں، سلمان کو شدید حملہ نمونیہ کا ہوا ان کے علاج دوا کی ساری پریشانیاں سر پڑ گئیں، آدمی کے نہ ہونے سے دقتیں دونی ہو جاتی ہیں وہ تو شکر ہے کہ ڈاکٹر سلطان صاحب ہر طرح کا ساتھ دے جاتے ہیں، بارے اب سلمان اچھا ہے ساتھ ہی ساتھ ٹھیکیدار صاحب کو بڑے کمرے کے فرش بنوانے کی لہر اٹھی، چھوٹا سا مکان اس میں ایک طوفان برپا تھا، اس پر جادو کے امتحانات نے برابر مبتلا رکھا۔ آج جادو کا امتحان ختم ہو گیا ہے۔ رزلٹ تیار نہیں، پھر بھی اطلاع مل گئی ہے کہ پاس ہیں کل کوچ کا عزم ہے، تمھارے قطعوں کا پارسل تیار کر لیا ہے کوئی مناسب آدمی پارسل کرنے والا نہ مل سکا، لکھنؤ پہنچتے ہی بھیجوں گی۔ تمھارے مجموعہ کا نام بھی سوچتی رہتی ہوں، ابھی کوئی اچھا سا نام ذہن میں نہیں آسکا ہے، تم ناموں کے بارے میں خاصے لاپروا ہو اس لئے اپنے فیصلے

سے نام تجویز مت کر لینا، میری رائے شریک ہونی چاہیے۔
ہاں تو اب بھوپال سے رخصت ہو کر لکھنؤ کا رخ کرنا ہے پچھلے سال کی بات یاد آرہی ہے۔ جب ارمانوں کی دنیا لئے تمھارے پاس جا پہنچی تھی۔ اب تم مئی کے پہلے ہفتہ میں تو آہی جاؤ گے نا؟ بھوپال رزمی صاحب سے ملنے کے لئے اتر لینا، کوئی شکل پیدا ہو سکے آئندہ کے لئے شاید۔
ہاں ایک ضروری اور اہم بات! تم جانتے ہو لکھنؤ میرا میکا ہے وہاں پہنچ کر میری کیفیات بدل جاتی ہے، وہاں جب تم مجھے بہت دن تک خط نہیں لکھنے تو لوگ تمھارے شاعرانہ تغافل کو کیا سمجھیں وہ تو یہی سمجھیں گے کہ میرے شوہر کو میری فکر نہیں ہے دوسرے سال بھی وہیں ہوگا۔ ان دونوں کی آباد زندگی سے مجھ میں رقابت کا احساس پیدا ہو سکتا ہے اس لئے بھی تم مجھے ضروری خط لکھتے رہنا۔
پیسے تمھارے بھیجے ہوئے مجھے مل گئے تھے۔ عین اس زمانے میں جب سلمان کو نمونیہ نے تباہ کر رکھا تھا۔ مجھے تو ان پیسوں سے بہت آسانی ہو گئی۔ البتہ تمھیں ضرور تنگی برداشت کرنی پڑ رہی ہوگی۔ اس احساس سے فکر پیدا ہو جاتی ہے۔ کل روانگی کا قصد کر رہی ہوں۔ سارے دھندوں کی فکر اپنی ہی جان پر ہے۔ نہ جانے ابھی کیا کیا کرنا باقی ہے۔
اور کیا لکھوں دوست "ترے خیال میں گم ہوں ترے جمال میں گم" باقی اور مجھے کچھ نہیں معلوم اب لکھنؤ پہنچتے ہی تم کو خط لکھوں گی اور راستے بھر تمھیں یاد کرتی ہوئی جاؤں گی۔ یہ ٹرین کا سفر کیوں رومانٹک بنا دیا کرتا ہے۔

سلمان اور جادو تم کو ہر لمحہ یاد کرتے ہیں۔ لکھنؤ ضرور آنا میرا پیار تمھارے لئے بیتاب ہے ساتھی۔

تمھاری ہی صفو

لکھنؤ

۲ رمئی ۵۲ء

اچھے اختر!

میں پرسوں لکھنؤ پہنچی، تنہا سفر ہونے کی وجہ سے تکلیف کا خدشہ تھا۔ لیکن شکر ہے کہ کوئی پریشانی پیش نہیں آئی۔ یہاں آکر محسوس ہوا کہ قطعی دیوالہ نکل گیا ہے۔ کل صبح ہی ٹیلیفون کرکے ڈاکٹر بی بہادر سے وقت لیا اور انھیں بلاکر دکھایا۔ ان کو میڈیکل کالج والوں کی تشخیص سے اتفاق ہے اور ان کا کہنا ہے کہ دماغی کووٹ اور پریشانیوں کے اثر سے اعصاب سخت پڑ گئے ہیں اور انھیں RELAX ہونے کی ضرورت ہے۔ دوائیں تجویز کر گئے ہیں جن کا استعمال شروع کروں گی۔

اختر اب تم جس طرح بن پڑے میرے پاس آجاؤ۔ کمائی اور پیسوں کے چکر میں نہ پڑو۔ جتنا کچھ ملنا ہوگا ہر حال میں مل ہی جائیگا تمھیں کبھی CHANGE محسوس ہوگا اور میری دنیا تو بدل ہی جائے گی میرے لئے تمھارے ساتھ ہونے سے بڑی کوئی حسرت نہیں ہے میں تندرست ہونے کی خواہش اگر رکھتی ہوں تو وہ بھی تمھاری ہی خاطر ورنہ تمھارے بغیر زندگی کی ہر لذت بے روبے معنی ہے۔

تم اب اطلاع دیئے بغیر چل پڑو، میں چشم براہ ہوں۔ ہزاروں

تمنائیں ۔!"

تمھاری صفو

لکھنؤ

۱۰ رمئی ۱۹۵۲ء

میرے اپنے اختر!

بہت سے پیار، کل شام تمھارا خط ملا جس سے پتہ چلا کہ ۸ رمئی تک میری کوئی تحریر نہیں ملی۔ اب اگر قائل ہوتی تو اسے تقدیری معاملہ کہتی کہ لکھنؤ آتے ہی میرا سکون تمھاری جانب سے مفقود ہو جاتا ہے، میں دو تین خط تمھیں لکھ چکی ہوں قطعات کا پارسل بھی بھیج چکی ہوں، میں جانتی ہوں کہ تم میری خیریت نہ سن کر حد درجہ پریشان ہو گئے، کوئی کام کبھی تو سکون سے نہ ہو سکتا ہوگا، پر کیا کروں؟

بہر حال اب کام کی بات یہ ہے کہ ساری مصروفیتوں سے فراغت حاصل کر کے جس طرح بنے میرے پاس ہی پہنچ جاؤ، میری سوکھی کھیتی ہری ہو جائے گی تم نہیں جانتے کہ زندگی کتنی خشک اور اداس ہے تم بغیر خط لکھو، غصہ نہ کرو، میرا پیار کیا تمھیں خوش نہ کر سکے گا، آؤ تمھاری پیشانی کو بار بار چوم لوں۔

تمھاری صفو

لکھنؤ

۱۲ رمئی ۵۲ء

اچھے اختر!

بہت سے پیار۔ خط ملا۔ چلو ایک خط تو میرا تم تک پہنچ گیا غنیمت ہے اس ڈاک کے انتظام کو اللہ سمجھے۔

یہاں اس طرف تقریباً ہر روز پرویز شاہدی، یوسف امام، سہیل عظیم آبادی کی تحریریں آتی رہیں، اسرار بھائی کی دماغی حالت کا یہ عالم ہو گیا تھا کہ کلکتہ کی سڑکوں پر بھیک مانگنے کی نوبت تھی، الضار بھائی یوسف کو ہمراہ لے کر کل رانچی پہنچے ہیں اور کل رات ہی داخلہ کی اطلاع کا تار آیا ہے۔ ان کی دماغی حالت کو دیکھتے ہوئے ہوائی جہاز سے یہ سفر مکمل کرنا پڑا پورا ایک ہزار روپیہ اس تجی وکادش کی نذر ابا کا ہو چکا ہے۔ اس ضعیفی کے عالم میں جس استقلال سے وہ ان تمام پریشانیوں کو برداشت کر رہے ہیں اس سے میرے ذہن پر ان کی عظمت کا نقش بہت ہی گہرا ہوتا جا رہا ہے۔ تم لکھنا کہ سہیل سے تمھاری کیسی واقفیت ہے اور یہ کس طرح کے آدمی ہیں اب اسرار بھائی کی دیکھ بھال کا ذریعہ انھیں کو بنایا جا سکتا ہے۔

آج ہی جوش صاحب کا خط پھر اماں کے نام اسی سلسلے میں آیا ہے انھیں بھی جواب لکھنا ہے۔

میں دوائیں پی رہی ہوں گھر کی سہولتیں میسر ہونے سے تکلیفوں میں سکون بھی ہے ویسے ذہنی افکار تو انسان کو ہر طرح سے پست کر ہی دیتے ہیں۔ بہر حال تم میری طرف سے متفکر نہ ہو۔ میری ہر طرح دیکھ بھال ہو رہی ہے البتہ آنے کی تم پوری کوشش کرو اور اب جلد

۱؎ مجاز ۲؎ انصار ہروانی

ہی آجاؤ۔ مجھے تمھارا راستہ دیکھ رہے ہیں اور میرا تو رونگٹا رونگٹا منتظر ہے تمھارے لئے۔

مجموعہ کی ترتیب کا کیا حشر ہوا؟ اب اس مرتبہ اس کام میں ڈھیل نہ کرو دوسری بات یہ ہے کہ اگر تمھیں معلوم ہو کہ اس بار اسرار بھائی نے اپنا مجموعہ کس مکتبہ سے چھپوایا ہے تو ضرور لکھو تاکہ پیسوں وغیرہ کے متعلق وہاں سے دریافت کرایا جاسکے۔

کپڑے تمھارے جو کچھ میری سمجھ میں آرہا ہے وہ سلوا رہی ہوں تم تو کچھ لکھ ہی نہیں رہے ہو۔

گرمی یہاں خوب تیز پڑ رہی ہے۔ پچھلے سال یہ دن بمبئی میں کیسے مختلف طریقے سے گزرے تھے، زندگی تو اپنے جوڑے ہی کے ساتھ زندگی بنا کرتی ہے نا؟ اچھا اختر آؤ اور مجھے اور اپنی عزیز امانتوں کو اپنے پیار سے زندہ کر جاؤ۔

تمھاری اپنی صفو

لکھنؤ

۱۳ رمئی ۵۲ء

اختر میری جان!

خط ملا، میرا حال بدستور ہے دواؤں، غذاؤں اور پرہیز کا پورا زور صرف ہو رہا ہے، دیکھو مالش کے لئے ڈاکٹر نے مچھلی کا تیل تجویز کیا ہے چنانچہ دوپہر کو یہ بھی گوارا بنانا پڑتا ہے، ظاہر ہے شام کو اُبٹن لگا کر گرم پانی سے نہانا ہوتا ہے۔

مجھے خوشی ہے، خصوصاً جادو، آج سے ان کے ٹیوٹر TUTOR

کا بھی انتظام کر دیا ہے، پڑھنے کا سلسلہ چلنا ہی چاہئے۔

سالم بیٹھی ہیں، ہاجرہ آپا بھی ایک شام آئی تھیں، تم کو بہت پوچھ رہی تھیں، غالباً پرسوں بمبئی روانہ ہو گئی ہوں گی۔

اچھا کب آ رہے ہو؟ میرے ہزاروں پیار تمھارے منتظر ہیں۔

تمھاری صفو

لکھنؤ

۱۶ رمئی ۵۲ء

اختر میری جان!

ہر روز تمھاری تحریر کا انتظار رہتا ہے۔ خدا کرے تم اچھے ہو اور آنے کا پروگرام بنا چکے ہو۔

تمھیں جیسا پچھلے خطوں میں لکھ چکی ہوں۔ علاج ڈاکٹر ڈی بہادر جی کا ہو رہا ہے۔ ابا کی مرضی حکیم کے علاج کی نہیں ہوتی، ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ افاقہ بہت دیر میں ممکن ہے۔ تم آؤ تو طے کرنا کہ دو ایک ماہ اور بھی گھر پر رہ کر علاج کی تکمیل کرا سکوں۔

کبھی رومانی مجموعہ کی بات تو میرے لگے تو نہیں ازتی، تم الہ آباد سے بھی چھپواؤ تو مجموعہ مخلوط ہونا چاہئے اور طویل بھی۔

یہاں آج کل گھر میں چار چھ بچوں کا ہنگامہ ہے اور مہمانوں کا زور بھی۔ اس کی چھوٹی بہن اور منا یہ سب آئے ہوئے ہیں۔

اور کیا لکھوں اختر! تم بن نہ جوانی ہے اور نہ زندگی۔ بس تمھارے بچوں کو تمھاری محبت ہی کی طرح سینے سے لگائے ہوئے یہ خشک اور ویران

۱؎ زبیدہ محمود

دن گزار رہی ہوں۔ تم آ جاؤ، میری زندگی کا پودا لہلہا اٹھے گا۔ سا تھی۔

ہاجرہ آپا کے ہمراہ تم کو چنے کا حلوہ بھیجا تھا۔ ڈبے کے اوپری حصے میں کھوٹے، شکر پارے تھے۔ نیچے حلوہ تھا۔ ملا؟

کپڑے اب تمھارے آنے پر ہی بن سکیں گے۔

بے شمار پیاروں کے ساتھ

تمھاری صفو

لکھنؤ

۱۷ مئی ۵۲ء

اچھے اختر!

خدا کرے تم خوش ہو۔ خط ملا۔ کل بھی خط لکھ چکی ہوں۔ حلوہ ہاجرہ آپا سے منگوا لینا۔ کوشش اس بات کی کی ہے کہ تمھاری پسند پر پورا اترے۔ عادل رشید کی کتابیں فی الحال یہاں پہنچی نہیں۔ دیکھو ضرور تبصرہ کچھ لکھنے کی کوشش کروں گی۔ پر عادل سے کسی اچھی چیز کی توقع کم ہی ہوتی ہے۔

تم اپنے مجموعے کی طرف سے پھر غافل مت ہو جاؤ۔ چھپ جائے تو اچھا ہے۔ یہاں روپیوں کے بھیجنے کی فی الحال تم کو ایسی کیا پریشانی ہے۔ تم جانتے ہو میں گھر پر ہوں اور تم پردیس۔ بہر حال یہ بھی جانتی ہوں کہ تم اپنی خوشی سے زیادہ میری اور بچوں کی خوشی سے خوش ہوتے ہو۔

حمیدہ آج رانی کھیت جا رہی ہیں۔ بلی وغیرہ بھی کل چلی جائیں گی۔

سے آنا جو ہو تو آؤ کہ خالی مکان ہے اب"

خط لکھتے رہو حالات سے اطلاع دیتے رہو ہزاروں بوسے۔ تمھاری صفو

لکھنؤ

۲۱ رمئی ۵۲ء

اچھے اختر!

تمھارے خط ملتے رہے، اتنے دنوں ڈاکٹر کا علاج چلاتے رہنے کے بعد آج ابا کے ساتھ جا کر ایک حکیم صاحب کو دکھایا ہے اب کل سے ان کی دوا کا استعمال شروع کروں گی۔

اسرار بھائی کی کوئی خیریت اب تک اسپتال میں جانے کے بعد معلوم نہیں ہو سکی ہے آج میں نے سہیل[1] صاحب کو خط لکھا ہے حمیدہ رانی کھیت گئی۔ یہاں کے حالات سوا اس کے کہ گرمی بہت ہے اور کچھ نہیں جادو پورا وقت کھیل کود گزارتا ہے سلمان میری خدمت بھی کر لیتا ہے۔

اچھا خط لکھو، بلکہ اچھی بات یہ ہو گی کہ خط کے بجائے خود ہی چلے آؤ۔ بہر حال کچھ تو ایسا کرو جس سے مجھے زندگی مل سکے۔

میرے اپنے اور بہت ہی عزیز ساتھی۔ ہزاروں پیار،

تمھاری صفو

لکھنؤ

۳۰ رمئی ۵۲ء

اختری میری جان!

میں تمھیں اس طرف خط نہ لکھ سکی اور تمھارا خط آئے ہوئے تو آج دس بارہ دن ہو گئے۔ ذہن بار بار یہی کہتا ہے کہ یا تو تمھاری طبیعت

---

[1] سہیل عظیم آبادی۔

خراب ہے یا پھر کسی چکر میں مبتلا ہو، خدا رحم کرے۔ یہ تو سوچ نہیں سکتی کہ تغافل سے کام لے رہے ہو، جب تم جانتے ہو کہ دماغی پریشانیوں کے ساتھ مجھے دوا راس آسکتی ہے نہ غذا۔

اختر! اب تو تمھارا انتظار بھی کمزور پڑتا جا رہا ہے۔ کیسے ہو، دوست کچھ لکھو۔ آج کل سلمان کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں ہے

زیادہ پیار لو۔

تمھاری صفو

لکھنؤ

۲ جون ۵۲ء

اچھے اختر!

تمھارا خط ہفتہ کو مل گیا تھا۔ اتوار سکون سے گزر سکا، شکر ہے تم اچھے ہو۔ یہ مجموعے مرتب کرنے کا شغل ہے اچھا، لیکن اسی شکل میں کہ ان کا کوئی خریدار بھی پیدا ہو سکے۔ تم معاملت پہلے کر لو اور محنت بعد میں کرو تو زیادہ اچھا ہوگا، ورنہ ایسا نہ ہو کہ وقتی جوش کے تحت مجموعے تو مرتب ہو جائیں اور پچھلی بار کی طرح اشاعت کی نوبت نہ آئے۔ رہا ناموں کا مسئلہ تو سچی بات یہ ہے کہ ان تجویز کردہ ناموں سے مجھے قطعی اتفاق نہیں ہے۔ تمھیں اپنے پچھلے سوچے ہوئے ناموں "شہر رنگ" اور "شرار جستہ" پر کیا اعتراض ہے؟

تم نے رومانی نظموں کے پس منظر کے بارے میں مجھے لکھنے کا موقع دیا ہے اس نوازش اور کرم کا لطف کچھ مجھی کو محسوس

ہو سکتا ہے دوست۔ لیکن اس قسم کی چیزیں تو شاعر کے گزر جانے کے بعد زیادہ دلچسپ اور دلکش بنتی ہیں اور یہ تو طے ہے کہ مجھے تم سے بہت پہلے مرنا ہے لہٰذا اس کی نوبت نہ آ سکے گی بہر حال تمھاری رومانی شاعری یا رومانی زندگی کے لئے میری طرف سے تو یہ مصرع ہی کافی ہے ع

"تو مشقِ ناز کر خونِ دو عالم میری گردن پر"

تم نے حلوہ کا جو حشر لکھا اس سے رنج ہوا۔ جعفری[1] نے موذی پن سے کام لیا۔ گرمیوں کی ایک پوری دوپہر صرف کر کے نہایت ہی مزے دار حلوہ بنایا تھا میں نے خیر!

آنے کے بارے میں تمھارے وعدے ایشیائی محبوبوں کے وعدوں سے کم نہیں ہیں، سوچو تو سہی اپریل سے آ رہے ہو۔ یہ سب بھی ہا لیکن تم میرے لکھنؤ کے قیام میں ضرور آ جاؤ۔ اس کے بغیر میں اچھی نہ ہو سکوں گی۔

حکیم کا علاج چل رہا ہے، افاقہ تو اتنی جلدی کیا ممکن ہے البتہ دوائیں مسکن ضرور ثابت ہو رہی ہیں دیکھو۔

ہاں آؤ گے تو دو سو روپیہ ضرور لانا۔ حمیدہ اور بانو کی فرمائش ہے تم دس جون تک ہر حال میں چلے آؤ۔ اس سے زیادہ تاخیر کی گنجائش نہیں۔

"صبح دم کوئی اگر بالائے بام آیا تو کیا؟"

جادو خوش ہے اور تم سے بے نیاز۔

زیادہ پیار

تمھاری صفو

---

[1] سردار جعفری

لکھنؤ

۶ر جون ۵۲ء

اچھے اختر!

بہت سے پیار، کئی دن سے تمھارا خط نہیں آیا۔ اس طرح سے فکر بڑھ جاتی ہے۔ میں حکیم کی دوا برابر پی رہی ہوں۔ گرمی چین نہیں لینے دیتی ورنہ شاید کوئی افاقہ نظر آتا۔ رہا بالکل تندرست ہونے کا سوال تو اس کے لئے ڈیڑھ سال سے جد و جہد کر رہی ہوں، اور اگر تمھاری محبت میرے ساتھ رہی تو فی الحال مایوس ہونے کا ارادہ بھی نہیں ہے۔

رومانی نظموں پر واقعی اگر مجھ سے لکھواؤ گے تو مجموعہ ساتھ لیتے آنا۔ البتہ چھپنے کی بات پوری کوشش سے اس مرتبہ پکی ہی کر لو۔ خواہ پیسے ملیں یا نہ ملیں مگر کام ہو ہی جانا چاہیے۔

تم نے INDIA TODAY کی خریداری کے لئے لکھا تھا۔ سچ جانو کہ وہ رسالہ آنے کے دوسرے دن ہی غائب ہو گیا۔ اب تم پتہ مجھے لکھو تو خط فوراً لکھ ڈالوں۔

سب سے اہم اور ضروری بات یہ ہے کہ تم آجاؤ اور اب مجھ سے بہت زیادہ تقاضے نہ کراؤ، ورنہ سچ جانو "ہم بھی تسلیم کی خو ڈالیں گے"

سہیل صاحب نے تمھاری نظم یا غزل کے لئے لکھا ہے۔ لکھو کب آرہے ہو؟ سارے پیار آنے پر ملتوی۔

تمھاری صفو

لکھنؤ

۱۶ر جولائی ۵۲ء

اختر میرے!

خدا کرے تم بعافیت ہو۔

حسب اندیشہ تم نے رخصت ہوتے ہی خیریت کو زساد یا۔ آج بدھ ہے، ہر دن اسی انتظار میں کٹتا رہا کہ اب تو تمھارا خط ضرور آتا ہی ہوگا۔ تم جس حالت سے گئے تھے اس سے یہ بھی ڈر ہوتا ہے کہ پھر بیمار تو نہیں ہو گئے۔ غرض کہ :-

"میں ہوں اور رازہائے سینہ گداز"

اعصاب کی سنسناہٹ اور خاموشی بعض وقت ناقابل برداشت سی ہو جاتی ہے، ہر چیز قریب ہی معلوم ہونے لگتی ہے۔ بہرحال تم نہ گھبراؤ جانتے ہو کہ خاصی بہادر ہوں۔ البتہ اپنی خیریت سے محروم نہ کرو۔ فوراً خط لکھو۔

میری طبیعت ٹھیک ہی سمجھو! بچے اپنی مصروفیتوں میں گم ہیں اور میں تمھاری یاد سے بھرپور، ہزاروں پیار۔

تمھاری صفیہ

لکھنؤ

۲۰ر جولائی ۵۲ء

اختر میرے!

"صبر پڑے ۔ ۔ ۔ ۔ جس من ہر لیا تہارا"

آخر اس درجہ بے نیازی کیا اختر، تار کو بھی در خور اعتنا نہیں سمجھے

اپنی خیریت کی اطلاع دو۔ مجھ سے پوچھو کہ مجھ پر کیا گزر رہی ہے؟

بھوپال سے اکثر خط آرہے ہیں۔ سرکاری ملازمین کے لئے شام کی کلاسیں کھولی گئی ہیں۔ لیکن اردو کے لئے کوئی نیا تقرر نہیں کیا جارہا ہے۔

کل سرور صاحب مع اپنی بیگم عیادت کے لئے آئے تھے۔ عبید آرٹسٹ صاحب بھی دہلی جاتے ہوئے آئے تھے۔ جادو کو آنج ہاجرہ آپا کے مانٹیسوری اسکول بھیجا ہے، وہ خود آئی تھیں انہیں سے طے کرلیا تھا PEACE CONFERENCE لکھنؤ میں ہونے والی ہے ڈرامے وغیرہ کی تیاری میں ہم لوگوں کی مدد چاہی ہیں ہاجرہ آپا۔ دیکھو۔

ہاں تو کیا سچ مچ ہی اتنے کم خط لکھا کروگے؟ خلیق ابراہیم کی دوستی کا الزام دوں یا کیا؟

ساری باتیں سچ سچ لکھو۔ زیادہ پیار۔

تمھاری صفو

لکھنؤ

۲۵ر جولائی ۵۲ء

اچھے اختر!

ہزاروں پیار

تمھارا خط ملا کل۔ چوبیس گھنٹوں میں کون سا لمحہ ہوتا ہے جو تمھاری یاد اور تمھارے تصور سے خالی جاتا ہو۔ لیکن اب زندگی میں یہ ایک کمزوری بھی داخل ہو چکی ہے کہ لاکھ ارادے کرتے ہو۔ عمل کی نوبت نہیں آتی، برسوں سے تم کو ذہنی طور پر خط ہی لکھ رہی ہوں۔

بمبئی کے طوفانوں کی خبر سنکر اکثر پریشانی ہو جاتی ہے۔ موسم تو خشک ہو گیا ہو گا۔ کام کرنے کو جی چاہتا ہو گا؟ کیا کرتے رہتے ہو ساتھی؟ بعض وقت اپنی اور تمھاری زندگی محض ایک مضحکہ سا نظر آنے لگتی ہے اس طرح بھی کوئی جیتا ہو گا؟ پر کیا کریں، گھبراؤ نہیں، خوش رہو اور بے فکر میرے لئے یہ بہت بڑی بات ہوتی ہے۔

تم خط بہت مختصر لکھتے ہو۔ کچھ بھی تو پتہ نہیں چل سکتا۔ میرا دل چاہتا ہے کہ تم سے باتیں ہوں جی بھر کے۔ آؤ آنند اور پریم کی بات کریں اس طرح کہ تم بمبئی کے ہنگامے اور میں لکھنؤ کی ویرانی بھول جاؤں آخر کیا کروں؟ بعض وقت تو تم بیاختہ یاد آتے ہو۔

ہاں! ایک کام کی اور ضروری بات لکھی ہے وہ یہ کہ پریم دھون کا خط اسرار بھائی کے نام آیا تھا جس کا ایک صفحہ ہی رہ گیا ہے دوسرا صفحہ جاوید سلمان نے غائب کر دیا ہے بال چھاپڑہ[1] نے آوارہ[2] کے دو بندہ RECORD کرلئے ہیں اور اپنی تصویر میں استعمال کرلئے ہیں اس کیلئے ATHORTIY چاہتے ہیں AUTHORTIY SHIP میں نے رانچی بھیج دی ہے ڈاکٹر کو وہ اسرار بھائی کے دستخط لے کر بھیجدے اس میں یہی لکھا ہے کہ جو شرائط جاں نثار اختر کو منظور رہیں اس پر وہ بند ریکارڈ کئے جا سکتے ہیں۔

اب قصہ یہ ہے کہ پریم دھون نے لکھا ہے کہ ۱۰۰ روپئے دئیے جائیں گے تم بال چھاپڑا سے ملو اور کوشش کرو کہ کم سے کم ۲۰۰ تو وہ دیں

---

[1] ڈائرکٹر PROGRESSIVE PLEYOURS [2] مجاز کی مشہور نظم۔

ورنہ فائدہ بھی کیا۔ یہ کام تم ضرور اور جلدی ہی کرنا۔

اچھا اب کیا لکھوں گی دواؤں کا استعمال باقاعدگی سے کر رہی ہوں اور اس کے سوا کیا لکھوں۔

تمھاری صفو

نوٹ:۔ ہاں اماں نے خیرآباد خط لکھوا دیا ہے۔ پیر کے دن صبح سے شام تک کا پروگرام وہیں ہوگا "دل بدست دیگرے دست بدست دیگرے" والا مضمون ہے جانا ہی ہوگا۔

لکھنؤ

۲ راگست ۵۲ء

اختر عزیز میری جان!

ہزاروں پیار۔ ہیں خود ہی تم کو کون سا جلدی جلدی لکھتی ہوں کہ تم سے شکایت رکھوں۔ پھر بھی مجھے تم سے شکایت ہے کہ میری معذوریوں سے رہ رہ کر بے خبر سے ہو جاتے ہو۔ آج پورا ہفتہ ہو گیا۔ تمھارا کوئی حال نہیں معلوم۔

خیرآباد ہو آئی۔ صبح کی بس سے گئی اور رات کے ساڑھے آٹھ بجے کی گاڑی سے واپس ہوئی۔ اماں اور میاں بھی گئے تھے۔ پھوپھی جان نے اتنی بے پناہ خاطر تواضع کی کہ مجھے تو رونا آ گیا۔ اس غریبی میں بھی بچاروں کے ظرف کتنے وسیع ہیں۔ بچوں کے نہ لے جانے کی وجہ سے بہت ناراض تھیں۔ تم کو سب کی سب بہت یاد کر رہی تھیں۔ بھائی ظفر یہ سن کر بہت خفا ہوئے کہ تم ایک ماہ لکھنؤ ہی قیام کر کے واپس ہو گئے۔

اماں جان کی بیماری کی شدت کی اطلاع بھی وہیں ملی۔ نہ معلوم نفیس[1] کا کوئی خط تم تک آیا یا نہیں؟ لکھو فکر ہے۔

یہاں گرمی کی شدت اور ذہنی تکدر کے سوا اور کیا ہے اب تو بس جی یہ چاہتا ہے کہ اس طرف یا اس طرف ہو چکے اس مجبوری کو سب کب تک گوارا کریں گے۔ ضعیف ماں باپ سینے سے لگا لیتے ہیں، پر وہ خود ہی چراغ سحری ہیں۔

بچے اچھے ہیں اور اپنی ہنگامہ خیزیوں میں مست ہیں۔

تمھاری نظم کا کیا ہوا؟ میرا اندازہ ہے کہ ہو رہی ہوگی۔

اسرار بھائی والے معاملے کی تکمیل ضرور کرا دینا AUTHORITY دستخط ہو کر آگئی ہے پرسوں بھیجوں گی اور کیا لکھوں ہزاروں دعائیں۔

تمھاری صفو

لکھنؤ

۷ر اگست ۵۲ء

اختر عزیز میری جان!

خط ملا۔ اماں جان کی بیماری کی اطلاع مجھے خیرآباد میں ملی تھی۔ تعلق اس بات کا ہے کہ ان کی آخری خدمت بھی ہم لوگوں کے حصے کی نہیں ہے خدا جانے آج وہ سلامت بھی ہیں یا نہیں۔ تمھیں دیکھنے کی خواہش ان کو سکون نہ بخشتی ہوگی۔ سوا تڑپ کر رہ جانے کے اور شکل بھی کیا ہے۔ کوئی خط آیا ہو تو خیریت لکھو۔ نشتر بھائی کا خط آیا تھا

---

[1] نفیسہ رشید

انھیں بھی جواب لکھا ہے۔

میں اپنی حالت کیا لکھوں؟ بس جیسی تیسی کھنچ رہی ہے۔ بمبئی آنے اور وہاں رہ کر علاج شروع کرنے کے بارے میں جو تم نے لکھا ہے تو آخر! تمھارا پیار اور تمھارا خیال اپنی جگہ ہے لیکن دوست بمبئی میں گھر پر رہ کر علاج کرانے کے مالی حالات متحمل نہ ہو سکیں گے۔ بمبئی کے قیام کا معمولی صرفہ اوسطاً پانچ سو روپیہ مہینہ ہے۔ پھر تشخیص وغیرہ کی مار جو ہوگی اسکے لئے کم سے کم دو چار سو اور رکھ لو اور اسپتال میں قیام کرنے کی اعصابی ہمت نہیں رہی ہے مجھ میں تم پر ہر طرح سے بہت بوجھ پڑ جائے گا۔ اب تو یہی ہے کہ حالات کو قدرت پر چھوڑنا چاہئے۔ نتیجہ جو کچھ بھی ہو۔ بچاری رشید[1] آپا ماسکو ہی جا کر نہ بچ سکیں صابرہ[2] نے بمبئی میں بہترین علاج کرایا اور آج وہ بھی علی گڈھ میں ہومیو پیتھک علاج پر ہیں کیا کیا جائے؟ مسئلہ ان بچوں کا ہے، تندرست ہو ہی جانا چاہئے لیکن تمام باتوں کو عملی روشنی میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔

خیرآباد کے حالات تمھیں تھوڑے بہت لکھے تھے۔ مقبول[3] میاں کی خدمت میں ہم سب بھائی ظفر کی پھوپھی (مولانا عبدالحق خیرآبادی کی صاحبزادی) کی معیت میں گئے دیکھنے، مقبول میاں بطور تعظیم تانگے تک ہم سب کو پہنچانے آئے اور صحت کی دعا فرمائی پھوپی جان بہت کمزور ہو گئی ہیں گھر تمھارا مجھے اس درجہ کشش انگیز معلوم ہوا کہ جی چاہتا تھا کہ رہ پڑوں۔ افسوس اس بات کا ہوا کہ اس سے قبل میں کبھی نہ گئی تھی۔ ورنہ ایک آدھ

---

[1] ڈاکٹر رشید جہاں [2] صابرہ زیدی لیکچرار ٹریننگ کالج علی گڑھ [3] خیرآباد اودھ کے ایک مشہور خدا رسیدہ بزرگ۔

چھٹی اس گھر میں ضرور گزارتی۔ مجھے ایسی فضا آج بھی سازگار معلوم ہوتی ہے۔ بہرحال اب کبھی تندرست ہوسکی تو تم کو زبردستی لے کر چلوں گی اور کچھ دن وہاں گزاریں گے۔

کراچی سے کوئی خط آیا ہو تو لکھو۔ اپنی اس مجبور حالت میں سوا دو چار آنسو بہا لینے کے میرے پاس رکھا بھی کیا ہے۔

اسرار بھائی کے دستخط کے ساتھ AUTHORITY SHIP آ گئی ہے بھیج رہی ہوں۔ تم تھوڑی زحمت اٹھا کر یہ مسئلہ ضرور طے کرا دو اور پیسے وصول کرلو۔ اماں کو بہت سہولت ہو جائے گی۔ اس معاملے کو ڈھیل میں مت چھوڑنا۔

خط لکھو حالات لکھو۔ دل کا حال بھی لکھنا ساتھی۔

تمھاری اپنی صفو

لکھنؤ

۱۴/ اگست ۵۲ء

اچھے اختر!

خط ملا۔ تمھارا مضمون مکمل ہو گیا۔ ہاں بھئی ماشاءاللہ سے قابل ہو، تندرست ہو، اور محنتی، سب کچھ کرسکتے ہو۔

جادو نے تم کو نظم کے لئے لکھا تھا۔ تم نے اسکی فرمائش کو شاید در خور اعتنا سمجھا ہو۔ دراصل کانفرنس میں ہاجرہ آپا نے جادو سے اپنی کوئی نظم RO، IT کرنے کو کہی ہے۔ آج چودہ ہے، تم سولہ سترہ تک بھی نظم بھیج سکو تو اس کو یاد کرادوں گی جذبی تو ہیں بات تو رہ جائیگی۔

تمھارے خلیق ابراہیم تو آئے نہیں انتظار ہی رہا۔ میں نے ایک

ہو ہیپٹک ڈاکٹر کو دکھالی ہے، اس کی دی ہوئی گولیوں پر گزر اوقات ہو رہی ہے۔ غذا پر زیادہ زور دینے کی کوشش کر رہی ہوں، کیا کروں، کیا نہ کروں، سخت شرمندہ ہوں تم سے دوست۔

اسرار بھائی کے معاملے کا تم نے کوئی حشر کیا یا نہیں؟ اماں جان کی خیریت معلوم ہوئی ہو تو لکھو۔ پھوپی جان کو میں نے خط لکھا تھا ان کا جواب بھی آیا ہے۔ ان کو کسی وقت کبھی کچھ پیسے بھیج سکو تو بہت اچھی بات ہو گی۔

میرے خرچ کے لئے تم اتنے پریشان نہ ہو۔ جون کی تنخواہ میں نے منگوالی ہے۔ جولائی کی چھٹی ہی کی منظوری اب تک نہیں آئی تو تنخواہ کا کیا سوال، بہرحال گاڑی چلتی رہے گی۔

تم اپنے سارے حالات مفصل اور سچ سچ لکھا کرو۔ کپڑوں کی کمی تو اب بھی ہو گی اور بھی کسی طرح کی ضرورت جو یہاں سے پوری ہو سکتی ہو ضرور لکھو۔ میری خدمتوں سے تمہاری زندگی خالی سی ہو رہی ہے۔ یہ خیال کتنا سوہان روح ہے اختر!

اور کیا لکھوں اختر، لیٹے لیٹے یہ خط لکھ رہی ہوں۔ بس یونہی سستی اور کیا، لکھائی اور بھی زیادہ دلکش ہو گئی ہے ہاں بانو کے بیٹا پیدا ہوا ہے گھر کے ہنگاموں میں غیر معمولی اضافہ ہے۔

جاوید سلمان اچھے ہیں اور شرارتوں میں مست، زیادہ کیا ہے سوا تمہاری گردن میں بانہیں ڈال کر سب کچھ بھول جانے کی آرزو ہے۔

ہزاروں پیار۔

تمھاری اپنی صفو

لکھنؤ

۴ر ستمبر ۵۲ء

اختر میرے!

اب تو یہ نوبت ہے کہ میرے خط بھی تم تک نہیں پہنچتے کیا کروں کیا نہ کروں، ہاں اس طرف تمھارے خط مجھے برابر ملتے رہے ادھر تین چار دن ہوئے خلیق[1] آئے تھے، حکیم عبدالمجید صاحب کو لیکر، ان کا علاج جاری ہے، کل خلیق کا انتظار ہی رہا، خیال تھا کہ وہ آجائیں تو ان کی معرفت سرٹیفکیٹ حاصل کیا جائے، ناشتہ کی تیاری بھی کی لیکن وہ وعدے کے بعد بھی نہ آئے آج ڈاک سے خط ڈالا ہے انھیں دیکھو۔

میں نے چار مہینے کی چھٹی کی درخواست بھیجدی ہے اسکے علاوہ چارہ بھی کیا تھا، اگر اپنے میں ذرا سی بھی سکت محسوس کرتی تو اٹھ کھڑی ہوتی۔

روپئے مل گئے، نہ معلوم دل کیا کیا ہوا یہ سوچ کے کہ کہیں تم نے قرض ادھار کر کے تو نہیں بھیجے ہیں اختر۔ حالات کا چکر ہے، میں نے تم کو اس بارے میں کبھی پریشان نہیں کیا تھا، پر آج میں دست نگر ہوں تم کمر بستہ ہو کر چار مہینے میری کفالت کرو، اس کے بعد مجھے ادھر یا ادھر ہو ہی جانا چاہئے اور کیا لکھوں۔

---

[1] خلیق ابراہیم

تم نے انجمن میں اپنی ٹانگ کھپنا لی، ہاں کبھی لوگ اس قسم کے اعزاز پر فخر کیا کرتے ہیں۔ جہاں رہو سرفراز رہو، میری خوشی یہی ہے INDIA TODAY میں تمھاری نظم چھپ گئی ہے دوسرا مضمون کبھی پورا کر ڈالو، کام کو ادھورا چھوڑنے سے کوفت ہی رہتی ہے ہاں پرکاش[1] نے مجموعہ کے بارے میں کیا فیصلہ کیا؟ اور بھائی عادل[2] کے خلوص کا کیا نتیجہ نکلا؟

کیا کیا کتابیں پڑھ ڈالیں؟ مالی حالت سچ سچ لکھو کیسی ہے؟ اس محاذ پر سنجیدگی سے ڈٹ جاؤ ورنہ مشکل ہو جائے گی۔

دل کے حالات کیا ہیں؟ یہاں تو مستقل خشکی اور بے رنگی ہے ہاں "تو جو آئے تو بیاباں میں بہار آجائے" ہزاروں پیار

تمھاری صفو

لکھنؤ
۶ر ستمبر ۵۲ء

میرے معصوم اختر!

ہزاروں پیار، اپنی معصومیت پر حیرت نہ کرنا میری جان، جذبہ معصوم ہونا چاہیے، اس کے بعد انسان شدید سے شدید معصیت کے بعد بھی معصومیت نہیں کھوتا، جس انداز سے تم بعض لمحے مجھے پیار کرتے ہو وہ مجھے سہادینے کے لئے کافی ہوتا ہے ساکھی! میرے میرے جسم میں تمھارے لئے کون سی ایسی انوکھی لذت رکھی ہے جس کے

---

[1] پرکاش پنڈت [2] عادل رشید

تم شیدائی بن سکو اور آج تو میں ہڈی کے ایک ڈھانچے کے سوا کچھ بھی نہیں البتہ میرا پیار، میری وفا، میری قدر شناسی۔ اگر کچھ کبھی تم کو ذہنی تشفی بخش سکی ہے تو یقین رکھو کہ اس سے تم میرے مرتے دم تک محروم رہو گے آہ میری تندرستی کے لئے دل سے خواہش کرو میں دوبارہ زندہ ہو کر تمھاری خدمت و آرام کا ذریعہ بننا چاہتی ہوں۔ آؤ میرے سینے سے لگ جاؤ اور میں بے جان سی ہو کر تم سے چمٹ جاؤں۔ بقیہ سب کچھ بھول جاؤں۔

خلیق نے خاصی تو بہ بلا رکھی ہے۔ فیس لینے سے حکیم پر جو دعویٰ ہوتا ہے وہ بھی نہ رہا۔ اب سرٹیفکیٹ حاصل ہونے میں تاخیر ہو رہی ہے ابا پرسوں گئے تھے کل پھر جائیں گے دیکھو۔

آج کل منضج کا سلسلہ چل رہا ہے۔ مسہل کی نوبت غالباً اکتوبر میں آئے۔

اسرار بھائی کے پیسے اب تک تو نہ آئے۔ اپنے کاروبار کا رنگ لکھو۔ جی چاہتا ہے تمھارے بارے میں سب کچھ جان سکوں۔

تمھارے پاس سردیوں کے لئے جرزی نہیں ہے۔ جلد ہی بنوا دوں گی۔ اور؟ پیار تو کرو دوست۔

تمھاری اپنی صفو

لکھنؤ

۱۲ ستمبر ۵۲ء

اچھے اختر!

تمھارا خط آج ہی ملا، تھوڑا ابیت باتوں کا سا لطف محسوس ہوا۔ مگر دیں تمھاری کم گوئی کے ساتھ۔

علاج چل رہا ہے۔ ماشاء اللہ سے ڈھائی روپیہ روزانہ کا نسخہ ہے۔ حکیم ذرا اونچے قسم کے ہیں۔ ابا ایک بار گئے تھے۔ ادھر مسلسل انتظار کے بعد خلیق صاحب بھی تشریف لائے تھے۔ سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کی ذمہ داری اپنے سر لے گئے تھے۔ کل پھر انھیں خط بھجوا دیا، آج لے کر آنے کا جواب لکھا ہے انھوں نے، دیکھو۔

بھوپال سے ٹھیکیدار کا بل آیا تھا اور ساتھ ہی یہ فرمائش بھی کہ مکان خالی کر دیا جائے۔ میں نے ذرا ڈانٹ لکھ دی ہے انھیں اور پیسوں کے لئے ڈاکٹر جبین کو لکھ دیا ہے کہ فی الحال مری INVESTATION کی جو رقم ملے انھیں پہنچا دیں۔

ہاں، سالم تین اکتوبر کے جہاز سے انگلستان روانہ ہو رہے ہیں چنانچہ ۲۰ ستمبر کو یہاں سے روانہ ہو کر دہلی کو تمھارے پاس پہنچیں گے ایک دن ان کی دیکھ بھال تمھارے ذمہ ہوگی۔

ناول اگر کوئی بغیر خریدے بھیجنا ممکن ہو تو بھیج دو ورنہ نہیں۔

اختر بمبئی میں رہ کر تم تو بہت سچ پڑھے لکھے آدمی بن گئے اور میں روز بروز جاہل سے جاہل تر ہوتی جا رہی ہوں۔ یہ بات تو ٹھیک نہیں۔

جاوید کی شرارتیں اور ہنگامہ پسندی دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہی ہیں اب وہ بغیر تمھارے دباؤ کے نہیں رہ سکتا۔

اور کیا لکھوں، میرے چراغ کو تیل ملتا ہے تو تمھاری توجہ سے اسے روشن رکھنا تمھارے ہی بس کی بات ہے دوست۔

سالم کے ہاتھ تم کو کیا بھیجوں؟ ضرور لکھنا۔ احسان کو دعا اور خلیل صاحب کو آداب۔

تمھاری صفو

لکھنؤ

۱۶ر ستمبر ۱۹۵۲ء

اختر میرے!

آج کئی دن سے نہ میں نے ہی تم کو خط لکھا اور نہ تم نے میری خبر لی۔ میں جانتی ہوں اختر! تمھیں میرے لئے پیسوں کی فکر ہو گی اور دوڑ دھوپ ہی میں تمھارا سارا وقت جاتا ہوگا۔ نہ جانے تم پر کیا کیا بیت رہی ہو گی۔ میں تم سے الگ شکوے شکایت لے کر بیٹھ جاتی ہوں۔ یہ کہاں تک ٹھیک ہے دوست! میں اکثر اپنے دل میں شرمندہ ہونے لگتی ہوں، لیکن کیا کروں تمھارا خط نہ پاکر میں دیوانی سی ہو جاتی ہوں۔ ایک دو حرف ہی لکھ دیا کرو۔

مجھے اس طرف بخار آتا رہا۔ اب بھی ہے اس سے الجھن اور بڑھ گئی ہے۔ خلیق سارٹیفکیٹ لے آئے تھے اسی دن پوسٹ کر دیا تھا ساتھ ہی وہ حکیم صاحب کو بھی ساتھ لا کر دکھانے کا وعدہ کر گئے تھے لاکھ کہا کہ میاں خود ہی حال کہنے آ جائیں گے۔ انھوں نے نہ سنی بطور نتیجہ پھر ایک بجے تک فاقہ کرنا پڑتا ہے۔ اس کے بعد مایوسی۔ اب کل میاں ہم حال میں جائیں گے غالباً منجھ اب پورے ہو چلے ہیں اور مسہل کا چکر شروع ہو جائے دیکھو۔

اور کیا لکھوں، تازہ خبر یہ ہے کہ جادو کی شرارتوں سے عاجز آکر پرسوں ان کا داخلہ ST. MARYS میں کرا دیا ہے آخر کچھ تو پابندی ہو، داخلہ پر چالیس خرچ ہو گئے اور بابا نہ صرف ستائیں ہے اب یہ سارے عذاب اپنی گردن پر سمجھو، میں خود ہی تمھاری محتاج ہوں۔

اور کیا لکھوں، سالم تیس کو چل زیبلی کو پہنچیں گے، تم انھیں اپنی کتابوں میں سے کوئی قلمی نسخہ دینا پسند کرو تو دے دینا INDIA OFFICE اب بھی خریدتا ہے رحیات نے ایک کتاب دو ہزار میں بیچ لی ہے سوچنا۔

اپنے حالات لکھو، کہو تو سلیٹی رنگ کا سوئٹر بنوا لوں تمھارے لئے۔

خط لکھو، موسم کے تیور اب تک نہیں بدل رہے ہیں گرمی سخت ہے اور جان لیوا ثابت ہو رہی ہے ہزاروں پیار۔

تمھاری صفو

لکھنؤ

۲۲ ستمبر ۵۲ء

اچھے اختر!

خط ملا، تم بے کمبخت نہ ہوا کرو میری جان، بہادر بنو! مجھے تمھارے سہارے کی ضرورت ہے اور تم بھی کمزور پڑ جاؤ گے تب؟ گھبرانہ جایا کرو سارے وقت نکل ہی جاتے ہیں۔ یہ دور بھی گزر ہی جائے گا۔ آج بھی یہ امید سینے کو روشن رکھتی ہے کہ بھلے دن ضرور آئیں گے۔

میرا حال سفنجوں نے خاصا تباہ کر رکھا ہے اور اس سے زیادہ خلیق[1] نے، نہ معلوم اُسے کیا خبط ہے کہ خود زبردستی آگے بڑھ کے وعدے کر لیتا ہے اور ان کی تکمیل ہفتوں میں نہیں کر سکتا مجبوراً ابا نے دو چکر چھوائی ٹولہ کے کیے۔ آج حکیم صاحب نے کل آکر دیکھنے کا اور مسہل کا نسخہ لکھنے کا وعدہ کیا ہے، دیکھو اس بار پھر انھیں زبردستی تکلیف دینے کی کوشش کروں گی کہ ان پر کچھ اپنا زور تو رہے۔ بیچارے میاں اس ضعیفی میں اس دوڑ کے قابل ہرگز نہیں ہیں۔ پر کروں بھی کیا۔

تم نے اکتوبر کا پروگرام ابھی سے بدل دیا۔ ارے کچھ دن تو آشا ہی کے سہارے گزر جانے دیے ہوتے سالتی۔ اب میں بھی غور کروں گی کہ اکتوبر کا کیا انجام کروں رہوں یا مر جاؤں۔

تم "نیا چین[2]" کیوں نہیں پورا کر ڈالتے کچھ تو کرتے ہی رہو تمھارا خاموش بیٹھنا کچھ ٹھیک نہیں دکھائی دیتا۔

ہزاروں پیار تمھاری تھکی ہوئی پیشانی پر۔

تمھاری صفو

لکھنؤ

۲۷ ستمبر ۵۲ء

اچھے اختر!

خط ملا خدا کرے تم خوش رہو۔ میرا حال تم کیا سنو گے؟ اتوار کو ابا حکیم صاحب کو لے آئے تھے، پیر سے مسہل کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے نہایت

---

[1] خلیق ابراہیم [2] جاں نثار اختر کی ایک نامکمل نظم۔

مفصل قسم کا قدح پی کر دن بھر عالم سکرات میں مبتلا رہتی ہوں، شام کو آب انار شیریں اور شلہ مونگ پر بسر اوقات ہے، آج وقفہ کا دن ہے کل تیسرا مسہل ہوگا، انجام خدا جانے۔

منی آرڈر اسرار بھائی کا پہنچ گیا، البتہ ان لوگوں نے اتھارٹی مانگی ہے وہ تم کو بھیجی جا چکی ہے۔ بھوپال سے ابھی تک پچھلی چھٹیوں ہی کی منظوری نہیں آئی۔ منشی کو خط لکھا اسکو تو شاید کچھ پیسے ہی وصول ہو جائیں۔

خلیق غالباً اب تک یہیں صحرا نوردی کر رہے ہیں۔ کل میاں حسن واتی ٹونک حکیم صاحب سے حال کہنے گئے تھے اس وقت ان کا حال دریافت کرایا تھا اور کیا لکھوں ساتھی، زندگی کی ہر لطیف شے تم سے وابستہ ہے۔ تم دور ہو۔ آؤ ہم ایک دوسرے کو پیار ہی کریں۔

تمھاری صفو

لکھنؤ

۲۹ ستمبر ۵۲ء

اختر میرے!

دو تین دن سے تمھاری خیریت نہیں معلوم ہوئی، خدا کرے آج ہی خط آجائے۔ کل پھر مسہل ہے اس کے بعد حکیم صاحب فیصلہ کرینگے کہ آگے کا پروگرام کیا ہو؟

سالم کل یعنی تیس کو روانہ ہو کر دہلی کو پہنچیں گے اسٹیشن پر آجانا کھانے کی تھوڑی سی چیزیں تم کو بھیج رہی ہوں، ظاہر ہے کہ دوسروں کی

بنائی ہوئی ہیں خدا کرے تم پسند کرو،
اور کیا لکھوں بچے تم کو بہت یاد کرتے ہیں،
تمھاری یاد سے سرشار
صفیہ

لکھنؤ
۴ر اکتوبر ۵۲ء
اچھے اختر!

خط مل گیا تھا۔ میرے حالات سالم سے معلوم ہی ہوئے ہوں گے، چار مسہل ہو چکے ہیں، چوتھے مسہل نے حالت خاص پست کر دی اٹھنے بیٹھنے میں بھی دوسروں کی مدد درکار ہو گئی ہے، دوسری پیچیدگی یہ پیدا ہو گئی ہے کہ چھبیس ستائیس دن سے ہر شام حرارت ہو جاتی ہے جو سو سے اوپر چلی جاتی ہے، چنانچہ کل حکیم صاحب آئے تھے انھوں نے مسہل ایک ہفتہ کے لئے بند کر کے ٹھنڈائی دی ہے ویسے مرض میں کمی ضرور محسوس ہوتی ہے، لیکن کمزوری اور بخار نے حال پتلا کر رکھا ہے، حکیم صاحب کو نہ جانے کیوں ممہر دی ہے، بغیر فیس کے بہت زیادہ توجہ سے علاج کر رہے ہیں، ادھر ابا اس عالم ضعیفی میں حد سے زیادہ مستعدی سے بھوائی ٹولہ کے چکر لگاتے رہتے ہیں، کیا کیا جائے حکیم صاحب کل اچھی غذا پر بہت زور دے گئے ہیں ویسے ان کی روزمرہ کی دوا دو ڈھائی روپے سے کم کی نہیں ہوتی اور مسہل تو یقین کرو دس روپے کا پڑتا ہے، ستم ظریفی سی معلوم ہوتی ہے،

اختر، مجھے تمھارا سہارا درکار ہے۔ تمھیں مضبوط بننے کی ضرورت ہے۔ تم کمزور پڑ گئے تو کیا ہوگا۔ تمھیں تو آج دوگنی طاقت پیدا کرنی ہے دوست۔

اور کیا لکھوں الجھن ہے اور میں ہوں۔ ہاں صبح سے شام ضرور ہوتی ہے۔ پیسے جب مجھے تم بھیجو تو ایسا کرنا کہ پچاس روپے براہ راست ٹھیکیدار کو بھیج دینا اور لکھ دینا کہ بقیہ رقم جلد ہی ادا کر دی جائیگی۔

تم نے سوئٹر کے بارے میں نہیں لکھا۔ اب مجبوراً اپنی ہی پسند کا اون منگوا کر بنواؤں گی۔ پہننا ہی پڑے گا تم کو۔

بچے تمھیں پوری عقیدتمندی سے یاد کرتے ہیں۔

زیادہ پیار

تمھاری صفیہ

لکھنؤ

۸ / اکتوبر ۵۲ء

اختر عزیزا!

تمھاری خیریت نہیں معلوم ہوئی۔ ہر ڈاک سے انتظار ہے کل رات کراچی سے تار آیا۔ اماں جان ہم سب کو اپنے لئے زندہ چھوڑ کر اس دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ میرا تو ان سے واسطہ ہی تھا تمھارا بچپن اور نوجوانی ان کے ساتھ دفن ہو گئی۔ غم اس بات کا ہے کہ ان کا یہ دور بڑی اذیتوں سے گزرا۔ جیسے سکھ انھوں نے دیکھے تھے ویسے ہی دکھ بھی جھیلے۔ ہم تو خیر ان کی راحت کا ذریعہ بن ہی نہ سکے۔

خود غرض سمجھو یا جو کچھ بھی، آج بھی یقین تھا کہ میں نہ ہوئی تو وہ بچوں

کو اچھی بری طرح سمیٹ ہی لیں گی۔ مجھے ان سے اُو کبھی محبت کا مزا ملتا تھا۔ سادہ دل سادہ طبیعت۔ میرا دل انھوں نے جیت ضرور لیا تھا ساتھ چھوڑ گئیں اور ایک داغ دے گئیں بس۔

بہادر بنو باقی! آپا کو اپنا سمجھو۔ وہ اماں کی محبت سے محروم ہو کر اب تمھاری ہی طرف دیکھ سکتی ہیں۔ ہزاروں پیار

تمھاری صفیہ

لکھنؤ

۲۰/اکتوبر ۵۲ء

اچھے اختر!

تمھارے دو خط اکٹھے ملے تھے۔ تم میرا حال نہ معلوم ہونے سے بے چین رہتے ہو گے۔ آج پانچ ہفتہ ہو گئے، ایک لمحہ کے لئے میرا بخار نہیں اترا ہے۔ آخری مسہل تیس ستمبر کو ہوا تھا اسکے بعد ہی سے حالت تباہ ہو گئی۔ میرا خدشہ صحیح ہی نکلا کہ اس ناتوانی میں مسہلوں کی متحمل نہ ہو سکوں گی۔ حکیم صاحب کل بھی آئے تھے۔ بخار اتارنے کی کوشش میں ہیں۔ اب علاج کی تبدیلی بھی سمجھ میں نہیں آتی۔ بہر حال۔

تمھارے بھیجے ہوئے پیسے بھی مل گئے تھے۔ پیسوں کی کمی کے بارے میں تم نے جو معذرت لکھی ہے اس کی تو کوئی بات نہ تھی اختر۔ تم اس طرح سے اپنا دل مت کڑھایا کرو۔

بچے اچھے ہیں اور تمھاری محبت میں مست۔ کیسے ہو؟ اور کیسی گزر رہی ہے؟ تم اپنا حال بھی تو کچھ لکھا کرو، صرف میرا ہی رونا تمھارے خطوں میں ہوتا ہے۔

بھوپال سے جینؔ[1] کا خط آیا ہے، اگر بڈاب تین سو سے چھ سو تک کا ہو گیا ہے، لیکن اب آسمان سے بادۂ گلفام برسا بھی تو کس کام کا۔

آؤ مجھے اپنے پیار کی گرمی سے تھوڑی دیر کے لئے زندہ محسوس کرنے دو ساقی۔

تمھاری صفو

لکھنؤ

۲۴ر اکتوبر ۵۲ء

اختر عزیز!

آخر بھی یہ خاموشی کیوں؟ تمھارا یہ تغافل مجھے کا مرتا آج ہی مار ڈالے گا، میرے خط تمھیں جلدی جلدی نہیں ملتے تو تم روٹھ جاتے ہو لیکن میری جان تم میری حالت تو آ کر دیکھو۔ میرا سارا جسم اکڑ کر رہ گیا ہے، انگلیوں کا یہ حال ہے کہ قلم نہیں پکڑا جاتا، نہ جانے کیسے ہمت کر کے چند سطریں لکھ لیتی ہوں، تم میری تحریر سے اندازہ لگا سکتے ہو اختر اب تمھیں حمیدہ سے اپنی خیریت کا خط لکھوا دیا کروں گی لیکن تم خط لکھنے کی طرف سے غفلت نہ برتو، تم اس تجویز سے ناراض نہ ہونا دوست مجبوری ہے، پھر بھی میں کبھی کبھی تمھیں خود بھی لکھتے رہنے کی کوشش کرونگی، دل کی باتیں تو دوسروں سے نہیں لکھوائی جا سکتیں۔

میرا حال بہت برا ہے صبح ۲-۹۹ اور شام ایک سو دو سے بخار کسی حال میں کم نہیں ہوتا، حکیم صاحب کا علاج سرے سے الٹا پڑ گیا۔

---

[1] ڈاکٹر گیان چند جین لیکچرار حمیدیہ کالج بھوپال۔

آؤ میرے پیارو، تم میرا ساتھ نہ چھوڑنا سا کھتی، خط لکھو!
تمھاری صفیہ

لکھنؤ

۳ر نومبر ۵۲ء

اختر عزیز!

خط ملے اور پیسے بھی، میں تمھیں اس طرف نہیں لکھ سکی، حمیدہ کے خطوط سے تمھیں میرا مفصل حال معلوم ہوتا رہا ہوگا، میری حالت گزشتہ ماہ میں مسہل کی وجہ سے سخت پلٹا کھا گئی تھی، اب بھی بستر پر پڑی رہتی ہوں، منھ ہاتھ تک دھونے کی حالت نہیں ہے۔

تم نے بمبئی بلایا ہے لیکن میری حالت سفر کی نہیں ہے۔ راستے میں خلیق ابراہیم مجھے لاد لاد کر کیسے اٹھائے گا؟ اور پھر وہ تو ایسا لاپروا کہ ایک دن وعدہ کر کے دو مہینے غائب رہتا ہے، اب تین چار روز ہوئے اس کے پاس گئے تھے، بولا کہ سات آٹھ تک بمبئی جاؤں گا گو کہ امید کم ہی ہے۔

تم آسکو تو آجاؤ، میں چارپائی سے لگ گئی ہوں، تباہی کی تکمیل حکیم سعید کے ہاتھوں ہونی تھی، کیا کیا جائے، جواہر مہرے سے افاقہ ضرور ہے مگر بہت سست رفتاری کے ساتھ، دراصل علاج سے زیادہ تیمارداری ضرور ہوگئی ہے۔

ٹھیکیدار کو ایک پیسہ بھی نہیں جا سکا ہے تم ایڈوانی سے کچھ تھوڑے سے پیسے اور وصول کر کے اُسے بھیج دو، ضرورت کے وقت ہی پیسے نہ ملے تو کس کے۔

پرکاش کا خط آیا ہے اس نے لکھا ہے کہ "مجاز فنڈ" کی اپیل شائع کرنے کی اجازت اس نے تم سے کلکتہ میں حاصل کر لی تھی۔ دلچسپ بات ہے۔ میں نے خط لکھوا دیا ہے کہ مجھے اختر کی غیور طبیعت پر اس درجہ اعتماد ہے کہ یقین نہیں آتا کہ انھوں نے مجاز کے جنون اور بے زری کا ڈھنڈورا رسالے کے ذریعہ پیٹ کر پڑھنے والوں سے دو دو چار روپیوں کا چندہ وصول کرنے کا مشورہ دیا ہو۔

اختر! تم جانتے ہو اسرار بھائی کو اسپتال گئے آٹھ مہینے کے لگ بھگ ہو گئے ہیں۔ ایک ڈیڑھ مہینے کے اندر وہ اسپتال سے DISCHARGE ہونے والے ہیں۔ اب اس ایک مہینہ کے لئے دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلانے سے کیا حاصل۔ شاہراہ والے اپنے سر سہرا باندھنا چاہتے ہیں۔ لیکن مجاز فنڈ کا حشر تو سنو کہ مجاز کے نام پر یہاں پچھلے مہینے صرف سوا سترہ روپے جمع ہو سکے۔ اس سے اردو والوں کی ادب دوستی کا بھی اندازہ کر لو۔

اختر خط لکھو۔ تھک مت جاؤ۔ مجھے تمھاری مدد کی ضرورت ہے۔ ہر طرح تمھیں مجھے سنبھال سکتے ہو۔ مجھے دیکھو میں آج مر کر بھی مایوس نہیں ہوں بہت سے پیار۔

تمھاری اپنی صفو

لکھنؤ

۸ نومبر ۵۲ء

اختر اچھے!

خط ملا۔ تمھاری فکرمندی مجھے ادھ لپیٹ کر کے رکھ دیتی ہے۔ گھبراؤ نہیں میاں کفی، شاید یہ آزمائش کے دن گزر ہی جائیں۔ بھوپال کے قیام اور

حکیم ضیاء الحسن کے علاج کی تجویز سے کیسے اتفاق کروں، عبدالمجید کے علاج نے تو جنبش کے قابل بھی نہ رکھا، بستر ہے اور میں ہوں، دیکھو کیا ہوتا ہے بمشکل حرارت ۹۹.۸ پر آئی ہے، کوئی نیا سلسلہ شروع کرتے بھی جی ڈرتا ہے۔

کبھی مجاز والا اعلان تم نے انجمن میں پڑھا ہے یا نہیں؟ پرکاش تو بہت ہی پریشان ہو گیا ہے، خاصی چخ چل گئی ہے۔

امراوتی کے بلاوے کی خبر سنی اب تم میری بات مانو اور سیدھا طریقہ یہ اختیار کرو کہ نومبر میں مار گھسیٹ کر جو کچھ اور وصول کر سکو کر لو اور دسمبر شروع ہوتے ہی سیدھے لکھنؤ بھاگ آؤ ایک مہینہ گھر پر گزار دو۔ تمھیں بہت سکون ملے گا اس وقت تک میں بھی کچھ سنبھل جاؤنگی، ورنہ تیمار داری کے ہی مزے سہی، تم پروگرام بنا کر فسخ کر دینے کے عادی ہو، اسلئے اسی پروگرام کو جو میرا بنایا ہوا ہے فائنل سمجھو۔

پلاسٹک کے کھلونے بچوں کو ملے بہت خوش ہیں گو کہ کھلونے پائیدار نہیں ہیں، خط لکھنے ہی والے ہیں تم کو۔

بس اب زیادہ نہیں لکھ سکتی، پیار لو، سنکر مسکرا کر رہا کتی۔

تمھاری اپنی صفو

لکھنؤ

۲۷ نومبر ۵۲ء

اختر اچھے!

آج چار پانچ دن سے اس فکر میں ہوں کہ تم کو ایک مختصر سا ہی خط لکھ ڈالوں مگر سکت نہ پیدا ہوئی۔ دسمبر میں تم نے آنے کا وعدہ کیا ہے، تم پرسش احوال کو آؤ گے اس خبر سے ہی مجھے زندگی ملنی چاہیئے۔

حامد و اور سلمان تمھارے آنے کی تاریخیں گنتے ہیں اور انگلیوں سے استخارے نکالتے رہتے ہیں کہ کب آؤ گے؟

امراؤتی سے کیا جواب آیا؟

حمیدہ کے خطوں سے میرے حال کی تفصیل تمھیں معلوم ہو ہی جاتی ہے آج کل ہومیوپیتھک کی دوا کھا رہی ہوں تم لکھتے ہو تو ڈاکٹر عبدالحمید کو بھی بلا کر دکھا دوں گی۔

اور کیا لکھوں اختر، تم ایک بار خود کو مجھے دکھا جاؤ، سیکڑوں پیار۔

تمھاری صفو

لکھنؤ

۲۳ دسمبر ۵۲ء

اختر عزیز!

دسمبر کا مہینہ تمھارے انتظار ہی میں بیت گیا تو اب کیا جنوری میں آنے کا قصد کر رہے ہو میرے بہت پیارے دوست! میں جانتی ہوں کہ تم میری ہی ضرورتوں کی خاطر وہاں پریشان ہو رہے ہو۔ لیکن ایک بار مجھے اپنی صورت تو دکھا جاؤ۔ جنوری میں ضرور ہی آ جاؤ اس سے زیادہ مجھ میں انتظار کی سکت نہیں سا کتی۔

دو دن بعد ہماری شادی کی نویں سالگرہ ہونے والی ہے اختر، مجھے تمھارے پیار کا تحفہ درکار ہے کیا تم میری آشا پوری نہ کرو گے۔ اچھا پیار لو، بچوں کے بھی پیار۔

تمھاری دیدار کی پیاسی

صفیہ

لکھنؤ

۲۹؍دسمبر ۵۲ء

عزیز اختر میری جان!

نظم ملی! تمھارا بہت پیارا تحفہ! سچ جانو میرے آنسو ہی تو چھلک پڑے آج میں کتنی مغرور ہوں اور نازاں۔ مجھے تمھاری محبت، ملائمت دوستی شفقت، خلوص اور اعتماد سب کچھ تو حاصل رہا ہے آج تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میں نے تمھاری شاعری کو بھی جیت لیا ہے اب مجھے اور کیا چاہئے ہے۔

اختر آؤ، تم مجھے مرنے نہ دو، میں مرنا نہیں چاہتی۔ البتہ میں تھک بہت گئی ہوں ساتھی! آؤ میں تمھارے زانو پر سر رکھ کر ایک طویل نیند لے لوں پھر تمھارا ساتھ دینے کے لئے میں ضرور ہی اٹھ کھڑی ہوں گی۔

میرے بے شمار پیار تم پر نچھاور ہیں۔

تمھاری اپنی

صفو

-:- ✤ ✤ ✤ ✤ -:-

خاکِ دل

(صفیہ کے انتقال پر لکھنؤ سے جاتے ہوئے)

لکھنؤ میرے وطن میرے چمن زارِ وطن
تیرے گہوارۂ آغوش میں اے جانِ بہار
اپنی دنیائے حسیں دفن کئے جاتا ہوں
تو نے جب دل کو دھڑکنے کی ادا بخشی تھی
آج وہ دل بھی یہیں دفن کئے جاتا ہوں

دفن ہے دیکھ مرا عہدِ بہاراں تجھ میں
دفن ہے دیکھ مری روحِ گلستاں تجھ میں
میری گلپوش جواں سال اُمنگوں کا سہاگ
میری شاداب تمنا کے مہکتے ہوئے خواب
میری بیدار جوانی کے فروزاں مہ و سال
میری شاموں کی ملاحت میری صبحوں کا جمال
میری محفل کا فسانہ، میری خلوت کا فسوں
میری دیوانگیٔ شوق، مرا نازِ جنوں
میرے مرنے کا سلیقہ، میرے جینے کا شعور
میرا ناموسِ وفا میری محبت کا غرور
میری نبضوں کا ترنم میرے نغموں کی پکار
میرے شعروں کی سجاوٹ میرے گیتوں کا نکھار
لکھنؤ! اپنا جہاں سونپ چلا ہوں تجھ کو
اپنے ہر خوابِ جہاں سونپ چلا ہوں تجھ کو
اپنا سرمایۂ جاں سونپ چلا ہوں تجھ کو

لکھنؤ میرے وطن، میرے چمن زارِ وطن
یہ مرے پیار کا مدفن ہی نہیں ہے تنہا
دفن ہیں اس میں محبت کے خزانے کتنے
ایک عنوان میں مضمر ہیں فسانے کتنے

اک بہن اپنی رفاقت کی قسم کھائے ہوئے
اک ماں مر کے بھی سینے میں لئے ماں کا گداز
اپنے بچوں کے لڑکپن کو کلیجے سے لگائے
اپنے کھلتے ہوئے معصوم شگوفوں کے لئے
بند آنکھوں میں بہاروں کے جواں خواب بسائے

یہ مرے پیار کا مدفن ہی نہیں ہے تنہا
ایک ساتھی بھی تہہ خاک یہاں سوتی ہے
عرصۂ دہر کی بے رحم کشاکش کا شکار
جان دے کر بھی زمانے سے نہ مانے ہوئے ہار
اپنے تیور میں وہی عزم جواں سال لئے

یہ مرے پیار کا مدفن ہی نہیں ہے تنہا
دیکھ اک شمع سر راہگذر جلتی ہے
جگمگاتا ہے اگر کوئی نشان منزل
زندگی اور بھی کچھ تیز قدم چلتی ہے

لکھنؤ! میرے وطن! میرے چمن زار وطن!
دیکھ اس خواب گہِ ناز پہ کل موجِ صبا
لے کے نورِ تہِ بہاراں کی خبر آئے گی!

سُرخ پھولوں کا بڑے ناز سے گوندھے ہوئے ہار
کل اسی خاک پہ گلرنگ سحر آئے گی
کل انہی خاک کے ذرّوں میں سما جائیگا رنگ
کل مرے پیار کی تصویر اُبھر آئے گی

اے مری روحِ چمن! خاک لحد سے تیری
آج بھی مجھ کو ترے پیار کی بُو آتی ہے
زخم سینے کے مہکتے ہیں تری خوشبو سے
وہ مہک ہے کہ مری سانس گھٹی جاتی ہے
مجھ سے کیا بات بنائے گی زمانے کی جفا
موت خود آنکھ ملاتے ہوئے شرماتی ہے

میں اور ان آنکھوں سے دیکھوں تجھے پیوندِ زمیں
اس قدر ظلم! نہیں، ہائے نہیں، ہائے نہیں

کوئی اے کاش! بجھا دے مری آنکھوں کے دیئے
چھین لے مجھ سے کوئی کاش نگاہیں میری
اے مری شمعِ وفا! اے مری منزل کے چراغ
آج تاریک ہوئی جاتی ہیں راہیں میری

تجھ کو روؤں بھی تو کیا روؤں کہ ان آنکھوں میں
اشک پتھر کی طرح جم سے گئے ہیں میرے
زندگی عرصۂ جہدِ مسلسل ہی سہی!
ایک لمحے کو قدم جم سے گئے ہیں میرے

پھر بھی اس عرصۂ جہدِ مسلسل سے مجھے
کوئی آواز پہ آواز دیے جاتا ہے!
آج سوتا ہی مجھے چھوڑ کے جانا ہوگا
ناز یہ بھی غمِ دوراں کا اٹھانا ہوگا!

زندگی دیکھ مجھے حکمِ سفر دیتی ہے
اک دلِ شعلہ بجاں ساتھ لیے جاتا ہوں
ہر قدم تو نے کبھی عزمِ جواں بخشا تھا
میں وہی عزمِ جواں ساتھ لیے جاتا ہوں

چوم کر آج تری خاکِ لحد کے ذرّے
ان گنت پھول محبت کے چڑھاتا جاؤں
جانے اس سمت کبھی میرا گزر ہو کہ نہ ہو
آخری بار گلے تجھ کو لگاتا جاؤں!!!

لکھنؤ میرے وطن، میرے چمن زار وطن!
دیکھ اس خاک کو آنکھوں میں بسا کر رکھنا!
اس امانت کو کلیجے سے لگا کر رکھنا!

جاں نثار اختر
جنوری ۵۳ء

خاموش آواز

جنوری کی چاندنی رات میں صفیہ کے مزار پر

کتنے دن میں آئے ہو ساتھی
میرے سوتے بھاگ جگانے
مجھ سے الگ اس ایک برس میں
کیا کیا بیتی تم پہ نہ جانے

دیکھو کتنے تھک سے گئے ہو
کتنی تھکن آنکھوں میں گھلی ہے
آؤ تمہارے واسطے ساتھی
اب بھی مری آغوش کھلی ہے

چُپ ہو کیوں، کیا سوچ رہے ہو
آؤ سب کچھ آج بھُلا دو
آؤ اپنے پیار سے ساتھی
پھر سے مجھے اک بار جلا دو

اتنے دن کے بعد کہیں تُم!
آئے ہو ساجن میرے دوارے
آج اندھیرے انگنا مورے
ناچ اُٹھے ہیں چاند ستارے

دیکھو کتنی رات حسیں ہے
جیسے میرا پیار کھِلا ہو!
آج تو ایسی جوت ہے جیسے
چاند زمیں سے آن ملا ہو!

بولو ساتھی کچھ تو بولو
کب تک آخر آہ بھروں گی
تم نے مجھ پہ ناز کئے ہیں
آج میں تم سے ناز کروں گی

آؤ میں تم سے رُوٹھ سی جاؤں
آؤ مجھے تم ہنس کے منا لو
مجھ میں سچ مچ جان نہیں ہے
آؤ مجھے ہاتھوں پہ اُٹھا لو

تم کو میرا غم ہے ساتھی
کیسے اب اس غم کو بھلاؤں
اپنا کھویا جیون یوں
آج کہاں سے ڈھونڈھ کے لاؤں

یہ نہ سمجھنا میرے ساجن
دے نہ سکی میں ساتھ تمہارا
یہ نہ سمجھنا میرے دل کو
آج تمہارا دُکھ ہے گوارا

یہ نہ سمجھنا میں نے تم سے
جان کے یوں مُنھ موڑ لیا ہے
یہ نہ سمجھنا میں نے تم سے
دل کا ناتہ توڑ لیا ہے

یہ نہ سمجھنا میں نے تم سے
آج کیا ہے کوئی بہانا
دنیا مجھ سے روٹھ چکی ہے
ساتھی! تم بھی روٹھ نہ جانا

آج بھی ساجن میں ہوں تمہاری
آج بھی تم ہو میرے اپنے
آج بھی ان آنکھوں میں بسے ہیں
پیار کے اَمٹ گہرے سپنے

دل کی دھڑکن ڈوب بھی جائے
دل کی صدائیں تھک نہ سکیں گی
مٹ بھی جاؤں پھر بھی تم سے
میری دعائیں تھک نہ سکیں گی

یہ تو پوچھو مجھ سے چھُٹ کر
تیرے دل پر کیا کیا گزری
تم بن میری ناؤ تو ساجن
ایسی ڈوبی پھر نہ اُبھری

ایک تمہارا پیار بچا ہے
ورنہ سب کچھ لُٹ سا گیا ہے
ایک مسلسل رات کہ جس میں
آج مِرا دم گھُٹ سا گیا ہے

آج تمہارا رستا تکتے
میں نے پورا سال بتایا
کتنے طوفانوں کی زد پر!
میں نے اپنا دیپ جلایا

تم بن سارے موسم بیتے
آئے جھونکے سرد ہوا کے
نرم گلابی جاڑے گزرے
میرے دل میں آگ لگا کے

ساون آیا دھوم مچاتا
گھِر گھِر کالے بادل چھائے
میرے دل پر جم سے گئے ہیں
جانے کتنے گہرے سائے

چاند سے جب بھی بادل گزرا
دل سے گزرا عکس تمہارا
پھول جو چٹکے میں نے جانا
تم نے شاید مجھ کو پکارا

آئیں بہاریں مجھ کو منانے
تم بن میں تو منھ سے نہ بولی
لاکھ فضا میں گیت سے گونجے
لیکن میں نے آنکھ نہ کھولی

کتنی نکھری صبحیں گزریں
کتنی مہکی شامیں چھائیں
میرے دل کو دور سے تکنے
جانے کتنی یادیں آئیں!

اتنی مدت بعد تو پیتم
آج کلی ہردے کی کھلی ہے
کتنی راتیں جاگ کے ساجن
آج مجھے یہ رات ملی ہے

بولو ساتھی کچھ تو بولو
کچھ تو دل کی بات بتاؤ
آج بھی مجھ سے دور رہو گے
آؤ مرے نزدیک تو آؤ

آؤ میں تم کو بہلاؤں گی
بیٹھ تو جاؤ میرے سہارے
آج تمہیں کیوں غم ہے بولو
آج تو میں ہوں پاس تمہارے

اچھا میرا غم نہ بھلاؤ
میرا غم ہر غم میں سمو لو
اس سے اچھی بات نہ ہوگی!
یہ تو تمہیں منظور ہے بولو

اب سے اپنا دل نہ دکھانا
میرے لئے فریاد نہ کرنا!
مجھ سے کچھ بھی پیار اگر ہے
میرا غم برباد نہ کرنا

ـــ

میرے غم کو میرے شاعر
اپنے جواں گیتوں میں رچالو
میرے غم کو میرے شاعر
سارے جگ کی آگ بنالو

میرے غم کی آنچ سے ساتھی
چونک اٹھے گا عزم تمہارا
بات تو جب ہے لاکھوں دل کو
چھولے اپنے پیار کا دھارا

میں جو تمہارے ساتھ نہیں ہوں
دل کو مت مایوس کرو تم
تم ہو تنہا تم ہو اکیلے
ایسا کیوں محسوس کرو تم

آج ہمارے لاکھوں ساتھی
ساتھی! ہمت ہار نہ جاؤ
آج کروڑوں ہاتھ بڑھیں گے
ایک ذرا تم ہاتھ بڑھاؤ

اچھا اب تو ہنس دو ساتھی
ورنہ دیکھو رو سی پڑوں گی
بولو ساتھی کچھ تو بولو
آج میں سچ مچ تم سے لڑونگی

جاگ اٹھی لو دنیا میری
آئی ہنسی وہ لب پہ تمہارے
دیکھو دیکھو میری جانب
دوڑ پڑے ہیں چاند ستارے

جھل مِل جھل مِل کرنیں آئیں
مجھ کو چندن ہار پہنانے
جگمگ جگمگ تارے آئے
پھر سے میری مانگ سجانے

آئیں ہوائیں جھانجھ بجاتی
گیتوں مورا انگنا جاگا
مورے ماتھے جھومر دمکا
مورے ہاتھوں کنگنا جاگا

جاگ اُٹھا ہے سارا عالم
جاگ اُٹھی ہے رات ملن کی
آؤ زمیں کی گود میں ساجن
سیج سجی ہے آج دُلہن کی

آؤ جاتی رات ہے ساتھی
پیار تمہارا دل میں بھر لوں
آؤ تمہاری گود میں ساجن
تھک کر آنکھیں بند سی کر لوں

اُٹھو ساتھی! دُور اُفق کا
نرم کنارا کانپ رہا ہے
میرے دل کی دھڑکن بن کر
صبح کا تارا کانپ اُٹھا ہے

دل کی دھڑکن! ڈوب کے رہ جا
جاگی نبضو! تھم سی جاؤ
پھر سے میری بے نم آنکھو
پتھر بن کر جم سی جاؤ

میرے غم کا غم نہ کرو تم
اچھا اب سے غم نہ کروں گی

میرے ارادوں والے ساتھی
جاؤ میں ہمت کم نہ کروں گی

تم کو ہنس کر رخصت کردوں

سب کچھ میں نے ہنس کے سہا ہے
تم بن مجھ میں کچھ نہ رہے گا
یوں بھی اب کیا خاک رہا ہے

دیکھو کتنے کام پڑے ہیں
اچھا، اب مت دیر کرو تم
کیسے جم کر رہ سے گئے ہو
اتنا مت اندھیر کرو تم!

لو لو! تم کو کیسے روکوں!
دنیا تیرا الزام دھرے گی
ایسے پاگل پیار کو ساتھی
ساری خلقت نام دھرے گی

آؤ میں اُلجھے بال سنواروں
مجھ سے کوئی کام تو لے لو
پھر سے گلے اک بار لگا کر
پیار سے میرا نام تو لے لو

اچھا ساتھی جاؤ سدھارو
اب کی اتنے دن نہ لگانا
پیاسی آنکھیں راہ تکیں گی
ساجن جلدی لوٹ کے آنا

لیکن ٹھہرو ٹھہرو ساتھی
دل کو ذرا تیار تو کر لوں
آؤ مرے پردیسی ساجن
آؤ میں تم کو پیار تو کر لوں

جاں نثار اختر
جنوری سنہ ۵۴ء